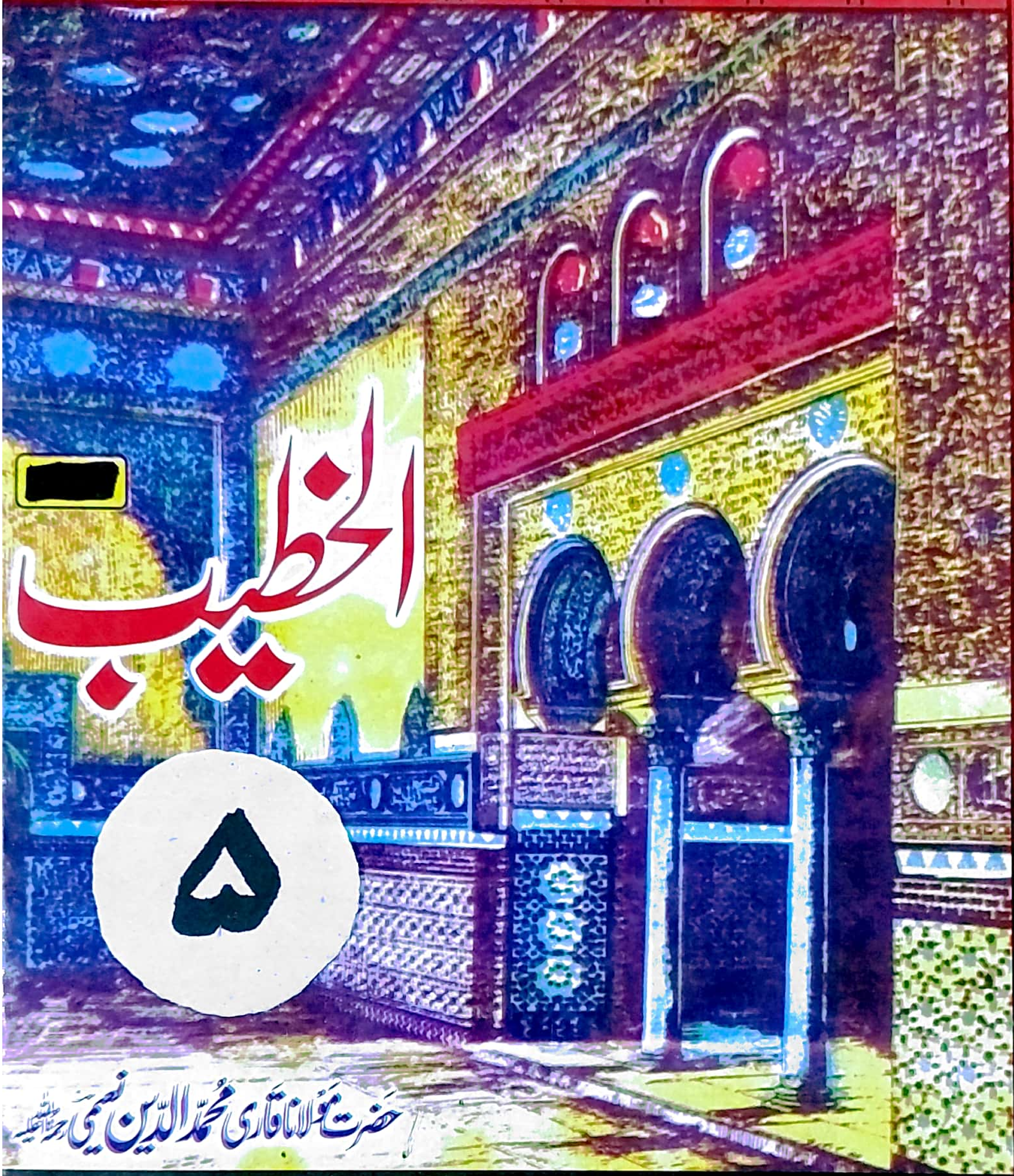

[redacted]

الخطیب

۵

حضرت مولانا قاری محمد الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ نعیمیہ رضویہ

سُنّی رضوی جامع مسجد ٥ رضا آباد ٥ فیصل آباد فون نمبر ٦١٢٨٥٣

Scanned with CamScanner

جملہ حقوق بحقِ مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب ——— الخطیب حصہ پنجم المعروف انوارِ خطابت
مصنف ——— قاری محمد الدین نعیمی
کتابت ——— محمد عاشق حسین ہاشمی، چینوٹ
نظرِ ثانی ——— مولانا محمد حنیف قادری رضوی
طابع ——— محمد امین الدین
مطبع ——— گنج شکر پرنٹرز، لاہور
تعداد ——— ایک ہزار
صفحات ——— ۲۸۸
سائز ——— ۱۸×۲۲/۸
سنِ اشاعت ——— گیارہ ربیع الثانی سنہ ۱۴۱۲ھ
ہدیہ ——— ۶۲/- روپے صرف

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز ۱۱ گنج بخش روڈ لاہور

ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۹۔ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

ناشر

مکتبہ نعیمیہ رضویہ، سنی رضوی جامع مسجد
رضا آباد، فیصل آباد

انتساب

میں اپنی اس سعیٔ جمیل کو بصد عجز و نیاز بصد ادب و احترام، مؤذنوں کے تاجدار باکمال

سیدنا و مولانا حضرت

بلالِ حبشی رضی اللہ عنہ

کی طرف منسوب کرتا ہوں جس عاشقِ صادق کو عشق کی معراج حاصل تھی، جس نے اپنی جان پر ظلم و ستم برداشت کیا اور دہکتے انگاروں پر شدید مصائب میں بھی ذکرِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم وردِ زبان رکھا — جس کی پرسوز اور میٹھی آواز سے فرش و عرش والے مسحور ہو جایا کرتے تھے۔ "گر قبول افتد زہے عز و شرف"

گدائے مدینہ

قاری محمد الدین نعیمی

اَلاِهداء

میری شفیق و مہربان تہجّد گزار عابدہ زاہدہ

والدہ

محترمہ

کے

نام

جن کی تہجّد کی دُعاؤں نے مجھے اللہ تبارک و تعالیٰ
کے محبوب مُکرّم تاجدارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی
مدح سرائی کی سعادت نصیب فرمائی:
"گر قبول افتد زہے عزّ و شرف"

ناچیز:
قاری محمّد الدّین نعیمی

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی ونسلّم علیٰ رسولہ الکریم

اللہ تبارک و تعالیٰ ہمارا معبودِ حقیقی ہے۔ حیّ و قیّوم ہے، ربّ العالمین اُس کی شان ہے، وہ احد ہے، صمد ہے، بے نیاز ہے، اُس کی ذات و صفات میں کوئی اُس کے برابر نہیں وہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ زمین و آسمان میں اُسی کی بادشاہی ہے۔ وہی زندگیاں بخشنے والا اور موت دینے والا ہے۔ ساری کائنات اُس کے قبضۂ و قدرت میں ہے۔ اوّل بھی وہی ہے، آخر بھی وہی ہے، ظاہر بھی وہی ہے، باطن بھی وہی ہے۔ پوری کائنات اس کے انوار و تجلّیات کی مظہر ہے، ہر شے میں اُس کی قدرت کا جلوہ ہے: "یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" جو کچھ زمین و آسمان میں ہے، سب اس کی تعریف میں رطب اللسان ہے۔ وہ علیٰ کلّ شیئٍ قدیر ہے۔ اُس خالقِ کائنات نے اپنے محبوبِ مکرّم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لیے کل کائنات کو پیدا کیا اور تاجدارِ دو جہاں صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کو ساری کائنات کے لیے پیدا فرمایا۔ حضرت مولانا حسن رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

کونین بنائے گئے سرکار کی خاطر
کونین کی خاطر تمہیں سرکار بنایا

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ کا تاج آپ ہی کے جبینِ اقدس پر سجایا گیا ــــ وَالضُّحٰی آپ کی نورانی پیشانی ہے ــــ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی آپ کی زلفِ عنبریں کے لیے فرمایا گیا ــــ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی آپ کی آنکھوں کا سُرمہ ہے ــــ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی آپ کی تقریر ہے ــــ نٓ وَالْقَلَمِ آپ کی تحریر ہے ــــ اَلَمْ نَشْرَحْ آپ کا سینہ ہے۔

وللآخرۃ خیرلک من الاولیٰ آپ کا منصب ہے ـــــ وعلمک مالم تکن تعلم عطائے علوم کا اعلان ہے ـــــ الرحمٰن علم القرآن، خلق الانسان علمہ البیان، یہ انعام رحمٰن ہے ـــــ ووجدک عائلاً فاغنیٰ، آپ غنا ہے ـــــ فاما الیتیم فلا تقہر آپ کا لطف وکرم ہے ـــــ واما السائل فلا تنہر آپ کی شان بندہ پروری ہے ـــــ آپ ہی کی دونوں عالم میں سروری ہے ـــــ انا اعطینک الکوثر، مالک کی آپ پر بے پناہ عنایات کی خبر ہے ـــــ وانشق القمر آپ کا اعجازِ نظر ہے ـــــ لی مع اللہ آپ کا مقام ہے ـــــ تنام عینی ولا ینام قلبی آپ کا آرام ہے ـــــ ابیت عند ربی آپ کا دسترخوان ہے ـــــ ایکم مثلی آپ کا فرمان ہے ـــــ آپ تاجدارِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں ـــــ بظاہر فرش پر جلوہ گر ہیں ـــــ مگر عرش کے صدر نشین ہیں ـــــ سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً آپ کی سیر ہے ـــــ فکان قاب قوسین او ادنیٰ، قربِ خاص ہے ـــــ فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ فاوحیٰ راز ونیاز ہے ـــــ قد جاءکم من اللہ نور آپ کی تنویر ہے ـــــ آپ کی ذات سراجِ منیر ہے ـــــ تمام انوار اس نور کا پرتو ہیں ـــــ حور وقصور میں اُس کا حسن وجمال ہے ـــــ رضوان وغلمان اسی نور کے محتاج ہیں ـــــ ثباتِ آدم، نجاتِ نوح اسی نور کے صدقے سے ہوئی ـــــ دعائے خلیل اور صفائے اسماعیل اسی نور سے ظہور میں آئی ـــــ دعوتِ یعقوب، صحتِ ایوب اسی نور کے طفیل ہے ـــــ نجاتِ یوسف، اجابتِ یونس اسی نور کی برکت سے ہے ـــــ اسی نور کی طفیل رسولوں کو رسالت ملی، نبیوں کو نبوت عطا کی گئی ـــــ عارفوں کو معرفت، ولیوں کو ولایت، علماء کو فقاہت دی گئی ـــــ میں اُس مقامِ محمود کے مکین، ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ کے امین اور وبالمؤمنین رؤف رحیم کی شان والے کی کیا عظمت بیان کروں، جس کی مدح سرائی خود ربِ ذوالجلال فرما رہا ہے جس کی عظمتوں کو بیان کرنے کے لئے تورات، انجیل اور زبور و قرآن کو نازل کیا گیا ـــــ انبیاء کرام کی جلوہ گری ہوئی ـــــ یہ تو اُس رب العالمین

رحمٰن ورحیم کا کرم ہے کہ اُس نے ہمیں اپنے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذکرِ خیر کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی، ورنہ ہماری زبان، ہمارا قلم، ہماری تقریر، ہماری تحریر کب اس قابل تھی کہ اُس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف وتوصیف، محاسن ومحامد ومناقب مرتبہ ومقام کو بیان کر سکے۔

قارئین کرام! اپنے خالق ومالک کی رضا اور بخشش حاصل کرنے کے لیے یہ ایک بہانہ ہے کہ ہم اُس کے محبوبِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام لیتے ہیں، اُس کا واسطہ ڈالتے ہیں۔ صدقہ مانگتے ہیں، یہ وہ ذریعہ ہے، جس سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت جوش میں آجاتی ہے اور اس کے کرم کی برسات ہو جاتی ہے۔ بندہ ناچیز نے اس کی رحمت کی برسات سے ایک چھینٹا حاصل کرنے کے لیے اللہ رب العالمین اور حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، آل واصحاب، غلاموں اور عشاق کا، آپ کے ارشادات کا تذکرہ کیا تاکہ اس کے ذریعہ میری نجات ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رحمت کے تصدق، مرشدِ ذی وقار پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت حضرت سید علی حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے نگاہِ فیض اور نقشِ لاثانی حضرت پیر سید حافظ مولانا عابد حسین مدظلہ العالی سجادہ نشین آستانہ عالیہ علی پور سیداں کی نظرِ عنایت کے طفیل الخطیب حصہ اول، حصہ دوم، حصہ سوم، حصہ چہارم کے بعد الخطیب حصہ پنجم المعروف انوارِ خطابت پیش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ـــــ آخر میں اپنے قارئین کرام کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے بالمشافہ یا خطوط کے ذریعے میری حوصلہ افزائی فرمائی اور مجھے نیک دعاؤں میں یاد فرمایا ـــــ اور میں جناب محمد عاشق حسین ہاشمی جو ایک بہترین خوشنویس ہونے کے ساتھ ساتھ خوش آواز نعت خواں بھی ہیں، اُن کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے "الخطیب" کی کتابت بڑی جانفشانی اور لگن سے فرمائی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ میری اسی سعی جمیل کو میرے لیے میرے اساتذہ اور والدین کے لیے ذریعۂ نجات بنائے، بروزِ محشر حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین بحرمت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ اصحابہٖ اجمعین!

طالبِ دعا:
قاری محمد الدین نعیمی

۱۱ ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ
بمطابق ۹ اکتوبر ۱۹۹۲ء

فہرست مضامین

۱ — فیضانِ ذکر ۹
۲ — کلیدِ جنّت ۲۵
۳ — فیضانِ اسمِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ۴۲
۴ — میلادِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ۶۵
۵ — نعمتِ عظمیٰ ۸۰
۶ — شہنشاہِ دوعالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ۹۷
۷ — تعظیمِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ۱۱۰
۸ — شفیعِ اعظم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ۱۳۰
۹ — خُلقِ عظیم ۱۴۶
۱۰ — شانِ صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) ۱۷۲
۱۱ — زکوٰۃ ۱۹۰
۱۲ — اعمالِ صالحہ ۲۲۵
۱۳ — برکاتِ اسلام ۲۴۵ برکاتِ اسلام
۱۴ — الدُّعا ۲۶۴

فیضانِ ذکر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ ط فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ط صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلٰنَا الْعَظِیْمُ ۝ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ ۝

ملیں دین و دُنیا کی نعمتیں، مجھے کیا نہ میرے خدا دیا
مجھے دی غلامیٔ اولیاء، مجھے عشقِ خیرالوریٰ دیا
ترا نام سُن کے مچل گئے، ترا نام لے کے سنبھل گئے
میرے لمحے کیف میں ڈھل گئے، ترے ذکر نے وہ مزہ دیا
کبھی خواب میں تری دید ہو، تری دید ہو میری عید ہو
دے مجھے بھی جلووں کی بھیک دے، ترے در پہ دامن بچھا دیا
ترے میکدے میں قرار ہے، جہاں بن پیئے ہی خمار ہے
نہ اُتر سکا نہ اُتر سکے، ترے نام نے جو نشہ دیا
شبِ غم کے رنگ نکھر گئے، مرے کام کاج سنور گئے!
مری چاہتوں، میرے پیار کا یہ میرے نبی نے صلہ دیا
اُٹھے لاکھ طوفاں بحر و بر، کبھی آندھیوں نے اُٹھائے سر
اُسے کوئی بھی نہ بجھا سکا، جو دیا نبی نے جلا دیا
میرے دل میں یادِ حضور ہے، میرا دل خزینۂ نور ہے
اِس نورِ حسنِ حضور نے، مرا دل مدینہ بنا دیا

قابلِ صد احترام بزرگو، دوستو! کون نہیں جانتا کہ دورِ حاضرہ میں ہر انسان پریشان ہے۔ دُنیاوی سوچ و بچار اور تفکرات نے ہر شخص کو گھیرے میں لے رکھا ہے ـــــ کوئی اس لیے پریشان ہے کہ اُس کی حسبِ منشا مال و دولت نہیں ـــــ رہنے کیلئے عمدہ مکان ـــ دُنیاوی آسائش و آرام کا سامان نہیں ـــــ کوئی وہ ہے کہ اُس کے پاس سونا ہے، چاندی ہے ـــــ مال و دولت کی فراوانی ہے ـــــ کوٹھی ہے بنگلہ ہے ـــــ اچھی سواری ہے ـــــ دکان ہے ـــــ فیکٹری ہے ـــ کارخانہ ہے ـــــ بے حساب دولت ہے ـــــ مگر پریشان ہے کہ کہیں اُس کی تجارت میں نقصان نہ آجائے ـــــ چوروں، ڈاکوؤں اور لٹیروں کا خطرہ ہے۔ ٹیکس والوں کا خوف ہے ـــــ کوئی اس لیے پریشان ہے کہ اس کے پاس بیٹیاں ہیں، بیٹا نہیں ـــــ کوئی اس لیے پریشان ہے کہ اس کے پاس بیٹا ہے نہ بیٹی، بے اولاد ہے ـــــ کوئی اس لیے پریشان ہے کہ اُس کے پاس بیٹے بیٹیاں ہیں، اور صاحبِ اولاد ہے، مگر مالی وسائل نہیں، وہ اُن کی پرورش اور جملہ ضروریات پوری کرنے میں ناکام ہے ـــــ کوئی اس لیے پریشان ہے کہ مال بھی ہے، اولاد بھی ہے، مگر اولاد نافرمان ہے ـــــ وہ دن رات اُن کے برتاؤ سے غمزدہ اور پریشان ہے۔ کسی کو افسوس ہے کہ اُس کے پاس زیورِ تعلیم نہیں ـــــ کسی کے پاس تعلیم ہے، مگر ملازمت نہ ملنے کی وجہ سے پریشان ہے ـــ غرضیکہ کس کس پریشانی کا ذکر کیا جائے۔ ہر شعبۂ زندگی میں لوگ پریشان ہیں ـــ اس پریشانی کو دُور کرنے کے لیے اس دُکھ سے نجات حاصل کرنے کے لیے کوئی ٹونے جادو کرنے والوں کے پیچھے پھر رہا ہے ـــ کوئی ڈاکٹروں، حکیموں اور وکیلوں کے گرد گھوم رہا ہے ـــــ کوئی تعویذ گنڈا کرنے کی تلاش میں ہے ـــــ کوئی دن رات محنت و مشقت کر رہا ہے ـــــ کوئی دولت کے حصول کے لیے طرح طرح کے منصوبے بنا رہا ہے تاکہ اُس کی پریشانی

دُور ہو جائے اور سُکونِ قلب حاصل ہو جائے، مگر یہ سب کچھ کرنے کے باوجود سُکون میسّر نہیں ـــــ بعض لوگوں کا تو یہ حال ہے کہ انہیں رات کو نیند نہیں آتی اور وہ نیند کی گولیاں کھا کر چند لمحے آرام کرتے ہیں ـــــ جب آنکھ کھُلتی ہے تو پریشانی، حیرانی، سرگردانی، قلبی بے سکونی، فکر اور خوف و غم اُن پر مُسلّط ہو جاتا ہے۔

قرآن کے حضور

آیئے مل کر اللہ ربّ العالمین جلّ وعلا کی مقدس کتاب جو ساری کائنات کے لیے پیامِ رحمت ہے، اُس کے حضور دُعا کریں کہ اے اللہ تعالیٰ کی سُچی سُچی کتاب! تجھ میں کائناتِ عالم کے ہر مسئلہ کا حل موجود ہے ـــــ تیری رہنمائی دُکھیوں کے دامن میں سُکھ ڈال دیتی ہے ـــ بے قرار دل تجھ سے ہی سُکون حاصل کرتے ہیں ـــــ تو ہی نے تو تاریک دلوں کو ضیا بخشی ہے ـــــ تیرے ہی نور سے اہلِ ایمان کے سینے روشن ہیں ـــــ تیری ہی چمک سے اہلِ یقین کے قلوب منوّر ہیں ـــــ تو ہی تو صراطِ مُستقیم سے بھٹکے ہوؤں کو راہِ ہدایت کی رہبری کرتی ہے ـــــ ہم پریشان ہیں ـــــ ہم میں سے ہر ایک سُکونِ قلب کی دولت سے محروم ہے ـــــ تو ہی ہمارے سکھ کی راہ ہموار اور دُکھ کا مداوا کر سکتی ہے ـــــ تیرے بتائے طریقہ سے ہمیں چین و سکون اور اطمینانِ قلب کی دولت حاصل ہو سکتی ہے ـــ

نُسخۂ کیمیا

حضراتِ محترم! جب ہم نے قرآنِ عظیم کی بارگاہ میں اپنا سوال پیش کیا تو اس لاریب کتاب نے ہمیں مالک الملک، مقلّب القلوب علیمٌ بذاتِ الصدور مولا کریم کا ارشاد سنایا: اے اطمینان و سُکون کے طالب ـــ اے چین کی دولت چاہنے والے ـــ تجھے سُکون، مال و دولت کی فراوانی سے حاصل نہیں ہوگا ـــــ تجھے جائیداد کے حصول اور مال و اولاد سے سکونِ قلب نہیں ملے گا ـــــ اگر تو سکون حاصل کرنا چاہتا ہے تو:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ط (پ ۱۳-ع ۱۰)

خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ہو جاتا ہے۔

شاعر نے اس فرمانِ خداوندی کی ترجمانی اس طرح کی ہے ؎

نہ دولت سے دُنیا سے نہ گھر آباد کرنے سے
تسلّی دل کو ہوتی ہے خدا کو یاد کرنے سے

حضرت مولانا رُوم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎

ہر چہ خواہی زیستن با آبرو
یادِ اُو کُن یادِ اُو کُن یادِ اُو

اگر تو عزت و آبرو کی زندگی گزارنا چاہتا ہے، تو عزت و شان والے کے نام کا وِرد کر۔ چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے اس کو یاد کر، جس کے ذکر سے دل سکون پاتے ہیں۔

جب انسان رات کو سوتا ہے، تو ہاتفِ غیبی سے آواز آتی ہے ؎

سونے والے اللہ اللہ کر کے سو   شاید اُٹھے نہ اُٹھے تو صُبح کو
او غافل اللہ ہی اللہ بول
ایہہ ساہ انمول مُوتی ناں گھٹے وچ رول

اللہ ربّ العالمین، خالقِ دوجہان جل شانہٗ کا قرآن کریم میں

ذِکر فرمانِ اقدس ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا
(پ ۲۲ - ع ۳)

اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کیا کرو اور صبح و شام اُس کی تسبیح کرتے رہو۔

ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ
(پ ۳ - ع ۱۲)

اور اپنے رب کو کثرت سے یاد کرو اور صبح و شام اُس کی تسبیح کیا کرو

او غافل اللہ ہی اللہ بول

ارشادِ خداوندی ہوتا ہے:

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (پ ۲۸ - ع ۱۲)

اور اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرو تاکہ تم فلاح پاؤ

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ (پ ۵، ع ۱۲)

جب تم نماز پوری کر لو تو اللہ کا ذکر کرو۔

او غافل اللہ ہی اللہ بول

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (پ ۲۸ ع ۱۲)

اے ایمان والو! تمہیں تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دے اور جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارے والے ہوں گے۔

ایک اور مقام پر ارشادِ خداوندی ہوتا ہے:

فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (پ ۲۳ - ع ۱۷)

پس اُن لوگوں کے لیے ہلاکت ہے، جن کے اللہ کے ذکر سے متاثر نہیں، یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

او غافل اللہ ہی اللہ بول

Scanned with CamScanner

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ (پ ٢٥ - ع ١٠)

جو شخص رحمٰن کے ذکر سے منہ پھیرتا ہے، ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں، پس وہ اُس کے ساتھ رہتا ہے۔

وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۝ (پ ٢٩ - ع ١١)

اور جو اپنے رب سے رُوگردانی کرے، اللہ اُس کو سخت عذاب میں ڈالے گا

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۝ (پ ١٦ - ع ١٦)

اور جو ہمارے ذکر سے منہ موڑے، اُس کے لیے تنگ زندگانی ہے اور روزِ حشر ہم اس کو اندھا اٹھائیں گے۔

سامعینِ محترم! ذکرِ خدا کرنے والا پُرسکون ہے، شاد ہے، آباد ہے اور ذکرِ خدا سے غافل، پریشان اور برباد ہے۔

او غافل اللہ ہی اللہ بول

یاد کروں

ذکر کرنے سے بندہ کو اطمینانِ قلب اور مالک کے دربار کی حضوری حاصل ہو جاتی ہے اور اتنی قربت نصیب ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی اس کا ذکر فرماتا ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۝ (پ ٢ - ع ٢)

پس تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں اور میرا شکر کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔

قربت

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ وَاَنَا مَعَهٗ اِذَا ذَكَرَنِيْ فَاِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِيْ نَفْسِيْ وَاِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ مَلَاٍ ذَكَرْتُهٗ فِيْ مَلَاٍ خَيْرٍ مِّنْهُمْ (مسلم، بخاری، مشکوٰۃ شریف ص ١٩٦)

میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوتا ہوں جو وہ مجھ سے رکھے۔ جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اُس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اگر بندہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے، تو میں بھی اُسے ایسے ہی یاد کرتا ہوں۔ اگر وہ مجھے محفل میں یاد کرتا ہے، تو میں بھی اُس سے بہتر محفل میں اُسے یاد کرتا ہوں۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ اَنَا مَعَ عَبْدِيْ اِذَا ذَكَرَنِيْ وَتَحَرَّكَتْ شَفَتَاهُ (بخاری، مشکوٰۃ ص ١٩٩)

میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے اور میرے ذکر سے اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہیں۔

او غافل اللہ ہی اللہ بول

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشادِ مبارک ہے:

"جو ایک نیکی کرے، تو میں اسے دس گنا ثواب دیتا ہوں اور جو ایک گناہ کرے، تو ایک بُرائی کا بدلہ اس کے برابر ہے یا اُسے بخش دیتا ہوں۔"

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّيْ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّيْ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا وَاِنْ اَتَانِيْ يَمْشِيْ اَتَيْتُهٗ هَرْوَلَةً (مسلم، مشکوٰۃ ص ١٩٦)

جو میرے قریب ایک بالشت ہوتا ہے، تو میں ایک گز اُس کے قریب ہوتا ہوں اور جو میرے قریب ایک گز ہوتا ہے تو میں اس کے ایک میل قریب ہو جاتا ہوں، جو میرے پاس چل کر آتا ہے، تو میں اُس کی طرف دوڑتا ہوں۔

سامعینِ محترم! ذکر کی برکت سے بندہ اللہ کے قریب ہو جاتا ہے، پھر رب تعالیٰ فرماتا ہے: اے بندے! تُو مجھے یاد کر، میں تجھے یاد کروں ——— تُو مجھے اطاعت سے یاد کر، میں تجھے نعمت سے یاد کروں ——— تو مجھے دُعا سے یاد کر، میں تجھے لُطف و عطا سے یاد کروں ——— تُو مجھے زاری سے یاد کر، مَیں تجھے غفاری سے یاد کروں ——— تُو مجھے عجز و نیاز سے یاد کر، مَیں تجھے بے انداز رحم و پیار سے یاد کروں ——— تُو مجھے زمین پر یاد کر، میں تمہیں آسمانوں میں یاد کروں ——— تُو مجھے فرش پر یاد کر، میں تجھے عرش پر یاد کروں ——— تُو مجھے انسانوں میں یاد کر، میں تجھے فرشتوں میں یاد کروں ——— تُو مجھے دُنیا میں یاد کر، میں تجھے آخرت میں یاد کروں ——— تُو مجھے اس جہاں میں یاد کر، میں تجھے وہاں قبر و حشر میں یاد کروں ——— تُو کہہ مولا کریم! میں گناہ گار سیاہ کار ہوں، مَیں کہوں میرے بندے! میں ستار غفار ہوں ——— تُو کہہ اے میرے اللہ، مَیں کہوں کہہ اے میرے بندے کیا چاہتا ہے؟ ——— تُو مجھے مکان میں یاد کر، مَیں تجھے لامکان میں یاد کروں۔

او غافل اللہ ہی اللہ بول

سُلطان العارفین

حضرت سُلطان العارفین سُلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ج: جو دم غافل سو دم کافر، ساڈوں مرشد ایہہ پڑھایا ہُو
سُنیا سخن گیاں کھُل اکھیں اساں چِت مولا ول چایا ہُو
کیتی جان حوالے رب دے اساں ایسا عشق کمایا ہُو
مَرن توں پہلاں مر گئے باہُوؒ تاں مطلب نوں پایا ہُو

"مجھے میرے مُرشدِ کامل نے یہ سبق دیا جو دم غافل سو دم کافر یعنی جو دم ذکرِ الٰہی سے غافل ہے، وہ دم بوجہ ترک ذِکر کے کافر ہے، یعنی وہ دم (سانس) اُس کی ناشکری

میں گزر رہا ہے، اس لیے کہ اللہ رب العالمین کا ارشادِ گرامی ہے:

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۝

تم میرا ذکر کرو، میں تمہارا ذکر کروں، میرا شکریہ ادا کرو اور ناشکری نہ کرو

جو دم غافل سو دم کافر، ساڈوں مرشد ایہہ پڑھایا ہُو

حضرت سُلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے مُرشدِ باصفا سے یہ فرمان سُنا، تو میری آنکھیں خوابِ غفلت سے بیدار ہوگئیں۔ "تے میں چِت مولا وَل لایا ہو" یعنی میں اپنے قلب و ذہن کو مکمل طور پر اپنے خالق و مالک کے ذکر کی طرف لگا لیا، اور اس راہِ عشق میں ایسا عشقِ حقیقی کمایا کہ میں نے اپنی جان اپنے مالکِ حقیقی کے حوالے کر دی، اور مرنے سے پہلے مر گئے مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کی تفسیر بن کر اپنے مطلب یعنی معرفتِ ربانی کو پا گئے۔"

او غافل اللہ ہی اللہ بول

عارف باللہ

شیخ کبیر عارف باللہ ابو سعید خزار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی بندے کا کفیل و متولی بننا چاہتا ہے تو اس پر اپنے ذکر کا دروازہ کھول دیتا ہے اور جب وہ ذکر سے لذّت پانے لگتا ہے۔ تو پھر اس پر اپنے قرب کے دروازے کھول دیتا ہے۔ یہاں تک کہ پھر اُسے مجلسِ اُنس کی طرف اٹھا کر اپنا قربِ خاص عنایت فرماتا ہے۔ پھر اپنے اور اُس کے درمیان سے حجاب اٹھا دیتا ہے۔ پھر جب اس کی نگاہ جلال و عظمت کو دیکھتی ہے تو اُس کو فنا فی اللہ کا مقام حاصل ہو جاتا ہے اور اُس کو نفسِ امارہ کی فریب کاریوں سے مکمل نجات حاصل ہو جاتی ہے۔ (روض الریاحین جلد اوّل)

او غافل اللہ ہی اللہ بول

دلوں کا صیقل

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا:

لِكُلِّ شَيْءٍ صِقَالَةٌ وَصِقَالَةُ	ہر چیز کے لیے کوئی صیقل ہے اور
الْقُلُوْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ (بیہقی، مشکوٰۃ صـ١٩٩)	دلوں کا صیقل اللہ کا ذکر ہے۔

او غافل اللہ ہی اللہ بول

حضرت ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

مَثَلُ الَّذِيْ يَذْكُرُ رَبَّهٗ	جو رب کا ذکر کرے اور نہ کرے،
وَالَّذِيْ لَا يَذْكُرُ مَثَلُ الْحَيِّ	اُس کی مثال زندہ و مردہ کی
وَالْمَيِّتِ (مسلم، بخاری، مشکوٰۃ ج ۲ صـ٩٤٨)	سی ہے۔

مسلم شریف میں ہے جو گھر اللہ تعالیٰ کے ذکر سے آباد ہے، وہ زندہ ہے اور جو گھر اُس کے ذکر سے خالی ہے، وہ مُردہ ہے، گھر سے مراد مومن کا دل ہے۔ خوش بخت ہے وہ جس نے اس کو آباد کر رکھا ہے ؎

آباد ہے وہ دل جس میں تمہاری یاد ہے
جو یاد سے غافل ہوا ویران ہے برباد ہے

او غافل اللہ ہی اللہ بول

بہتر عمل

حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا،

اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ اَعْمَالِكُمْ	کیا میں تمہیں ایسے اچھے اعمال کی خبر نہ دوں؟
وَاَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيْكِكُمْ وَاَرْفَعِهَا	جو تمہارے رب کے نزدیک بہت پاکیزہ
فِيْ دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ	ہیں اور وہ تمہارے درجات کو بلند کریں،
اِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ وَ	تمہارے سونا چاندی کے خیرات کرنے سے
خَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ	بہتر ہوں۔ تمہارا دشمنوں سے جہاد کرنا،
فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوْا	اُن کی گردنیں مارنے یا وہ تمہاری گردنیں

اَعْنَاقَكُمْ۔	ماریں، اس سے بھی بہتر ہوں۔

اس پر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا آپ ارشاد فرمائیں،

قَالُوْا بَلٰى، قَالَ ذِكْرُ اللّٰهِ۔	عرض کیا ہاں! فرمایا ذکر اللہ کا
(ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ صـ١٩٨)	ذکر ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن بُسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا،

اَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ؟	لوگوں میں سے اچھا شخص کون ہے؟

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

فَقَالَ طُوْبٰى لِمَنْ طَالَ	پس فرمایا خوش بختی ہے ان کو، جن کی
عُمْرُهٗ وَحَسُنَ عَمَلُهٗ۔	عمر لمبی ہو اور اعمال اچھے ہوں۔

اس پر اعرابی نے عرض کیا،

قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!
وَسَلَّمَ اَيُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ۔	کون سا عمل افضل ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

قَالَ اَنْ تُفَارِقَ الدُّنْيَا وَ	فرمایا کہ تُو دنیا کو اس حال میں
لِسَانُكَ رَطْبٌ مِّنْ ذِكْرِ	چھوڑے، جبکہ تیری زبان اللہ
اللّٰهِ۔ (ترمذی، مشکوٰۃ صـ١٩٨)	کے ذکر سے تر ہو۔

تر لکڑی کو آگ نہیں جلاتی، اللہ کے ذکر سے تر زبان کو دوزخ کی آگ نہ جلا سکے گی۔

او غافل اللہ ہی اللہ بول

جنّت کے باغات

سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

Scanned with CamScanner

اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا قَالُوْا وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ قَالَ حِلَقُ الذِّكْرِ۔

جب تم جنّت کی کیاریوں میں سے گزرو تو اس میں سے کچھ لے لیا کرو۔ عرض کیا گیا، جنّت کی کیاریاں کیا ہیں؟ فرمایا ذکر کے حلقے۔

(ترمذی، مشکوٰۃ ص ۱۹۹)

او غافل اللہ ہی اللہ بول

نُور ہی نُور

حضور تاجدارِ انبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشادِ گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے دنیا میں تین چیزوں سے محبت ہے،

لِسَانٌ ذَاكِرٌ وَّقَلْبٌ شَاكِرٌ وَّجَسَدٌ عَلَى الْبَلَاءِ صَابِرٌ۔

ذکر کرنے والی زبان شکر کرنے والا دل، اور بلاؤں پر صبر کرنے والا جسم۔

نزھۃ المجالس ج ۱، ص ۴۹)

حضور سُلطانِ مدینہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم شبِ معراج ایک شخص کے پاس سے گزرے جو اللہ کے عرش کے پاس نُور میں چُھپا ہوا تھا۔ سُلطانِ مدینہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کیا یہ فرشتہ ہے؟ عرض کیا گیا نہیں۔ پھر ارشاد فرمایا، کیا یہ کوئی نبی ہے؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا نہیں؟ فرمایا: پھر یہ کون ہے؟ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

هٰذَا رَجُلٌ كَانَ فِي الدُّنْيَا لِسَانُهٗ رَطْبٌ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَقَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ۔

یہ وہ آدمی ہے دنیا میں جس کی زبان اللہ کے ذکر سے تر رہتی تھی اور اس کا دل مسجدوں میں معلّق رہتا تھا۔

نزھۃ المجالس ج ۱ ص ۴۹ الترغیب والترھیب ج ۲ ص ۲۹۵)

جنّت کی رفاقت

حضرت عبداللہ بن زید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے مسلسل تین رات بارگاہِ خداوندی میں التجا کی

کہ اے میرے اللہ! میں اپنے جنت کے ساتھی کو دیکھنا چاہتا ہوں —— ہاتفِ غیبی سے آواز آئی کہ جنّت میں تمہاری ساتھی میمونہ ہوگی جو کہ کوفہ میں ہے — حضرت عبداللہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں میمونہ کو ملنے کے لیے کوفہ پہنچا تو لوگوں نے بتایا کہ میمونہ جنگل میں بکریاں چرایا کرتی ہے —— چنانچہ میں جنگل میں پہنچا تو ایک عجیب منظر دیکھا —— میمونہ ایک درخت کے نیچے نماز پڑھ رہی تھی اور اُس کی بکریاں جنگل میں چر رہی ہیں اور بھیڑیے اُن کی رکھوالی کر رہے ہیں —— میں میمونہ ولیہ کے قریب بیٹھ گیا — جب وہ نماز سے فارغ ہوئیں، تو میں نے انہیں سلام کیا —— تو میمونہ نے کہا اے عبداللہ! ہماری تمہاری ملاقات جنّت میں ہوگی، یہاں نہیں —— میں نے پوچھا: اے میمونہ! میرا نام تمہیں کس نے بتایا —— ؟ تو میمونہ نے کہا: جس نے تمہیں ہمارا پتہ بتایا —— پھر حضرت عبداللہ نے کہا، بھیڑیے اور بکریوں کی صُلح کب سے ہوئی ہے —— ؟ تو میمونہ نے کہا، جب سے ہم نے اپنے اللہ سے صلح کر لی ہے، ہماری بکریوں نے بھی بھیڑیوں سے صُلح کر لی ہے۔ (روض الفائق ص ۷۳)

حاضر ہوں

سیّدنا جبرائیل علیہ السلام مقامِ سدرہ پر جلوہ گر تھے کہ اچانک بارگاہِ خداوندی سے صدا آئی:

لَبَّيْكَ يَا عَبْدِيْ۔

اے میرے بندے میں حاضر ہوں

حضرت شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ منطق الطیر میں اس کی ترجمانی اس طرح کرتے ہیں:

یک شبے جبریل اندر سدرہ بُود
نیک لبیک زِ حضرت می شنود

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آواز سُنی تو خیال آیا کہ کتنا خوش بخت ہے وہ شخص جس کو مالک الملک یہ آواز دے رہا ہے — یہ خیال آنا تھا کہ اس نیک بخت کی زیارت کا شوق دل میں اُٹھا۔ سدرہ سے پرواز کی، بیت اللہ شریف میں پہنچے، مساجد میں دیکھا، بیت المقدس

میں تلاش کیا، مگر اس بندے کو کہیں بھی نہ پایا۔ اللہ ربّ العزّت نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا، اے جبریل! جس میرے بندے کو تو مسجدوں اور مقدس مقامات پر تلاش کر رہا ہے وہ تجھے وہاں نہیں ملے گا ——— مولا کریم! پھر تو ارشاد فرما کہ وہ تیرا خاص بندہ کہاں ہے؟ جسے تو نے لَبَّیْکَ یَا عَبْدِیْ فرمایا ہے ——— فرمایا، جبرائیل! اگر تو میرے اُس بندے کو دیکھنا چاہتا ہے، تو ہندوستان کے فلاں بُت خانہ میں دیکھ سکتا ہے۔ عرض کیا، اے میرے مولا! بُت خانہ میں تیرے بندے کا کیا کام؟ ——— فرمایا اے جبرائیل! وہ بُت پرست تھا، اُس نے بُت کے آگے سر جھکا کر لا تعداد مرتبہ اس سے فریاد کی مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ پتھر کب بول سکتا تھا۔ آخر اُس کی زبان سے یہ نکلا: یَا صَمَدِیْ۔ تو میں نے اس کے جواب میں فرمایا، لَبَّیْکَ یَا عَبْدِیْ۔

گر از درگہِ ما شود نیز رد
پس آنکہ چہ فرق صنم تا صمد

اے جبریلِ امین! وہ شخص اگر ہمارے دروازۂ اقدس سے بھی مایوس لوٹتا،
تو ہم میں اور بت میں کیا فرق ہوتا۔

سامعینِ محترم! جو شخص اللہ کو یاد کرتا ہے، اللہ بھی اُسے یاد کرتا ہے اور اُس کی مُراد کو پورا فرماتا ہے۔

عاشقِ یوسف

حضرت زلیخا رضی اللہ عنہا کو حضرت یوسف علیہ السلام سے محبت تھی، مگر وہ پرستش ایک بُت کی کیا کرتی تھی۔ حُبِ یوسف میں اُس نے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر دیا تھا۔ پھر نہ تخت رہا نہ تاج رہا۔ محبتِ یوسف نے اُسے فقیرِ بے نوا بنا دیا تھا۔ وہ دن رات اپنے گھر میں بُت کے سامنے سجدہ ریز ہوتی، اسے پکارتی، اس کے آگے فریاد کرتی: اے میرے اللہ! اے میرے بُت! مجھے میرے یوسف سے ملا۔ اس کا رونا دھونا دیکھ کر

جبرائیل علیہ السلام نے ترس کھا کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کی: اے اللہ! اس عورت نے تیرے پیارے نبی کی محبت میں سب کچھ قربان کر دیا ہے۔ مولا کریم! تو اسے یوسف کا لقا عطا فرما دے۔ بارگاہِ خداوندی سے آواز آئی اس کی ملاقات یوسف سے کیسے ہو سکتی ہے؟ محبت تو میرے نبی سے کرتی ہے، مگر پوجا کرتی ہے پتھر کی۔

جناب زلیخا جنگل کے ویرانہ میں ایک جھونپڑی میں مدت دراز تک اپنے بُت سے فریاد کرتی رہی، مگر گوہرِ مُراد حاصل نہ ہوا۔ آخر ایک روز غصہ میں آگئی اور بُت کو توڑ ڈالا اور اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو کر عرض کرنے لگی: اے خالقِ یوسف! تو ہی سچا ہے، تیری ہی بارگاہ سے دُکھیوں کے دُکھ دُور ہو جاتے ہیں ——— تو ہی دُعاؤں کو قبول کرنے والا ہے ——— تیرا ہی در بے کسوں کا سہارا ہے ——— تیری ہی رحمت اُجڑے ہوئے چمن میں بہار لا سکتی ہے ——— تیرے ہی آستانِ کرم سے میری بگڑی بن سکتی ہے ——— مولا! تجھے تیری شانِ رحمت کا واسطہ دیتی ہوں میرے یوسف کو ملا دے۔

اِدھر زلیخا نے بارگاہِ احدیت میں فریاد لگائی ———
اُدھر یوسف کی سواری زلیخا کی کُٹیا پر آئی۔

حضرت جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا حکم لے کر آ گئے۔ اے یوسف! آج جنابِ زلیخا کو دیدار کرائے بغیر نہ جانا۔

مجلسِ ذکر

مُسلم اور بخاری شریف میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الْمَلٰٓئِکَۃَ یَطُوْفُوْنَ فِی الطُّرُقِ یَلْتَمِسُوْنَ مَجَالِسَ الذِّکْرِ۔ (بخاری ص ۹۴۸ ج ۲)

تحقیق ملائکہ کرام جگہ جگہ مجالسِ ذکر کی تلاش کرتے ہیں۔

پھر جہاں کہیں ذکر کی مجلس پاتے ہیں تو دوسرے فرشتوں کو بھی بُلا لیتے ہیں کہ اے فرشتو! ادھر آؤ یہاں تمہارا مقصود موجود ہے۔ پھر وہ سب کے سب زمین سے آسمان تک جمع ہو کر اپنے پروں سے اس مجلس پر سایہ کر دیتے ہیں۔ پھر آخر تک اس مجلس کو گھیرے ہیں لے لیتے ہیں اور ذکرِ الٰہی سنتے ہیں۔ پھر جب مجلس اختتام پذیر ہوتی ہے تو آسمان کی طرف چلے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ارشاد ہوتا ہے کہ اے فرشتو! بتاؤ کہاں سے آئے ہو؟ ملائکہ عرض کرتے ہیں اے اللہ! تیرے بندوں کے پاس سے آئے ہیں جو زمین پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے کیا کر رہے تھے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں وہ تیری یاد میں مشغول تھے۔ تیری خوبیاں بیان کر رہے تھے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انہوں نے ہمیں دیکھا ہے جو ہماری تعریف کر رہے ہیں۔ فرشتے عرض کرتے ہیں: مولا کریم! انہوں نے تجھے نہیں دیکھا۔ شاعر اس مقام پر کہتا ہے ؎

اَن ڈٹھیاں جسدی تا ہنگ دِلاں نوں اتے بن ملیوں جیہدی یاری
بن زلفوں جیہڑا قیدی دو جگ، بن نیناں مست خماری
بن ہجروں جیہدی یاد ستاوے، بن صورت خلق پکھاری
اعظم اُس دی حمد کی لکھاں، میری حمد اوہدے کس کاری

اللہ تبارک و تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو پھر اُن کا کیا حال ہو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: پھر تو وہ اور بھی زیادہ تجھے یاد کریں ــــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے فرشتو گواہ ہو جاؤ اِنِّیْ غَفَرْتُ لَهُمْ (مسلم، بخاری ج ۳ ص ۱۱۱، ترمذی مشکوٰۃ ص ۱۹۷) کہ میں نے انہیں بخش دیا ایک فرشتے نے عرض کی اے اللہ! ان مجلسِ ذکر میں بیٹھنے والوں کے پاس سے ایک شخص اِدھر سے گزرتا ہوا اُن کے پاس بیٹھ گیا جو کہ بڑا گنہگار تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اسے بھی بخش دیا اس لیے کہ لَا یَشْقٰی لَهُمْ جَلِیْسُهُمْ اُن کی مجلس میں بیٹھنے والا بدبخت نہیں ہو سکتا

او غافل اللہ ہی اللہ بول

اللہ ہو ـــــ اللہ ہو ـــــ اللہ ہو ـــــ اللہ ہو

وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ۝

کلیدِ جنّت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ۝ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ۝ صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلٰنَا الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْكَرِیْمُ الْاَمِیْنُ ۝

خودی کا سرِّ نہاں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه
خودی ہے تیغ فساں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه
یہ دَور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه
کیا ہے تو نے متاعِ غرور کا سودا
فریبِ سود و زیاں، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه
یہ مال و دولتِ دُنیا، یہ رشتہ و پیوند
بُتانِ وہم و گماں، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه
فرد ہوئی ہے زمان و مکاں کی زنّاری
نہ ہے زمان و مکاں، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه
اگرچہ بُت ہے جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکمِ اذاں، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه

سامعین حضرات! آپ کو بخوبی اس بات کا علم ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ آسمان کو اس کے لیے چھت اور زمین کو اس کے لیے بچھونا بنا دیا۔ پھر آسمان سے بارانِ رحمت کو نازل فرما کر زمین سے طرح طرح کے پھل اور میوہ جات کو اس کے لیے پیدا فرمایا۔ دن کو اُس کے کاروبار کے لیے روشن کیا اور رات کو اُس کے آرام کے لیے پیدا کیا۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ کی کس کس نعمت کا شمار کیا جائے ــــ قدم قدم پر اُس کی نوازشات کی برسات ہو رہی ہے۔ بندے کی ہر حرکت، ہر جنبش اُس کے ہی کرم کا ظہور ہے ؎

تیرے کرم سے بے نیاز کونسی شے ملی نہیں
جھولی ہی میری تنگ ہے تیرے یہاں کمی نہیں

دینے والے کی عطا بہت بڑی ہے، مگر مانگنے والے کا ہی دامن چھوٹا ہے۔ عطا فرمانے والے مولا کریم کی بخشش بے حساب ہے ــــ مگر سوالی کا کشکول چھوٹا ہے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ عنایاتِ خداوندی کا تذکرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"انسان اپنے وجود پر ہی غور کرے تو اس میں اُسے ایک مکمل جہان آباد نظر آتا ہے"
پھر فرمایا "مملکتِ وجود پر غور کیا جائے، تو زبان انسان کے پورے وجود کی ترجمان ہے۔"

زبان کو قوتِ گویائی عطا فرما کر اللہ تعالیٰ نے بندے کو ایک اعلیٰ نعمت سے نوازا ہے اس کی قدر پوچھنی ہو تو کسی گونگے سے پوچھو ــــ زبان سے بندے کے احساسات، کیفیات اور جذبات کا علم ہوتا ہے ــــ زبان ہی سے اس کی حالت اور کیفیت کا پتہ چلتا ہے ــــ زبان ہی سے بندے کے عالم یا جاہل ہونے کا علم ہوتا ہے۔ اس کے ذریعہ سے بندہ خوشی اور غمی کا اظہار کرتا ہے ــــ اس سے سُکھ دُکھ کا ظہور ہوتا ہے ــــ اسی سے ہی کشت و خون کا بازار گرم

ہونے کی ابتدا ہوتی ہے ــــ اس سے ہی اُنس و محبت کا راستہ استوار ہوتا ہے۔ اس سے ہی مالک المُلک کی توحید اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کر کے بندہ مسلمان ہو جاتا ہے ــــ اس زبان کے سنور جانے سے بندہ اپنے مالکِ حقیقی کا قُرب اور حضوری حاصل کر سکتا ہے ــــ اور اس کے بگڑ جانے سے بندہ تباہ و برباد ہو جاتا ہے ــــ اللہ رب العزت نے ہمیں متعدد بار اس زبان کو درست رکھنے کا حکم فرمایا ہے۔ قرآنِ حکیم میں ارشادِ خداوندی ہوتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ۝ (پ ۲۲ - ع ۶)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہمیشہ سیدھی بات کہا کرو، وہ تمہارے اعمال سنوار دے گا، وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو شخص اللہ اور اُس کے رسول کی فرمانبرداری کرے، تو بے شک بڑی مُراد پائے گا۔

اللہ رب العزت نے اس آیہ مقدسہ میں زبان کے درست استعمال کرنے کی ترغیب اور اس کے فوائد بیان فرمائے ہیں کہ سیدھی بات کہو ــــ کھری بات کرو ــــ سچی ــــ سُچی بات کہو ــــ پاکیزہ گفتگو کرو ــــ ستھری بات کہو ــــ عُمدہ کلام کرو ــــ میٹھا بول بولو ــــ اس حُسنِ گفتگو کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو سنوار دے گا ــــ تمہیں بخش دے گا ــــ جب تم اپنی زبان کو اپنے قول و عمل کو خدا اور اس کے محبوبِ مکرم رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق کر دو گے تو سمجھ لو تمہیں فلاحِ دارین حاصل ہو گئی۔

سامعین محترم! مومن کی زبان کو پاک اور مطہر ہونا چاہیے ــــ اس لیے کہ اس کا خالق و مالک اللہ رب العالمین ــــ پاک ہے ــــ اس کا نبی ــــ پاک

Scanned with CamScanner

ہے ـــــ اُس کا دین ـــــ پاک ہے ـــــ اُس کی کتاب قرآن ـــــ پاک ہے تو مومن کی زبان پاک ہونی چاہیے ـــــ جھوٹ، غیبت، گالی، بُرے کلمات، بُری بات سے مومن کو مکمل طور پر بچنا چاہیے۔ مومن کے دل میں یادِ خدا اور زبان پر تعریفِ مصطفےٰ اور آنکھوں میں جلوۂ کبریا رہو۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے زبان کو اس لیے بنایا ہے کہ یہ اللہ کے رسول کی تعریف کرتی رہے اور دل یادِ خدا اور ذکرِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے مسرور رہے اور آنکھیں جلوۂ محبوب کی زیارت کرتی رہیں۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

دل یا دلئی بنایا اے، تعریف لئی زبان
اکھیاں بنائیاں سوہنے دے دیدار واسطے

مومن کی زبان پر کئی اچھے اچھے تذکرے ہوتے ہیں ـــــ کبھی تلاوت ـــــ کبھی نعت ـــــ کبھی ذکر ـــــ کبھی فکر ـــــ ان تمام کلمات میں ایک ایسا کلمہ ہے، جو مومن کو اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے ـــــ وہ ہے کلمہ طیبہ:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

یہ وہ عظیم کلمہ ہے جس کو پڑھے اور تسلیم کیے بغیر بندہ مسلمان نہیں ہو سکتا، جس کے پڑھے بغیر کوئی عمل بارگاہ خداوندی میں قبول نہیں ہوتا۔ یہ وہ کلمہ ہے جس کے پڑھنے سے زندگی میں ایک عظیم انقلاب برپا ہو جاتا ہے۔ یہ کلمہ کافر کو مسلمان کر دیتا ہے۔ ناپاک کو پاک کر دیتا ہے ـــــ جو اللہ کے عذاب کا مستحق ہو اسے رحمت کا سزاوار کر دیتا ہے ـــــ جہنمی کو جنتی بنا دیتا ہے ـــــ مردود کو مقبول بارگاہ کر دیتا ہے۔ سلطان العارفین حضرت سُلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کلمے کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

کلمے نال میں نہاتی دھوتی، کلمے نال ویاہی ہُو
کلمے نے میرا پڑھیا جنازہ، کلمے گور سُہائی ہو

کلمے نال بہشتیں جاناں، کلمہ کرکے صفائی ہُو
ٹرُن محال تنہاں نوں باہُوؒ جنہاں صاحب آپ بُلائی ہُو

سامعینِ محترم! اگر کوئی کافر و مشرک اپنے اوپر جتنا چاہے پانی بہالے، پاک و طاہر نہیں ہو سکتا ـــــ چاہے نہر میں ـــــ دریا میں ـــــ حتیٰ کہ سمندر میں غوطے لگالے ـــــ جتنا ہو سکے صابن استعمال کرلے ـــــ خوشبوئیں لگالے مگر پاک نہیں ہو سکتا ـــــ اللہ تعالیٰ اگر توفیق دے دے اور وہ صدق دل سے ایک مرتبہ کلمہ شریف پڑھ لے تو جسے سمندر کے کئی غوطے پاک نہیں کر سکے، کلمہ طیبہ کی برکت سے پاک ہو گیا۔

کلمے کی بدولت نکاح کی خوشیاں حاصل ہوئیں۔ حلال اولاد میسر آئی۔ اور اس کی عنایت تھی کہ مرنے کے بعد لوگ اس کو غسل اور کفن دیتے ہیں اور اس کا جنازہ پڑھ کر عزت سے قبر میں اتارتے ہیں۔ اسی کلمہ کے طفیل دُنیا و آخرت کی طہارت اور جنت نصیب ہو گئی ؎

ایہہ کلمے دے راز نیارے، اس ڈُبدے بیڑے تارے
سانوں دسیا نبی پیارے، پڑھ لاالٰہ الا اللہ

شجرِ طیبہ

قرآن کریم میں اللہ رب العالمین، احکم الحاکمین جلّ شانہٗ کا ارشادِ گرامی ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِى السَّمَآءِ
(پ ۱۳ - ع ۱۶)

کیا آپ نے مُلاحظہ نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی عمدہ مثال بیان فرمائی ہے کہ کلمہ طیبہ پاکیزہ درخت کی طرح ہے جس کی جڑیں مضبوط اور شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں۔

سامعین محترم! ایک اچھے درخت کی پہچان یہ ہوتی ہے کہ اُس کی جڑیں مضبوط ہوں اور شاخیں بلند اور پھل اچھا اور تیز سے تیز ہوا بھی اُسے نہ گرا نہ سکے۔

اللہ ربّ العزّت نے کلمہ طیّبہ کی مثال ایک ایسے پاکیزہ درخت سے دی ہے جس کی مضبوط، شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہوں۔ کلمہ طیّبہ بھی ایک مقدّس درخت ہے جس کی جڑیں مومن کے قلب میں مضبوطی سے لگی ہوئی ہیں جنہیں کوئی اکھیڑ نہیں سکتا اور اُس کی شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں۔ یعنی قلب میں شجرِ ایمان لگا ہوا ہے اور اس کلمہ کی برکت سے مومن کے نیک اعمال آسمان تک پہنچ جاتے ہیں۔ اچھے درخت کی ایک یہ بھی پہچان ہے کہ اُس کا پھل اچھا اور عمدہ ہو ——— شجرِ ایمان ایسا ذیشان ہے کہ دوسرے درختوں پر سال میں ایک مرتبہ پھل لگتا ہے اور وہ بھی کبھی تھوڑا، کبھی زیادہ ہوتا ہے؛ مگر شجرِ ایمان پر سارا سال پھل لگا رہتا ہے، اس پر بہار ہی بہار رہتی ہے — یہ شجر کبھی پھل سے خالی نہیں ہوتا۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے ؎

یہ نغمہ فصلِ گُل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کے پھل کا تذکرہ اس طرح فرمایا ہے:

تُؤْتِیْٓ اُکُلَهَا کُلَّ حِیْنٍ	وہ دے رہا ہے اپنا پھل ہر وقت اپنے
بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَیَضْرِبُ اللّٰهُ	رب کے حکم سے اور بیان فرماتا ہے اللہ
الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ	تعالیٰ مثالیں لوگوں کے لیے تاکہ وہ خوب
یَتَذَكَّرُوْنَ ۝ (پ ۱۳، ع ۱۶)	ذہن نشین کرلیں۔

دوسرے درختوں کا پھل تو آپ دیکھتے رہتے ہیں۔ اپنے شجرِ ایمان کے پھل کا بھی نظارہ کریں۔ اس کا پہلا پھل یہ ہے کہ بندہ کو دولتِ ایمان نصیب ہوتی ہے جو ہمہ وقت اس کو فیض پہنچ رہا ہے۔ اس کلمہ طیّبہ کے مقدّس درخت کے قلب میں لگ جانے

سے مومن کے دل میں یادِ خدا اور حُبِّ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پیدا ہو جاتی ہے —

اس شجرِ طیّبہ کی برکت اور دوسرا پھل یہ ہے کہ کبھی مومن سجدہ ریزی کا لطف حاصل کرتا ہے، کبھی ذکر، کبھی فکر، کبھی تلاوت، عبادت اور ریاضت کی لذّتیں ملتی ہیں، کبھی نامِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم لے کر اپنے منہ کو میٹھا کرتا ہے ——— یہ تو دنیا کی برکات تھی۔ خدا کی قسم یہ مقدّس کلمہ کا درخت ہے، جس کا پھل قبر میں اور حشر میں ملے گا —

سلطان العارفین حضرت سُلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے اس فیضان کلمہ کو یوں بیان فرمایا ہے ؎

الف: اللہ چنبے دی بُوٹی مُرشد مَن میرے وِچ لائی ہُو
نفی اثبات دا پانی مِلیا ہر رگِ ہر جائی ہُو
اندر بُوٹی مُشک مچایا جاں پھُلّن تے آئی ہُو
جیوے مُرشد کامل باہوؔ، جیں ایہہ بُوٹی لائی ہُو

اسم اللہ جو کہ چنبے کی بُوٹی کی طرح مہک رہا ہے۔ میرے مرشد کامل نے اس شجرِ معرفت کو میرے من میں بو کر نفی اثبات یعنی کلمہ طیّبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ سے آبیاری فرمائی۔ عرفان ذاتِ حق نے میرے قلب و جان کو معطّر کر دیا۔ اے باہوؔ! تیرے مُرشدِ کامل کو اللہ تعالیٰ سلامت رکھے جس نے تیرے من میں اسمِ ذات کا یہ پودا کاشت کیا۔

درجات

کلمہ طیّبہ کی مثال اس پاکیزہ درخت کی ہے جس کی جڑیں مضبوط اور شاخیں آسمان میں ہیں۔

كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ

اس آیت کے تحت صاحبِ تفسیر ابنِ کثیر روایت نقل کرتے ہیں کہ کسی شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلّی اللہ علیک وسلّم! مالدار لوگ درجات میں بڑھ گئے ہیں؟

Scanned with CamScanner

(یعنی وہ زکوٰۃ وصدقات کرتے ہیں جو غریب نہیں کرسکتے) یہ سن کر حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص سامان کو اوپر نیچے رکھتا چلا جائے تو کیا وہ آسمان تک پہنچ جائے گا؟ کیا تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جس کی جڑ مضبوط اور شاخیں آسمان میں ہیں۔ اس نے عرض کیا وہ کیا ہے؟ فرمایا:

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ

ہر نماز کے بعد دس دس مرتبہ کہہ لیا کرو۔

اس فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوا کہ مالداروں کا مال انہیں اس درجہ پر نہیں پہنچا سکتا جہاں کلمہ طیبہ اپنے پڑھنے والوں کو پہنچا دیتا ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

دم دم نال ذکر کراں میں تیریاں شاناں دا
تیرے نام توں وار دیواں جتنی میری عمر ہووے

کلمہ طیبہ کی برکت سے بندے کو مالکِ عرش اللہ رب العالمین جل وعلا کے در کی قربت اور حضوری نصیب ہو جاتی ہے۔ بندے کو مال وہ عزت نہیں دے سکتا۔ جو کلمہ طیبہ سے مومن کو نصیب ہو جاتی ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ط اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ۔ (پ ۲۲، ع ۱۴)

جو عزت کا طلبگار ہو تو ساری عزتیں اللہ کے پاس ہیں اسی کی طرف سے چڑھتا ہے پاکیزہ کلام اور نیکی، عمل پاکیزہ کلام کو بلند کرتا ہے۔

صاحب تفسیر ابن کثیر زیر آیت روایت نقل کرتے ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کوئی مسلمان یہ کہتا ہے: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ تَبَارَكَ اللّٰهُ۔

تو ان جملوں کو ایک فرشتہ اپنے پروں کے نیچے محفوظ کر لیتا ہے اور آسمان کی طرف رُخ کر لیتا ہے اور فرشتوں کے جس مجمع کے پاس سے گزرتا ہے تو وہ فرشتے ان کلمات کے کہنے والے کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ رب العالمین کے حضور یہ کلمات پیش کیے جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ تبارک و تعالیٰ کی عظمت اور اس کی تسبیح، اس کی حمد، اس کی کبریائی، اس کی وحدانیت کا ذکر کرتے ہیں۔ ان کے یہ کلمات عرش کے گرد اگرد اللہ تبارک و تعالیٰ کے سامنے ان کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ کوئی تمہارا ذکر رب کے سامنے کرتا رہے۔

سامعینِ محترم! آؤ مل کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کریں ؎

دم دم نال ذکر کراں مولا تیریاں شاناں دا
تیرے نام توں وار دیواں جتنی میری عمر ہووے

افضل ذکر

سیدنا حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَفْضَلُ الدُّعَاءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ (ترمذی، مشکوٰۃ ص۲۰۱)

تمام اذکار میں سے افضل ذکر لا الٰہ الا اللہ اور تمام دعاؤں میں سے افضل دعا الحمد للہ ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ (کشف الغمہ ج۱ ص۲۱)

جس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا، وہ جنت میں داخل ہوگا۔

اَيُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا۔ (کشف الغمہ ج۱ ص۲۱)

اے لوگو! لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہو تو کامیاب ہو جاؤ گے۔

مَفَاتِيحُ الْجَنَّةِ شَهَادَةُ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (مشکوٰۃ ص۱۵)

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی گواہی جنت کی کنجی ہے۔

مَكْتُوْبٌ عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ اِنَّنِىْ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَا اُعَذِّبُ مَنْ قَالَهَا۔

جنت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے، اِنَّنِىْ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ جو شخص اس کلمہ کو کہتا رہے گا، میں اُسے عذاب نہیں دوں گا

دم دم نال ذکر کراں میں تیریاں شاناں دا

خوش بخت

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک روز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں عرض کیا،

مَنْ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (بخاری ص ۹۷۲ ج ۲)

روزِ محشر آپ کی شفاعت کا سب سے زیادہ نفع اٹھانے والا کون ہوگا؟

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ سوال سن کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا احادیث پر تمہاری حرص دیکھ کر میرا یہی گمان تھا کہ اس بات کا تم سے پہلے کوئی دوسرا شخص نہیں پوچھے گا۔ پھر فرمایا،

اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِىْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِّنْ قَلْبِهٖ اَوْ نَفْسِهٖ۔ (بخاری شریف ص ۹۷۲ ج ۲)

میری شفاعت سے بروزِ محشر سب سے زیادہ نفع اٹھانے والا لوگوں میں سے وہ شخص ہوگا جس نے خلوصِ دل سے کہا، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

دم دم نال ذکر کراں مولا تیریاں شاناں دا

دوزخ سے نجات

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت معاذ

رضی اللہ عنہ ایک پالان میں سوار تھے ——— فرمایا اے معاذ ——— انہوں نے عرض کیا، لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ——— حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور انہوں نے ہر بار لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کہا۔ پھر فرمایا:

مَا مِنْ اَحَدٍ يَشْهَدُ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ صِدْقًا مِّنْ قَلْبِهٖ اِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ (مشکوٰۃ ص ۱۴)

جو شخص صدقِ دل سے یہ گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک محمد اللہ کے رسول ہیں، تو اللہ اُس پر آگ حرام کردیتا ہے۔

خاص عمل

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: یارب! مجھے وہ چیز سکھا دے جس سے تجھے یاد کیا کروں یا جس کے ذریعہ سے تجھے پکارا کروں ——— تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم ——— لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ——— کہا کرو۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یارب! یہ تو سارے بندے کہتے ہیں ——— میں تو کوئی خاص چیز مانگتا ہوں، جو صرف میرے لیے ہو ——— تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا،

يَا مُوْسٰى لَوْ اَنَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ وَعَامِرَهُنَّ غَيْرِىْ وَالْاَرَضِيْنَ السَّبْعَ وُضِعْنَ فِىْ كِفَّةٍ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فِىْ كِفَّةٍ لَمَالَتْ بِهِنَّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (مشکوٰۃ ص ۲۰۱)

اے موسیٰ! اگر ساتوں آسمان اور اُن کی آبادی، میرے سوا، اور سات زمینیں ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں، اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دوسرے پلڑے میں، تو ان سب پر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بھاری ہوگا۔

دَم دَم نال ذکر کراں میں تیریاں شاناں دا
تیرے ناں تو وار دیواں میری جنی عمر ہووے

ننانوے دفتر

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ بروزِ محشر اللہ تبارک و تعالیٰ میرے ایک امتی کو تمام مخلوق کے سامنے نکالے گا اور پھر اس کے ننانوے (۹۹) دفتر برائیوں کے کھول دے گا۔ ہر دفتر کی لمبائی حدِ نگاہ تک ہوگی ——— پھر فرمائے گا ——— کیا تم ان میں سے کسی برائی کا انکار کرتے ہو؟ کیا میرے اُن فرشتوں نے جو اعمال لکھنے پر مقرر ہیں، تجھ پر کچھ ظلم کیا ہے؟ (یعنی تو نے کوئی گناہ نہ کیا ہو اور انہوں نے لکھ دیا ہو ——— یا تو نے گناہ چھوٹا کیا اور انہوں نے بڑا لکھ دیا ہو) وہ عرض کرے گا نہیں میرے پروردگار! تیرے مقرر کردہ فرشتوں نے مجھ پر کوئی ظلم نہیں کیا، انہوں نے وہی لکھا جو میں کرتا رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تیرے پاس بداعمالیوں کا کوئی عذر ہے؟ وہ عرض کرے گا: عذر بھی نہیں۔

فَیَقُوْلُ بَلٰی اِنَّ لَکَ عِنْدَنَا حَسَنَةً وَاِنَّهٗ لَا ظُلْمَ اَلْیَوْمَ فَتَخْرُجُ بِطَاقَةٌ فِیْهَا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ (ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ ص)

پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھا تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے۔ آج تجھ پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ پھر ایک کاغذ کا پرزہ نکالا جائے گا، جس میں اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ لکھا ہوگا۔

پھر حکم ہوگا جا اس کا وزن کروا لے ——— عرض کرے گا یا رب ——— یہ ایک ایک پرزہ اُن گناہوں کے دفتروں کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھے گا؟ ارشاد ہوگا کہ آج تم پر ظلم نہ ہوگا ——— حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پھر تمام گناہوں کے دفتر ایک پلڑے میں اور کاغذ کا پرزہ دوسرے پلڑے میں رکھتے ———

ہی بہت بھاری اور وزنی ہو جائے گا اور دفتروں والا پلڑا بہت ہلکا ہو جائے گا۔

فَلَا یَثْقُلُ مَعَ اسْمِ اللّٰهِ شَیْئٌ۔ (مشکوٰۃ ص ۴۸۶) اللہ کے نام سے وزنی کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔

دَم دَم نال ذکر کراں میں تیریاں شاناں دا

زنجیریں ٹوٹ گئیں

سیدنا جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں حج کے لیے روانہ ہوا اور میری سواری کا گزر قسطنطنیہ سے ہوا۔ جب میں وہاں داخل ہوا تو ایک جگہ مخلوقِ خدا کا ہجوم دیکھا۔ میں نے لوگوں کے جمع ہونے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے بتایا کہ ہمارے بادشاہ کی ایک لڑکی مجنون ہو گئی ہے اور وہ کسی طبیب کی تلاش میں ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس لڑکی کا علاج کروں گا۔ پس لوگ آپ کو بادشاہ کے پاس لے گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک حسینہ و جمیلہ عورت ہے اور اُس کے پاؤں میں زنجیریں ہیں۔ اس لڑکی نے سیدنا جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تو کہنے لگی — میرے لئے کسی دوائی کا انتخاب فرمائیں۔ سیدنا جنید بغدادی نے فرمایا بیٹا پڑھو، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ اُس نے جواباً بآوازِ بلند کلمہ شریف پڑھا کہ اُس کے پاؤں کی زنجیر ٹوٹ کر گر گئی۔ شاہِ وقت نے یہ ماجرا دیکھا تو کہنے لگا کتنا اچھا حکیم ہے جس نے میری بچی کو شفایاب کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اے شاہ! تم بھی کلمہ پڑھ لو تاکہ تمہیں بھی کفر کی زنجیروں سے رہائی نصیب ہو جائے۔ اب جو اُس نے کلمہ پڑھا تو خلقِ کثیر بھی اس کے ساتھ مسلمان ہو گئی۔ (نزہۃ المجالس ص ۱۶ ج ۱)

دم دم نال ذکر کراں میں تیریاں شاناں دا

جنّت کی ضمانت

ایک نصرانی سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا جایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ مسلسل تین روز آپ نے ساتھیوں سے دریافت فرمایا کہ آج تین روز گزر چکے ہیں وہ نصرانی ہماری مجلس میں حاضر

نہیں ہوا، تو آپ کے ساتھیوں نے بتایا کہ وہ عالمِ نزع میں ہے۔ چنانچہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اس کے گھر پہنچے اور اُس نصرانی سے فرمایا کیوں بھئی کیسے ہو؟ وہ کہنے لگا جناب کیا عرض کروں، موت کا وقت قریب ہے۔ قبر کے اندھیرے اور وحشت کے خوف نے مجھے وحشت زدہ کر دیا ہے۔ دوزخ کی آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلے نظر آ رہے ہیں، جن سے بچانے والا کوئی نہیں۔ پُل صراط، دشوار گزار راستہ ہے جس پر سے گزرنا ہے، مگر گزرنے کی طاقت نہیں۔ میزانِ عدل قائم ہے، مگر میرے پاس کوئی نیکی نہیں۔ ربِ کریم غفور رحیم ہے، مگر میں اُس کی رحمت کو حاصل کرنے کے لیے کوئی اچھا کام نہیں کر سکا۔ جنت سامنے ہے، مگر اس میں داخل ہونے کے لیے میرے پاس کنجی نہیں ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ ماجرا سُنا، تو فرمایا: اے دوست فکر نہ کر! ابھی جنت کی چابی تیرے پاس آنے والی ہے۔ یہ فرمانے کے بعد آپ وہاں سے جب چلنے لگے تو اُس نے پڑھا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

اور اُس کی رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ پھر اس کو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا تو وہ کہنے لگا جناب! کلمہ شریف کی برکت سے مجھے اللہ تعالیٰ نے جنت عطا فرما دی ہے۔ (نزہۃ المجالس ص۱۶ ج۱)

دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خواہش تھی کہ دحیہ کلبی اسلام قبول کر لے، اس لیے کہ ان کے خاندان کے سات سو افراد اُن کے زیرِ اثر تھے۔ آپ کی تمنا تھی کہ اگر دحیہ مُسلمان ہو گئے، تو ان سے منسلک خاندان کے دوسرے افراد بھی اسلام قبول کر لیں گے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ خداوندی میں دُعا کی:

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْ دَحْيَةَ الْكَلْبِيَّ الْاِسْلَامَ (روح البیان ص۱۸۳ ج۱)
اے اللہ! دحیہ کلبی کو اسلام لانے کی توفیق عطا فرما۔

آپ کی دُعا کا یہ اثر ہوا کہ دحیہ کلبی کے دل میں خود بخود اسلام اور بانیِ اسلام کی محبت جلوہ گر ہو گئی ——— پھر جب دحیہ کلبی نے اسلام لانے کا ارادہ کیا تو حضور سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں جناب جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا اے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

اِنَّ اللّٰهَ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ
تحقیق اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے

اللہ تعالیٰ نے آپ کی دُعا کو شرفِ قبولیت بخشا ہے اور دحیہ کلبی کے دل میں نورِ ایمان کی روشنی پیدا کر دی ہے اور وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے والا ہے۔

فَلَمَّا دَخَلَ دَحْيَةُ الْمَسْجِدَ رَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِدَاءَهُ عَنْ ظَهْرِهٖ وَبَسَطَهٗ عَلَى الْاَرْضِ بَيْنَ يَدَيْهِ۔
جب دحیہ مسجدِ نبوی میں داخل ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر کندھے سے اُتاری اور اس کے سامنے زمین پر بچھا دی۔

اور پھر دحیہ کلبی کو اس پر بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔ دحیہ کلبی نے جب آپ کے خُلقِ عظیم کا منظر دیکھا تو اُس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور اُس نے حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر مبارک پر بیٹھنے کی بجائے اُس کو اٹھایا۔ پہلے بوسہ دیا، پھر آنکھوں سے لگایا اور اپنے سر پر رکھ کر عرض کی: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) مجھے اسلام کی دولت عنایت فرمائیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے دحیہ کہو:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط

اسلام کی مقدس دولت حاصل کر لینے کے بعد دحیہ کلبی پھر رونے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے دحیہ! تم کیوں رو رہے ہو۔ عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے بہت بڑے گناہوں کا ارتکاب کیا ہے ——— بارگاہِ خداوندی میں عرض کریں کہ ان کا کفارہ کیا ہے ———؟ اگر میری ساری جائیداد راہِ خدا میں خرچ

کرنے کا حکم دیں تو مجھے منظور ہوگا ـــــ اگر آپ میری گردن کاٹنے کا حکم فرمائیں گے، تو میں بسر و چشم قبول کرلوں گا ـــــ آپ جو بھی میرے گناہوں کا کفارہ بتائیں، مجھے منظور ہوگا ـــــ آپ نے فرمایا، اے دحیہ تونے کونسا گناہ کیا ہے؟ عرض کیا میں نے اپنی قوم کی ستر بچیوں کو زندہ دفن کیا ہے ۔ یہ سُن کر حضور رحمۃ للعالمین سرورِ دُنیا و دیں صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم آبدیدہ ہوگئے ۔

حتیٰ کہ حضرت جبریل علیہ السلام حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

قُلْ دَحْيَةَ وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ
اِنَّكَ لَمَّا قُلْتَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
غَفَرْتُ لَكَ كُفْرَ سِتِّيْنَ سَنَةً۔
(تفسیر رُوح البیان ص۱۸۳ ج۱)

آپ دحیہ سے فرما دیجئے کہ اللہ فرماتا ہے مجھے میری عزت و جلال کی قسم کہ تیرے کلمہ پڑھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تیرے ساٹھ سال کے گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے صحابہ کرام کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا:

اے میرے اللہ! تونے دحیہ کلبی کے ایک مرتبہ کلمہ پڑھنے سے اس کے گناہ کبیرہ بخش دیئے ہیں، تو پھر میری اُمت کے بندوں کے گناہ کیونکر نہ بخشے گا، جبکہ یہ کثرت سے کلمہ طیبہ کی گواہی دینے والے ہیں۔

سامعینِ محترم! کلمہ طیبہ پڑھنے سے قلب و رُوح کو پاکیزگی اور سکون حاصل ہوتا ہے۔ کلمہ طیبہ کی برکت سے اعمال کو درجہ قبولیت ملتا ہے۔ کلمہ طیبہ ہی وہ شجرِ ذیشان ہے جس کا پھل، مومن دُنیا و آخرت، قبر و حشر میں کھاتا ہے۔ کلمہ طیبہ ساری دنیا کے مال و دولت سے بہتر ہے ۔ کلمہ طیبہ سے دونوں جہانوں کی عزتیں ملتی ہیں ۔ کلمہ طیبہ ہی تمام اذکار سے افضل ہے ۔ کلمہ طیبہ ہی کلیدِ جنت، حصولِ حسنات و برکات کا ذریعہ ہے۔ کلمہ طیبہ

ہی عذابِ الٰہی سے بچنے کی ڈھال ہے ۔ کلمہ طیبہ کامیابی کی کنجی ہے ۔ کلمہ شریف پڑھنا ہی سعادت مندی اور نیک بختی کی علامت ہے ۔ کلمہ طیبہ پڑھنے والے پر دوزخ کی آگ حرام کردی گئی ۔ کلمہ طیبہ سے زیادہ وزنی کوئی چیز نہیں ۔ کلمہ ہی روحانی اور جسمانی بیماریوں کا علاج ہے ۔ جس نے دُنیا سے رخصت ہوتے وقت کلمہ شریف پڑھ لیا وہ سیدھا جنت میں جائے گا ۔ کلمہ طیبہ ہی گناہوں کا کفارہ ہے ۔ کلمہ شریف ہی مومن کے لیے دُنیا و آخرت کا عظیم سہارا ہے ۔ اس کلمہ طیبہ کو ہم تک پہنچانے کے لیے حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کتنی اذیتیں اٹھائیں ـــــ آپ پر پتھر برسائے گئے۔ راستے میں کانٹے بچھائے گئے ـــــ آپ کو ساحر، کاہن اور جادوگر کہا گیا (معاذ اللہ) آپ کی وہ جبینِ اقدس خون سے رنگین کی گئی، جس کی قسمیں خداوندِ کریم ارشاد فرماتا ہے ۔ جس کی ایک جھلک پر دونوں جہانوں کو قربان کر دیا جائے تو کم ہے ـــــ غرضیکہ کون سی اذیت تھی، جو آپ نے برداشت نہ کی ـــــ آیئے ـــــ

کلمہ طیبہ کو اپنے سینے سے لگالیں ـــــ اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، سوتے جاگتے کلمے کو اپنا ورد بنالیں ـــــ اپنی ساری زندگی کلمہ طیبہ کے قبضہ میں دے دیں اور کلمہ طیبہ جو کام کرنے کی اجازت دے، اُسے اپنالیں اور جس کام سے کلمہ شریف منع کرے، اُس سے رُک جائیں ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور دُعا ہے کہ وہ ہمیں بوسیلہ سرورِ کونین حبیبِ رب العالمین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائے اور جب وقتِ نزع آئے تو ہماری زبان پر جاری ہو:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ـــــ آمین!
وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ

Scanned with CamScanner

فیضانِ اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ○ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ○ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ○ اَمَّا بَعْدُ ط فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلٰنَا الْعَظِیْمُ ○ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ ○

ایک ربّ العلیٰ، ایک شہِ دوسرا، کیوں کہوں میرا کوئی سہارا نہیں
ہیں مدینے سے لیکن بہت دور ہوں، یہ خلش میرے دل کو گوارا نہیں
مجھ کو کچھ غم نہیں اشک بہتے رہیں، دل میرا سوزِ اُلفت میں جلتا رہے
آپ کے نام پر مر کے مٹ جاؤں میں، میرا ایمان ہے پھر بھی خسارا نہیں
آپ کا عشق ہے عشقِ ربّ العُلیٰ، آپ کا ذکر ہے خاص ذکرِ خُدا
خود خدا کا یہ قرآں میں اعلان ہے، جو تمہارا نہیں وہ ہمارا نہیں
ٹھوکروں کے سوا اور پائیگا کیا، جس کی منزل کا کوئی نہ ہو رہنما
اپنی منزل پہ ہرگز نہ پہنچے گا وہ، ہاتھ جس کے دامن تمہارا نہیں
اسمِ احمد کی تعظیم کے منکرو، اُن کی عظمت کو قرآں میں دیکھ لو
بے لقب اُن کا نامِ مبارک کہیں، اُن کے معبود نے بھی پکارا نہیں
وہ ہی روضے پہ بُلوائیں گے ایکدن، اے سکندر ذرا صبر سے کام لے
اُن کے در کا گدا اور مایوس ہو، میرے سرکار کو یہ گوارا نہیں

قابلِ صد احترام بزرگو دوستو! سب تعریفیں حمدیں اس اللہ ربّ العالمین جل وعلا کے لیے ہیں جس کی ذات وحدہٗ لاشریک ہے — وہی زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے۔ وہی ساری کائنات کا خالق و مالک ہے۔ وہ احد ہے، صمد ہے، بے نیاز ہے۔

تَبَارَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ — بڑی برکت والا ہے، وہ جس کے قبضہ میں سارا ملک ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے

(پ ۲۹ — ع ۱)

اُس نے آسمان کو ہمارے لیے چھت اور زمین کو بچھونا بنایا — کائناتِ عالم کا ذرّہ ذرّہ پتا پتا اُس کی قدرت کا مظہر ہے — آسمانوں کی بلندیاں اُسی کی کبریائی کا ظہور ہے — یہ میدان، یہ سبزہ زار — یہ پھول یہ پھل — جمادات، نباتات، حیوانات، درند پرند — یہ چاند سورج — ستارے — یہ لیل و نہار — یہ چمنستانِ ہستی کی سج دھج، اسی کی ہی قدرت کے نشان ہیں — خالقِ کائنات نے بے شمار مخلوقات کو پیدا فرمایا، جنہیں ہم شمار بھی نہیں کر سکتے — مگر اُس خالقِ کُل نے اپنی جملہ مخلوقات میں سے انسان کو احسنِ تقویم کا شرف عطا فرما کر — وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ کا تاج اُس کے سر پر سجا کر اسے اشرف المخلوقات ہونے کی عزت بخشی۔ یہ اعزاز عظمت عطا کرنے کے بعد اُس مالک نے انسان کو بیشمار انعام و اکرام سے نوازا — کسی کو عقل و خرد بخشی — کسی کو علم و ہنر، کسی کو سیم و زر عطا کیا — کسی کو حُسن و جمال، کسی کو عزت و مال دے دیا — کسی کو تخت و تاج — کسی کو اقتدار و فرمانروائی — کسی کو سلطنت و شاہی — کسی کو ولایت — کسی کو امامت — کسی کو نبوت — کسی کو رسالت عطا فرمائی — ساری کائنات اللہ تبارک و تعالیٰ کی قدرت و عطا کا مظہر ہے — کائناتِ عالم اس کے انوار و تجلیات کا آئینہ دار ہے — اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے انوار و تجلیات دکھانے کے لیے کل کائنات بنائی اور پھر کل کائنات کے حُسن کو جمع

کر کے مصطفٰے کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات بنا دی -

مظہرِ کبریا

اللہ تبارک وتعالیٰ نے کائناتِ عالم کو اپنی صفات کا مظہر بنایا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنی ذات کا مظہر بنایا ـــــ یہ وہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ـــــ جن کے ہاتھ ید اللہ ہیں ـــــ آنکھ عین اللہ ہیں ـــــ جن کی زبان لسان اللہ ہے ـــــ جن کا کلام، کلام اللہ ہے ـــــ جن کا چہرہ وجہ اللہ ہے ـــــ جن کی ذات نورٌ من نور اللہ ہے ـــــ جن کا لقب حبیب اللہ ہے -

کائناتِ عالم کے ہر حُسن کا جلوہ، ذاتِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں موجود ہے -
حضرت آدم علیہ السلام کی استغفار ـــــ حضرت نوح علیہ السلام کی گریہ زاری ـــــ
حضرت شیث علیہ السلام کی وفاداری ـــــ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کا جمال ـــــ
حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کا جلال ـــــ حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش آوازی ـــــ
حضرت سلیمان علیہ السلام کی تاجوری ـــــ حضرت یعقوب علیہ السلام کی رضا جوئی ـــــ
حضرت یوسف علیہ السلام کا حُسن ـــــ حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر ـــــ
حضرت دانیال علیہ السلام کا زُہد ـــــ حضرت زکریا علیہ السلام کا توکل ـــــ
حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر و فکر ـــــ حضرت علیہ السلام کا فقر ـــــ
غرضیکہ تم حُسن کے جس جلوے کو بھی دیکھنا چاہو تمہیں ذاتِ مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام میں نظر آئے گی- شاعر نے اس کی ترجمانی یوں کی ہے ؎

حُسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

جانِ کائنات

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شہنشاہِ ارض وسما ہیں ـــــ شانِ کائنات ہیں ـــــ جانِ کائنات

ہیں ـــــ صدرِ کائنات ہیں ـــــ مصدرِ کائنات ہیں ـــــ وجہِ کائنات ہیں ـــــ اصلِ کائنات ہیں ـــــ عارف کھڑی شریف حضرت میاں محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے ؎

جو ہر عرض وجود خلائق اصل اصول کمالی
اُمّت خیر اُمم دا والی، نام محمّد عالی

سامعینِ محترم! ہمارے آقا و مولیٰ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دونوں جہانوں کے سردار ہیں ـــــ آپ کا اسمِ گرامی سارے ناموں کا سردار ہے ـــــ اسی نام کی برکت سے آسمان روشن ہیں اور زمین کو قرار ہے ـــــ یہ نام مخزنِ انوار ہے ـــــ اس کے ماننے والا ابرار ہے ـــــ خدا کی خدائی کو اس سے پیار ہے ـــــ اس نام کو پکارنے والے کا بیڑا پار ہے ـــــ شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

کیڈا سوہنا نام محمّد دا اُس ناں دیاں ریساں کون کرے
دو جگ تے سایہ رحمت دا اُس جہاں دیاں ریساں کون کرے

یہ نام حُسن و جمال کے پیکر ـــــ جمالِ حق کے مظہر ـــــ محبوبِ ربِ اکبر کا پیارا نام ہے ـــــ جس کی صورت اعلیٰ ہے ـــــ سیرت اعلیٰ ہے ـــــ گفتار اعلیٰ ـــــ رفتار اعلیٰ ـــــ کلام اعلیٰ ـــــ مقام اعلیٰ ـــــ نام اعلیٰ ـــــ

کیڈا سوہنا نام محمّد دا اُس ناں دیاں ریساں کون کرے

اسمائے مبارکہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بے شمار نام ہیں، جن کا ذکر قرآن و حدیث و دیگر کتبِ آسمانی میں موجود ہے ـــــ علماء کرام نے آپ کے اسمائے مبارکہ کی تعداد ننانوے بیان کی ہے۔ بعض نے تین سو اور بعض نے چار سو اور صاحبِ تفسیر رُوح البیان نے لکھا ہے کہ آپ کے ناموں کی تعداد ایک ہزار ہے۔ (رُوح البیان ج ۷، ص ۱۸۴)

سامعینِ محترم ہمارے آقا و مولیٰ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صفاتی نام بے شمار ہیں۔ مگر ذاتی نام دو ہیں ـــــ احمد اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) جن کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے ـــــ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے :

وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ	اور یاد کرو جب مریم کے بیٹے عیسیٰ نے کہا
مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اِنِّیْ	اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا
رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا	رسول ہوں اور تصدیق کرنے والا ہوں
لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ	توراۃ کی جو مجھ سے پہلے آئی اور خوشخبری
مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ م	دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد
بَعْدِ اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ط (پ ۲۸ ع ۹)	آنے والا ہے، اُس کا نام احمد ہوگا۔

اس آیۂ مقدسہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذاتی دو ناموں میں سے احمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر ہوا ہے ـــــ احمد مبالغہ کا صیغہ ہے، جس کے معنی ہیں: اَحْمَدُ الْحَامِدِیْنَ لِرَبِّہٖ "تمام حمد بیان کرنے والوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنے والا" اور یہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ جتنی حمد آپ نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی بیان کی ہے اور نہ ہی کوئی قیامت تک بیان کر سکے گا ـــــ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نامِ نامی اسمِ گرامی احمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) بڑی عظمتوں کا حامل ہے ؎

نامِ محمد کتنا میٹھا میٹھا لگتا ہے
پیارے نبی کا اسم بھی ہم کو پیارا لگتا ہے

نماز کا نقشہ

حضور نبی کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ مقدس ہے :

اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ نماز مومنوں کی معراج ہے

سامعینِ محترم! نماز کے علاوہ جتنی بھی عبادات ہیں ـــــ ان میں کسی عبادت کو

مومن کی معراج نہیں کہا گیا ـــــ روزہ کو مومن کی معراج نہیں کہا گیا ـــــ حج کو مومن کی معراج نہیں کہا گیا ـــــ صدقات و خیرات کو مومن کی معراج نہیں کہا گیا ـــــ اعمالِ صالحہ اور حسنات کو مومن کی معراج نہیں کہا گیا ـــــ زکوٰۃ کو مومن کی معراج نہیں کہا گیا ـــــ بلکہ صلوٰۃ کو مومن کی معراج کہا گیا ہے ـــــ

جب عشاق نے اس پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ نمازی کی نمازیں چار حالتیں ہوتی ہیں ـــــ قیام ـــــ رکوع ـــــ سجدہ ـــــ قعدہ ـــــ اور سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسم احمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے بھی حروف چار ہیں۔

اگر آپ قیام کو دیکھیں، تو وہ الف نظر آتا ہے۔
اگر رکوع پر غور کریں، تو وہ حا کا نقشہ بن جاتا ہے۔
اگر سجدے کو دیکھیں، تو وہ میم کی شکل ہوتا ہے۔
اگر قعدہ کو دیکھیں تو وہ دال کا نقشہ ہوتا ہے۔

گویا نمازی اپنی نماز میں اسم احمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے حروف کی شکل اختیار کرتا ہے۔ اسی نام مبارک کی برکت سے نمازی اللہ تبارک و تعالیٰ کے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ اُسے معراج کی دولت نصیب ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا قُرب اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دَر کی حضوری حاصل ہو جاتی ہے۔

کیڈا سوہنا نام محمد دا اس ناں دیاں ریساں کون کرے

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسم مبارک احمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا ذکر قرآن میں ایک مرتبہ آیا اور اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تذکرہ چار مرتبہ ہوا ہے :

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط (پ ۴ ع ۶)
مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ط
(پ ۲۲ - ع ۲)

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ (پ ۲۶ - ع ۱۲)

وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ - (پ ۲۶ - ع ۴)

سامعینِ محترم! تاجدارِ دوجہاں، شفیعِ عاصیاں، رحمتِ عالمیاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا اسمِ مبارک محمّد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا تذکرہ قرآن کریم میں چار جگہ آیا ہے اور اس نامِ مقدس کے حرف بھی چار ہیں ـــــ چار کے عدد کو نامِ محمّد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کی نسبت سے عظمت حاصل ہوگئی ـــــ دیکھو ـــــ

چار حرف

حافظ میں حرف چار، حفیظ کے حرف چار ـــــ قادر میں حرف چار، قدیر میں حرف چار ـــــ خالق میں حرف چار، رازق میں حرف چار ـــــ ماجد میں حرف چار، واحد میں حرف چار ـــــ قابض میں حرف چار، باسط میں حرف چار ـــــ شاہد کے حرف چار، شہید کے حرف چار ـــــ حامد کے حرف چار، حمید کے حرف چار ـــــ راشد کے حرف چار، رشید کے حرف چار ـــــ شاکر کے حرف چار، صابر کے حرف چار ـــــ ناصر میں حرف چار، حاشر کے حرف چار ـــــ مالک میں حرف چار، وارث میں حرف چار ـــــ ہادی میں حرف چار، مہدی میں حرف چار ـــــ نافع میں حرف چار، رافع میں حرف چار ـــــ صادق میں حرف چار، صاحب کے حرف چار ـــــ معطی میں حرف چار، قاسم میں حرف چار ـــــ ہر طرف چار چار ہی کی بہار اور انوار ہی انوار ـــــ

بشیر میں حرف چار، نذیر کے حرف چار ـــــ لطیف کے حرف چار، خبیر کے حرف چار ـــــ سمیع میں حرف چار، بصیر کے حرف چار ـــــ عظیم کے حرف چار، اعظم کے حرف چار ـــــ مجیب میں حرف چار، مجید کے حرف

چار ـــــ حسین کے حرف چار، جمیل میں حرف چار ـــــ امین کے حرف چار، متین کے حرف چار ـــــ معین میں حرف چار ـــــ حسیب کے حرف، حبیب کے حرف چار ـــــ ہر طرف چار چار ہی کے انوار ـــــ

مکمل کے حرف چار، اکمل کے حرف چار ـــــ مخزن کے حرف چار، مصدر کے حرف چار ـــــ اکبر میں حرف چار، اشرف میں حرف چار ـــــ افضل میں حرف چار، اکرم میں حرف چار ـــــ حاکم میں حرف چار، حکیم میں حرف چار ـــــ کریم میں حرف چار، رحیم میں حرف چار ـــــ قہار میں حرف چار، جبار میں حرف چار ـــــ ستار میں حرف چار، غفار میں حرف چار ـــــ وہاب میں حرف چار، فتاح میں حرف چار ـــــ قیوم میں حرف چار، قائم میں حرف چار ـــــ چار کو ماننے والا جنت کا حقدار ـــــ

غفور میں حرف چار، شکور کے حرف چار ـــــ جمال میں حرف چار، کمال میں حرف چار ـــــ عالم میں حرف چار، معلّم میں حرف چار ـــــ انور میں حرف چار، منوّر میں حرف چار ـــــ معطّر کے حرف چار، مطہّر کے حرف چار ـــــ معظّم میں حرف چار، مقدّس میں حرف چار ـــــ مزمّل میں حرف چار، مدثّر میں حرف چار ـــــ مبشّر کے حرف چار، منذر کے حرف چار ـــــ چار کی بہار ہی بہار ـــــ

رحمت میں حرف چار، برکت میں حرف چار ـــــ عظمت کے حرف چار، رفعت کے حرف چار ـــــ مسلم کے حرف چار، مومن کے حرف چار ـــــ کلمہ میں حرف چار، مسجد میں حرف چار ـــــ مصلّٰی کے حرف چار، امام کے حرف چار ـــــ منبر کے حرف چار، محراب کے حرف چار ـــــ روزہ میں حرف چار، زکوٰۃ میں حرف چار ـــــ اذان میں حرف چار، نماز میں حرف چار ـــــ قادر کے حرف چار، قدرت کے حرف چار ـــــ خالق میں حرف چار، خلقت میں حرف چار ـــــ چار کی ہر طرف بہار ہی بہار ـــــ

Scanned with CamScanner

لفظ قرآن میں حرف چار، حدیث کے حرف چار ـــــ محدّث کے حرف چار، مفسّر کے حرف چار ـــــ مکتب کے حرف چار، معلّم کے چار ـــــ عالم کے حرف چار، عارف کے حرف چار ـــــ عابد کے حرف چار، زاہد کے حرف چار ـــــ ساجد کے حرف چار، سجدہ کے حرف چار ـــــ ہر طرف چار، چار ہی کی بہار ـــــ مشرق کے حرف چار، مغرب کے حرف چار ـــــ شمال میں حرف چار، جنوب میں حرف چار ـــــ زمین کی سمتیں چار، آگ، پانی، مٹی، ہوا ـــــ انسان کے اجزائے ترکیبی چار ـــــ تورات، انجیل، زبور، قرآن آسمانی کتابیں چار ـــــ جبرائیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل مقرب فرشتے چار ـــــ اُولوالعزم رسول چار ـــــ انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین، اولادِ آدم کے یہ مقدس گروہ چار ـــــ صدیق و عمر، عثمان و حیدر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یار چار ـــــ بسم اللہ کے لفظ چار ـــــ لا الٰہ الا اللہ کے لفظ چار ـــــ محمّد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حرف چار ـــــ رسول کے حرف چار ـــــ اللہ (جلّ شانہٗ) کے حرف چار ـــــ

چار کو ماننے والوں کا بیڑا پار ـــــ

کیڈا سوہنا نام محمّد دا اس ناں دیاں ریساں کون کرے

اسمِ محمّد صلی اللہ علیہ وسلم

اِسم اللہ کے حرف چار ہیں ـــــ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم مُبارک محمّد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرف بھی چار ہیں ـــــ اللہ (جلّ جلالہٗ) لکھیں تو اس میں دو لام آتے ہیں اور محمّد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لکھیں تو اس میں دو میم آتے ہیں ـــــ لفظِ اللہ کی لام پر شدّ ہے ـــــ اسمِ محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی میم پر شدّ ہے ـــــ شدّ کی شکل تاج جیسی ہوتی ہے ـــــ اشارہ اس طرف ہے لفظ اللہ پر اُلوہیت کا

تاج ہے ـــــ اور اسمِ محمّد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر رسالت کا تاج ہے ـــــ لفظ اللہ میں کوئی نقطہ نہیں اور لفظ محمّد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر بھی کوئی نقطہ نہیں ہے۔ اشارہ اس طرف ہے اے محبوب! میں بھی عیب سے پاک ہوں اور تو بھی عیب سے پاک ہے۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

آ واعظ میں تجھ کو بتاؤں، کیوں بے نقطہ ہے نام محمّد
نام پر بوجھ نقطے کا آئے یہ میرے رب کو گوارا نہیں

؎ کیڈا سوہنا نام محمّد دا اس ناں دیاں ریساں کون کرے

تقدیر بدل گئی

ایک یہودی توراۃ پڑھ رہا تھا کہ اُس نے اِس کتاب مقدس کے ایک مقام پر حضور نبی کریم، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ نامی اسمِ گرامی چار مرتبہ لکھا ہوا پایا ـــــ بُغض و عناد کی وجہ سے اُس نے نامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مٹا دیا۔ جب دوسرے روز اس نے تورات کو کھولا تو کیا دیکھا کہ تورات میں وہاں آٹھ مرتبہ نام مبارک لکھا ہوا ہے ـــــ اُس نے پھر مٹا دیا ـــــ تیسرے روز وہ توراۃ کو پھر پڑھنے لگا تو کیا دیکھا کہ آج بارہ مرتبہ لکھا ہوا ہے ـــــ وہ نامِ مبارک مٹاتا جاتا ـــــ اللہ تبارک و تعالیٰ اُسے بڑھاتا جاتا ـــــ بہرحال نامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت نے اُس کے دل کی دنیا بدل دی ـــــ پہلے روز اس نے نامِ مصطفےٰ چار جگہ دیکھا تو مٹا دیا ـــــ دوسرے روز آٹھ جگہ لکھا دیکھا تو مٹا دیا ـــــ تیسرے روز بارہ جگہ لکھا دیکھا تو اپنا آپ لٹا دیا اور مسلمان ہو گیا ـــــ اور پھر اپنے ملک شام سے چلا اور مدینہ طیبہ آیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصالِ باکمال ہو چکا تھا ـــــ اس کی ملاقات سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی اور اُن کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ میں سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شرف تو حاصل نہیں کر سکا، لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسمِ مطہر کے ساتھ لگنے والے کسی کپڑے کی زیارت کرا دو۔

چنانچہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرتہ مبارک دکھایا۔ جب اس نے کرتہ مبارک کو دیکھا، تو اُس کو اپنے چہرے پر رکھا تو اُس پر تصورِ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیفیت طاری ہو گئی، جس کی ترجمانی شاعر نے اس طرح کی ہے، کہنے لگا:

اوڑک نوں تے ٹرجاناں، کوئی کار تے کرجاواں
سرکار دی چوکھٹ تے سر رکھ کے تے مرجاواں
محبوب دی خاطر میں چھڈیا اے زمانے نوں
سرکار دا در چھڈ کے کیوں غیر دے در جاواں

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کرتہ مبارک کو اپنے چہرے پر لگایا۔ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار پُر انوار کے قریب کھڑے ہو کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کی:

اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ قَبِلْتَ اِسْلَامِیْ فَاقْبِضْ رُوْحِیْ (نزھۃ المجالس ص۱۴۴ ج۱)

اے اللہ! اگر تو نے میرا اسلام لانا قبول فرمالیا ہے، تو میری رُوح قبض کرلے

اُس کا یہ عرض کرنا تھا کہ اُس کی رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ پھر جنابِ مولا مشکل کشا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے غسل دیا اور جنت البقیع میں دفن کیا۔ نامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے یہودی کو اسلام کی دولت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں موت اور مدینہ طیبہ میں دفن ہونا نصیب ہو گیا۔

کیڈا سوہنا نام محمّد دا، اس ناں دیاں ریساں کون کرے

عطائے جنت

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اپنے بیٹے کا نام میری محبت اور میرے اسم سے برکت حاصل کرنے کے ارادہ سے میرے نام پر محمّد رکھا:

کَانَ ھُوَ وَمَوْلُوْدُہٗ فِی الْجَنَّۃِ (روح البیان ص۱۸۴ ج۷)

وہ شخص اور اُس کا بیٹا دونوں جنت میں ہوں گے۔

کیڈا سوہنا نام محمّد دا اس ناں دیاں ریساں کون کرے

سیدنا حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بروزِ قیامت دو شخص خداوندِ عالم کے سامنے کھڑے ہوں گے اور بارگاہِ خداوندی سے حکم ہوگا کہ تم دونوں جنت میں داخل ہو جاؤ۔ وہ عرض کریں گے: اے اللہ! ہمارے لیے جنت میں داخلہ کیسے حلال ہو گیا، ہم نے تو کوئی ایسا کام نہیں کیا جو جنت میں جانے کا سبب بن جائے۔ اللہ ربّ العزت فرمائے گا، جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ۔

فَاِنِّیْ اٰلَیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ اَنْ لَّا یَدْخُلَ النَّارَ مَنْ اِسْمُہٗ اَحْمَدُ وَمُحَمَّدٌ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) (المواھب ص۲۱۶ شفاء ص۱۰۵ ج۱)

اس لیے کہ میں نے قسم اُٹھا رکھی ہے کہ جس شخص کے نام کے ساتھ احمد یا محمّد ہوگا، اسے جہنم میں داخل نہیں کروں گا۔

سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والدِ گرامی امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے روز منادی کرنے والا ندا کرے گا:

مَنِ اسْمُہٗ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلْیَدْخُلِ الْجَنَّۃَ لِکَرَامَۃِ اِسْمِہٖ (شفاء ص۱۰۵ ج۱)

جس کا نام محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام سے ہوگا، جنت میں داخل ہو جائے گا، یہ اس اسمِ گرامی کی عزت کے لیے ہے۔

کیڈا سوہنا نام محمّد دا اس ناں دیاں ریساں کون کرے

سامعین محترم! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی نام دو ہیں ایک احمد اور دُوسرا محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے جو حمد سے مشتق ہے، یہ مبالغہ کا صیغہ ہے اس کے معنی ہیں بہت حمد کیا ہوا: اَلَّذِیْ یُحْمَدُ حَمْدًا بَعْدَ حَمْدٍ۔

وہ شخصیت جس کی تعریف بار بار کی جائے

تو جتنی تعریف مخلوق میں حضور تاجدارِ جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوئی، اتنی کسی اور کی نہ ہوگی۔

کلماتِ ربّی

قرآنِ حکیم میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشادِ مقدس ہے،
اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم!

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا
لِّكَلِمَاتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ
قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّيْ
وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ۝
(پ ۱۶ - ع ۱۳)

تم فرمادو کہ اگر سمندر، میرے رب کے کلمات کے لیے سیاہی ہوں تو سمندر ختم ہو جائیں گے، مگر میرے رب کے کلمات ختم نہ ہوں گے۔ اگرچہ ہم ویسا ہی اور اس کی مدد کے لیے لے آئیں۔

دوسرے مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے:

وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ
شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ
مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا
نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ (پ ۲۱، ع ۱۱)

اور بیشک زمین میں جتنے درخت ہیں تمام قلمیں ہو جائیں اور تمام سمندر سیاہی، پھر اُن کے ساتھ سات سمندر اور ملائے جائیں تب بھی یہ ختم ہو جائیں گے، کلماتِ الٰہی ختم نہ ہوں گے۔

ان دو آیاتِ مبارکہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اگر دنیا جہان کے تمام درخت قلمیں بن جائیں اور سمندروں کے پانی سیاہی بن جائے اور اللہ تعالیٰ کے کلمات کو لکھا جائے تو یہ قلمیں ختم ہو سکتی ہیں، سمندروں کی پانی کی سیاہی ختم ہو سکتی ہے مگر اللہ تبارک و تعالیٰ کے کلمات ختم نہ ہوں گے۔

شیخِ محقق شاہ عبدالحق محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ کلمات سے مراد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و کمالات ہیں، تو آیات کا مطلب یہ ہوا کہ اگر تمام دُنیا کے درخت قلم ہو جائیں اور سمندروں کی سیاہی بن جائے اور حمدِ خدا اور شانِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام لکھنا شروع کی جائے تو قلم ختم ہو جائیں گے، سمندروں کی سیاہی ختم ہو جائے گی، مگر اللہ تبارک و تعالیٰ کے اور اُس کے محبوبِ مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم

کے محامد و محاسن اور مناقب ختم نہ ہوں گے۔ (مدارج النبوۃ ج ۱، ص ۴۳)

زندگیاں ختم ہوئیں اور قلم ٹوٹ گئے
تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا

اسی لیے تو ربِ کائنات جلّ وعلا نے اعلان فرمایا،

وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ
عَظِيْمًا ۝ (پ ۵ - ع ۱۴)

اے محبوب! (صلی اللہ علیک وسلّم) آپ پر اللہ کا فضلِ عظیم ہے۔

ساری دُنیا کا مال و متاع اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک قلیل ہے۔ ارشاد ہوتا ہے،

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا
قَلِيْلٌ۔ (پ ۵ - ع ۸)

فرمادو دُنیا کا مال متاع قلیل ہے۔

ساری دُنیا کا مال و متاع قلیل ہے اور محبوبِ مکرّم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ پاک پر اللہ تعالیٰ کا فضلِ عظیم ہے —— تو جس کے قلیل کو انسان احاطۂ شمار میں نہیں لا سکتا تو اُس کے عظیم کو احاطۂ تقریر و تحریر میں کیسے لا سکتا ہے؟

لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّهٗ
بعد از خدا بزرگ توئی، قصہ مختصر

کملی والیا نبیاں دی صف اندر تیرے جیہا کوئی سجیا ای نہیں
تیرے اُتے درود سلام پڑھدا آپ تا ہیں رب سچا رجیا ای نہیں
لج پروا مہرباناں باہجہ تیرے پردہ کسے مسکیناں دا کجیا ای نہیں
سارے نبی سردار تسلیم کر گئے ڈنکا اج تے کسے دا وجیا ای نہیں

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی سرداری و مختاری کا اعلان قرآن میں فرمایا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی ہر آنے والی ساعت کو پہلے سے عظیم قرار دیا۔ ارشادِ ربانی ہوتا ہے:

وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى (پ۳۰ ع ۱۸)

تمہارا ہر بعد میں آنے والا لمحہ پہلے سے بہتر ہے۔

سامعین محترم! ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جتنی تعریف آپ کی ہوئی کسی اور کی نہ ہوسکی اور نہ ہوگی، اس لیے کہ آپ کی تعریف کرنے والا خود خالقِ کائنات ہے، اسی لیے اس اسمِ مبارک کے چرچے فلک و فرش پر ہو رہے ہیں۔ سرکار اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ عرض کرتے ہیں ؎

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ، فرش پہ طُرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگایئے، تیری ہی داستان ہے

رِفعت

حضرت شیخ محقق شاہ عبد الحق محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت نقل فرمائی ہے،

کہ تسمیہ کرد حق تعالیٰ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم از آفرینش ہزار سال۔ (مدارج النبوۃ ج ۱ صـ۲۵۷)

کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ مبارک تخلیقِ کائنات سے پہلے ایک ہزار سال قبل رکھا۔

نامِ محمد کتنا میٹھا میٹھا لگتا ہے
پیارے نبی کا اسم بھی ہم کو پیارا لگتا ہے

خواب

حضرت عبد المطلب نے خواب دیکھا کہ اُن کی پُشت سے ایک زنجیر نکلی، جس کا ایک سرا مشرق میں اور دوسرا سرا مغرب میں تھا، اور اُس زنجیر نے درخت کی صورت اختیار کرلی۔ اُس کے ہر پتے کے ساتھ نور تھا۔ اہلِ مشرق و مغرب اُس کے ساتھ لٹک گئے ہیں۔ آپ نے یہ خواب معبّروں سے بیان کرکے تعبیر پوچھی، تو انہوں نے بتایا کہ تمہاری پشت سے ایک بچہ ہوگا، جس کی اطاعت مشرق و مغرب تک ہوگی اور زمین و آسمان میں اس کی تعریف ہوگی۔ اس لیے آپ نے

آپ کا نامِ مبارک محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھا۔ (مدارج النبوۃ ج ۱، صـ)

حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا جان نے جب آپ کا اسمِ گرامی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکھا، تو لوگوں نے آپ سے کہا کہ آپ سے قبل یہ نام آپ کے آباؤ اجداد میں سے کسی نے بھی نہیں رکھا، تو آپ کے دادا جان سیدنا عبد المطلب نے کہا:

رَجَوْتُ اَنْ یُّحْمَدَ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (روح البیان ج ۷ صـ۱۸۴)

میں امید رکھتا ہوں کہ اس کی تعریف زمین و آسمان میں ہوگی۔

نامِ محمد کتنا میٹھا میٹھا لگتا ہے

سامعین محترم! ہمارے آقا و مولیٰ سلطانِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسمِ مبارک کتنا پُر عظمت اور پیارا ہے کہ جب مومن مسلمان کی زبان پر آتا ہے تو ادب سے اُس کا سرِ تسلیم خم ہو جاتا ہے اور زبان پر درود و سلام کا نغمہ جاری ہو جاتا ہے اور فرطِ محبت سے مومن اس نام کو چُوم کر آنکھوں سے لگا لیتا ہے۔

نامِ محمد کتنا میٹھا میٹھا لگتا ہے

چُوم لیا

حضور امام الانبیاء شہِ دوسرا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے درمیان جلوہ افروز تھے کہ سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے اذان پڑھی ——— قربان جاؤں صحابہ کرام کے مقدر پر کہ وہ اذان بھی سُن رہے تھے اور اذان والے کے دیدار کا شرف بھی حاصل کر رہے تھے۔ مؤذن نے جب اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں انگوٹھوں کو اپنی آنکھوں پر رکھا اور کہا: قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ——— جب حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ اذان پڑھ چکے تھے، تو حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یا ابا بکر ہر کہ بکند چنیں کہ تو کردی	اے ابوبکر! جو شخص ایسا کرے گا،
خدائے بیامرزد گناہان جدید و قدیم	جیسا تو نے کیا ہے، خدا اُس کے
(رُوح البیان ج ۷، ص ۲۲۹)	گناہوں کو بخش دے گا۔

نام محمّد کتنا میٹھا میٹھا لگتا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا،

مَنْ سَمِعَ اِسْمِیْ فِی الْاَذَانِ	جو شخص اذان میں میرا نام سُنے اور
فَقَبَّلَ ظُفْرِیَّ اِبْهَامَیْهِ وَمَسَحَ	اپنے انگوٹھے چُوم کر آنکھوں سے
عَلٰی عَیْنَیْهِ لَمْ یَعْمُ اَبَدًا۔	لگائے گا، وہ کبھی اندھا نہ
(رُوح البیان ج ۷، ص ۲۲۹)	ہوگا۔

نامِ محمّد کتنا میٹھا میٹھا لگتا ہے

آنکھیں روشن سیّدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا شخص نے حضور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلّم کے دربارِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلّم! آپ دُعا فرمائیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ آنکھیں روشن کر دے، تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: جاؤ جا کر وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھو اور اُس کے بعد یہ دُعا مانگو،

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ	اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں
اِلَیْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ	اور نبیِ رحمت کے وسیلہ سے تیری طرف توجہ
یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ قَدْ تَوَجَّهْتُ	کرتا ہوں اے محمد صلی اللہ علیک وسلّم میں آپ کے
بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ	وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ
اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ۔	یہ میری حاجت پوری ہو جائے۔ اے اللہ میرے
(ابن ماجہ ص ۱۰۰ ترمذی ج ۱ ص ۱۹۷)	آپ کی سفارش قبول فرما۔

یہ وہ دُعا ہے جو حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے خود اپنے صحابی کو تعلیم فرمائی کہ جاؤ اگر آنکھوں کی بینائی چاہتے ہو تو دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد میرے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے آنکھیں طلب کرو — اور یا محمّد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) پکارو — اور آپ نے یہ دُعا تعلیم فرماتے وقت یہ نہیں فرمایا کہ اس دعا میں یا محمّد (صلی اللہ علیہ وسلّم) ہے لہٰذا اس کو صرف میرے سامنے بیٹھ کر ہی پڑھنا — بلکہ مطلق فرمایا کہ تمہارا جہاں جی چاہے جا کر میرے وسیلہ سے دُعا مانگو — اور یا محمّد یا محمّد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پُکارو — بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ صرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے زمانے ہی میں یا محمّد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کہا جا سکتا تھا — اب چونکہ آپ نے پردہ فرما لیا ہے، لہٰذا اب یا محمّد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) نہیں پکارنا چاہیے۔ (معاذ اللہ)

آؤ میں روایت پیش کرتا ہوں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے پردہ فرما لینے کے بعد بھی صحابہ کرام علیہم الرضوان یہ دعا مانگ کر یا محمّد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پکارتے رہے اور اس کا فیضان حاصل کرتے رہے۔

مُشکل کُشائی طبرانی نے معجم کبیر میں نقل کیا ہے کہ ایک شخص کو سیّدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ سے کچھ کام تھا مگر وہ توجہ نہ فرماتے تھے۔ اُس نے اپنی پریشانی کا ذکر حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے کیا تو انہوں نے وہی دعا، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے انہیں تعلیم فرمائی تھی، اُس پریشان حال شخص کو سکھلائی اور کہا کہ دو رکعت نفل ادا کر کے یہ دُعا پڑھو — چنانچہ اس پریشان حال شخص نے یہ دُعا پڑھی اور پھر خلیفۂ وقت سیّدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا — پہلے تو آپ اُس کی طرف توجہ ہی نہیں فرماتے تھے، مگر آج دُعا کا اثر یہ ہوا کہ سیّدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے پاس بٹھایا، اُس سے اُس کی حاجت و ضرورت دریافت کی اور اُسے پورا فرمایا اور پھر کہا تمہیں ہم سے جب بھی کوئی کام ہو تو آ جایا کرو، تمہاری ضرورت پوری ہو جایا کرے گی —

اس کے بعد وہ شخص وظیفہ بتانے والے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا، اور شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا:

جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا ط — اللہ آپ کو بہتر اجر عطا فرمائے

آپ کی بتائی ہوئی دعا سے میرا کام بن گیا۔ (جذب القلوب ص ۲۱۹)

نامِ محمد کتنا میٹھا میٹھا لگتا ہے

نہ کیونکر نام لوں ہر دم، تمہارا یا رسول اللہ
ہوئیں حل مشکلیں جس دم پکارا یا رسول اللہ

میرے نبی مشکل کشا ہیں اور آپ کا نام مبارک بھی مشکل کشا، دافع البلاء والوباء ہے۔ یہ نام مبارک ہر دکھ کی دوا ہے، بے سہاروں کا سہارا، بے آسروں کا آسرا ہے —

کیڈا سوہنا ناں محمد دا اس ناں دیاں ریساں کون کرے

یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "ادب المفرد" میں روایت نقل فرمائی ہے:

خَدِرَتْ رِجْلُ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ اُذْكُرْ مَنْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَيْكَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) (الادب المفرد ص ۴۳۲)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سن ہو گیا تو ایک شخص نے ان سے کہا کہ اسے یاد کریں جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہے، تو انہوں نے پکارا یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اس روایت کو قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے شفا شریف میں یوں نقل فرمایا کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سن ہو گیا، تو آپ سے کہا گیا:

اُذْكُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَيْكَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدَاهُ فَانْتَشَرَتْ۔ (شفا شریف ج ۲ ص ۱۸)

انہیں یاد کرو جو تم کو سب سے زیادہ پیارا ہے تو انہوں نے یا محمد کہا اور پاؤں درست ہو گیا۔

نہ کیونکر نام لوں ہر دم تمہارا یا رسول اللہ
ہوئیں حل مشکلیں جس دم پکارا یا رسول اللہ

بارانِ رحمت

سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں قحط پڑ گیا۔ تو ایک شخص نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار پرانوار پر حاضر ہو کر عرض کیا:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اسْتَسْقِ لِاُمَّتِكَ فَاِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوْا (جذب القلوب ص ۲۲۱)

یا رسول اللہ اپنی امت کے لیے بارش طلب فرمائیں اس لیے کہ وہ ہلاک ہو رہی ہے۔

غلام کی اس فریاد کے بعد حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے خواب میں زیارت بخشی اور فرمایا کہ تم عمر (رضی اللہ عنہ) کے پاس جانا اور

فَاقْرَءْهُ السَّلَامَ وَاَخْبِرْهُمْ سَيُسْقَوْنَ۔ (جذب القلوب ص ۲۲۱)

پس اسے میرا سلام کہنا اور لوگوں کو خبر دینا کہ بارش ہو جائے گی۔

نہ کیونکر نام لوں ہر دم تمہارا یا رسول اللہ
ہوئیں حل مشکلیں جس دم پکارا یا رسول اللہ

سامعینِ محترم! صحابہ کرام کا طریقہ تھا کہ وہ جب بھی آپ کو پکارتے تھے تو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر پکارتے تھے —— بلکہ شجر و حجر بھی یہی پکارا کرتے تھے۔

شجر و حجر

مولا مشکل کشا شیرِ خدا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپ مکہ مکرمہ کی ایک جانب تشریف لے گئے۔

فَمَا اسْتَقْبَلَهٗ شَجَرَةٌ وَّلَا جَبَلٌ قَالَ لَهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ (شفا ج ۱ ص ۲۰۱)

پس جو درخت، پہاڑ آپ کے
پس جو درخت، پہاڑ آپ کے سامنے آتا، تو وہ آپ سے کہتا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔

براد ضو نہیں تھا۔

را شرم آمد کہ لفظِ محمد بر زبانِ من
گزرد وقتِ کہ بے وضو باشم۔

مجھے شرم آتی ہے کہ بے وضو
لفظ محمد زبان پر لاؤں

(رُوح البیان ج ۷، ص۱۸۵)

سامعینِ محترم! یہ وہ نامِ مقدس ہے جس کو لینے سے پہلے چاہیے کہ بندہ خود کو جتنا پاکیزہ اور ستھرا کرلے، پھر بھی ہماری زبان اس قابل نہیں کہ نامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زبان پر لایا جاسکے ۔ یہ تو اُس اللہ ربّ العالمین جلّ وعلا کا کرم ہے کہ اس نے ہمیں اپنے محبوب کریم علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم کے نامِ مبارک کو زبان پر لانے کی اجازت مرحمت فرمادی

ہزار بار بشویم دہن بمشک و گلاب ؎
ہنوز نامِ تو گفتن کمال بے ادبی است

اگرچہ مشک و گلاب سے اپنا منہ ہزار بار بھی منہ دھولیا جائے، پھر بھی آپ کا نامِ مقدس زبان پر لانا کمال درجے کی بے ادبی ہے۔

تعظیم جس نے دل سے کی محمد کے نام کی
خالق نے اُس پہ آتشِ دوزخ حرام کی

بخش دیا

بنی اسرائیل میں ایک بدبخت شخص تھا جس نے مسلسل سو سال اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانی میں گزارے۔ جب وہ مرگیا تو لوگوں نے نہ اسے غسل دیا، نہ جنازہ پڑھا اور نہ ہی دفن کیا، بلکہ اس کی میت کو اُٹھا کر آبادی سے باہر گندگی کے ڈھیر پر پھینک دیا۔

فَاَوْحَی اللّٰهُ اِلٰی مُوْسٰی اَنْ اَخْرِجْهُ وَصَلِّ عَلَيْهِ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اُس کو وہاں سے نکال کر اس کا جنازہ پڑھیں۔

(خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۱۶ ۔ رُوح البیان ج ، ص ۱۸۵)

سامعینِ محترم! نامِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چومنے والے کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں ۔۔۔ اس نامِ مبارک کو چومنے والا کبھی اندھا نہ ہوگا۔ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پکارنے والے کی آنکھیں روشن ہوگئیں ۔۔۔ جسم کا سُن اور بے جان حصے میں جان آگئی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پکارنے سے بارانِ رحمت کا نزول ہوگیا ۔۔۔ اسی لیے تو مومن مسلمان، اپنے آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرتے ہیں۔ نعت شریف کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ صلوٰۃ وسلام کے تحفے پیش کرتے ہیں ۔۔۔ یہ وہ آقا ومولا ہیں، جن کی بارگاہ میں صرف انسان ہی نہیں ۔۔۔ جن و ملک ہی نہیں ۔۔۔ بلکہ شجر و حجر بھی سلام عرض کرتے ہیں ۔۔۔ اس نامِ مبارک سے محبت کرنے والے کا اونچا مقام ہے اور دوزخ کی آگ اس پر حرام ہے، اور ہمارا یہ ایمان ہے ؎

تعظیم جس نے کی ہے محمّد کے نام کی
اللہ نے اُس پہ آتشِ دوزخ حرام کی

تعظیم

سُلطان محمود غزنوی نے ایک روز اپنے خادمِ خاص سے کہا ۔۔ ایاز کے بیٹے! پانی لاؤ ۔۔۔ ایاز نے جب بادشاہ کے منہ سے یہ الفاظ سُنے، تو اسے فکر ہوا کہ شاید سُلطان محمود غزنوی میرے بیٹے سے ناراض ہے، جو آج اس نے میرے بیٹے کا نام لے کر نہیں بلایا ۔۔۔ بلکہ ایاز کا بیٹا کہا ہے ۔۔۔ بہرحال ایاز پریشان ہوگیا ۔۔۔ بادشاہ نے ایاز سے پوچھا کیا وجہ ہے تم پریشان کیوں ہو ۔۔۔؟ ایاز نے کہا شاہِ معظم! آج آپ نے میرے بیٹے کو بلایا، مگر اُس کا نام لے کر نہیں بلایا، بلکہ ایاز کے بیٹے کہہ کر بلایا ۔۔۔ مجھے فکر ہوا شاید میرے بیٹے سے کوئی گستاخی ہوئی ہے ۔۔ اُس نے کوئی بے ادبی کی ہے۔ سُلطان محمود غزنوی نے ایاز کی بات سُن کر کہا: اے ایاز! میں تمہارے بیٹے سے ناراض نہیں ہوں، بلکہ وجہ یہ تھی کہ تیرے بیٹے کے نام میں لفظ محمد آتا ہے اور جس وقت میں نے اُسے بلایا تھا، اُس وقت

Scanned with CamScanner

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے میرے مولا! یہ شخص تو بڑا بدکار تھا۔ پوری قوم نے اس کے بُرے کردار کی وجہ سے اِسے گندگی کے ڈھیر پر پھینک دیا۔

تو بارگاہِ خداوندی سے جواب آیا:

اَنَّہٗ ھٰکَذَا اِلَّا اَنَّہٗ کَانَ	ہاں یہ بدکار تھا، مگر جب وہ تورات پڑھتا
کُلَّمَا نَشَرَ التَّوْرَاۃَ وَنَظَرَ اِلٰی	تھا اور جب اُس کی نظر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
اِسْمِ مُحَمَّدٍ قَبَّلَہٗ وَوَضَعَہٗ عَلٰی	کے اسمِ مبارک پر پڑتی تو وہ اُسے چوم لیا کرتا تھا
عَیْنَیْہِ۔ (روح البیان ج ۷۔ ص ۱۸۵)	اور اپنی آنکھوں پر رکھتا تھا۔

نامِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکت سے اس گنہ گار کے سوسالہ زندگی کے گناہ بخش دیئے گئے اور وہ جنتی ہوگیا ؎

تعظیم جس نے دل سے کی ہے محمد کے نام کی
اللہ نے اُس پہ آتشِ دوزخ حرام کی

اسی لیے تو سرکارِ اعلیٰ حضرت بارگاہِ محبوبِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں عرض کرتے ہیں ؎

کروں تیرے نام پہ جاں فدا، نہ بس ایک جاں دوجہاں فدا
دو جہاں سے بھی جی بھرا، کیا کروں کروڑوں جہاں نہیں

اللہ رب العزت جل وعلا کے حضور دُعا ہے کہ ہمیں نامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ادب کی توفیق اور اس اسمِ مبارک کا فیضان بے پایاں عطا فرمائے اور ہم سیہ کاروں کے لیے باعثِ نجات اور توشۂ آخرت بنائے۔ آمین ثم آمین یا الٰہ العالمین۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ

مِیلادِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝ اَمَّا بَعْدُ ۝ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ ۝ صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ ۝ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ ط

یُوں تو سارے نبی محترم ہیں مگر سرورِ انبیاء تیری کیا بات ہے
رحمتِ دوجہاں اک تیری ذات ہے اے حبیبِ خدا تیری کیا بات ہے
رُوحِ کون ومکاں پہ نکھار آگیا سب کی بے چینیوں کو قرار آگیا
مرحبا مرحبا ہر کسی نے کہا، آمدِ مصطفیٰ تیری کیا بات ہے
چار سو رحمتوں کی گھٹا چھا گئی جیسے گلشن میں فصلِ بہار آگئی
دل کا غنچہ کھلا، اسمِ اعظم ملا، ذکرِ صلِّ علیٰ تیری کیا بات ہے
حضرتِ آمنہ کے دُلارے نبی، غم زدہ اُمتوں کے سہارے نبی
روزِ محشر کہے گی یہ خلقِ خدا، سب کے مشکل کُشا تیری کیا بات ہے

معزز سامعین! آج کی یہ نورانی وجدانی محفل حضور سید المرسلین، رحمۃ للعالمین، امام الانبیاء، حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے میلاد شریف کی محفل ہے۔ اللہ رب العزت جل و علا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں اس مقدس محفل میں حاضر ہونے کی توفیق بخشی مالک نے جسے جسے چاہا اپنے محبوبِ مکرم رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر شریف سننے کی سعادت عطا فرمائی ہے۔

دَر پہ بُلالیا

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی شریف میں ایک حکایت بیان فرمائی ہے کہ ایک امیر آدمی اپنے غلام کے ساتھ کہیں جا رہا تھا۔ چلتے چلتے راستہ میں دونوں کا گزر ایک مسجد کے قریب سے ہوا۔ مسجد سے اذان کی صدا بلند ہو رہی تھی۔ غلام جانتا تھا کہ اُس کا مالک دولت کے نشے میں اتنا بدمست ہے کہ دنیا کے مال کی فراوانی اس کو بارگاہِ خداوندی سے دُور کر چکی ہے۔ وہ دنیاوی مال و دولت حاصل کرنے کے بعد، عطا کرنے والے مولا کو بھول چکا تھا۔ اب وہ خود کو نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی ادائیگی میں مکمل آزاد سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہمیں ایسا مال نہ دے، جس کو حاصل کرنے کے بعد اللہ رب العزت کی بارگاہ سے دُوری ہو جائے۔

چنانچہ جب مسجد سے اذان کی آواز آئی تو غلام نے ڈرتے ڈرتے اپنے مالدار مالک سے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے گھر سے نماز کا بلاوا آیا ہے۔ اگر تو مجھے اجازت دے دے تو میں اپنے مالک کے حضور نماز کی ادائیگی کر لوں ـــ بے نماز امیر نے غلام کی درخواست کو قبول کر لیا اور کہا کہ جاؤ تم مسجد میں نماز پڑھ لو اور میں باہر تیرا انتظار کرتا ہوں ـــ اب یہ اللہ رب العالمین کی قدرت ہے کہ امیر مسجد سے باہر گلی میں بیٹھا ہے ـــ اور غریب غلام اپنے مالکِ حقیقی کی حضوری میں ہے ـــ غلام نے نماز پڑھی تو دل نے چاہا کہ اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے درود شریف کا نذرانہ بھی پیش کر لوں۔ بزرگ فرماتے ہیں کہ

نماز پڑھنے سے اگر محبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہو تو سمجھ لو، نماز قبول ہے۔ اور اگر نماز پڑھنے کے بعد دل میں محبتِ محبوبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر نہ ہو تو سمجھ لے کہ اس کی نماز قبولیت کے درجہ کو نہیں حاصل کر سکی۔

وہ بھی کوئی نماز ہے یار نہ ہو نماز میں

قلندر لاہوری علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے ؎

مجھے کام کیا تھا رکوع سے مجھے کیا خبر تھی سجود کی
تیرے نقشِ پا کی تلاش تھی جو جھکا رہا میں نماز میں

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی عظمت بیان کرتے ہوئے کہا،

ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری
کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری

میں عرض کر رہا تھا ـــ مالک باہر بیٹھا ہے ـــ اور غلام مسجد کے اندر نماز پڑھنے کے بعد درود شریف پڑھنے میں مشغول ہو گیا ـــ نمازی اپنی اپنی نماز سے فارغ ہو کر باہر نکلنا شروع ہو گئے ـــ بے نماز مالک جب نمازیوں کو نکلتا دیکھتا، تو اس کے تیور بدلتے جاتے۔ اور غصہ سے پیچ و تاب کھانے لگا کہ پتہ نہیں اُس کے غلام کو کیا ہو گیا ہے، وہ مسجد سے باہر نہیں آیا۔ اُس کی نماز ابھی مکمل ہی نہیں ہوئی۔

اَلْاِنْتِظَارُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ (انتظار قتل سے بھی شدید تر ہے)

بے نماز مالک کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا ـــ تو غصہ میں مسجد کے دروازے تک پہنچا اور اپنے غلام کو بلانے لگا ـــ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غلام کا نام سنقر تھا۔ مالک نے آواز دی سنقر تجھے کیا ہو گیا؟ جتنے نمازی تیرے بعد مسجد میں داخل ہوئے تھے، وہ نماز پڑھ کر چلے گئے ـــ لیکن تو ابھی تک باہر نہیں نکلا ـــ غلام کے کانوں میں

Scanned with CamScanner

مالک کی آواز پہنچی، تو مسجد کے دروازے کی طرف آیا۔ مالک نے جب اسے دیکھا تو غصہ میں اور اضافہ ہوگیا اور کہنے لگا : اے سنقر ! تجھے مسجد میں کس نے روک رکھا ہے ؟ تو مسجد سے نکلتا ہی نہیں ـــ غلام نے جواباً کہا ، ـــ مالک ـــ جس نے تجھے مسجد کے اندر آنے نہیں دیا ـــ وہ مجھے مسجد سے باہر نہیں آنے دیتا۔

سامعینِ محترم ! یہ محفل سُلطانِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ میرے آقا و مولیٰ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جسے جسے چاہا، اپنی بارگاہ میں بلالیا ہے۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے

جسے چاہا در پہ بلالیا، جسے چاہا اپنا بنالیا
یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے

بَلَغَ الْعُلیٰ بِکَمَالِہٖ　　کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ　　صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

محبوب کی محفل کو محبوب سجاتے ہیں
آتے ہیں وہی جن کو سرکار بلاتے ہیں

سامعینِ محترم ! یہ محفلِ مقدس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے میلاد کی محفلِ پاک ہے۔ یہ محفلیں یہ رونقیں کوئی نئی ایجاد نہیں ہے، بلکہ یہ روزِ ازل سے قائم ہوتی رہی ہیں۔ توحید کے جلسے بھی منعقد ہوئے، رسالت کی عظمتوں کے چرچے بھی ہوتے رہے۔

توحید کانفرنس

سامعینِ محترم اللہ تبارک وتعالیٰ نے عالمِ ارواح میں جملہ انسانوں کی روحوں کا ایک اجلاس منعقد فرمایا اور اُن سے اپنی ربوبیت الوہیت کا عہد لیا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے :

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُھُوْرِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ وَ — اور یاد کرو اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم جب تمہارے رب نے اولادِ آدم کی پشتوں سے

اَشْھَدَھُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ ۔ (پ ۹ - ع ۱۲) — اُن کی نسل کو نکالا اور انہیں خود ان جانوں پر گواہ بنایا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام نسلِ انسانی کی رُوحوں کو جمع کر کے فرمایا کہ جب میں تمہیں اچھی صورت دے کر دنیا میں بھیجوں اور میں تمہیں اپنے انعام واکرام سے نوازدوں تو تم میری نعمتوں کو پاکر تم مجھے اپنا رب تسلیم کروگے ؟

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ (پ ۹ - ع ۱۲) — کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں ؟

تو نسلِ انسانی کی سب ارواح نے عرض کیا :

قَالُوْا بَلٰی شَھِدْنَا ۔ — تو سب نے کہا ہاں ہم گواہ ہوئے

سب ارواح نے اللہ رب العزت کو اپنا خالق ومالک اور پروردگار تسلیم کیا ـــ اس کے بعد یہ اجلاس ختم ہوگیا۔

میلادِ مصطفیٰ کانفرنس

پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی ربوبیت اور توحید کا اقرار کروانے کے لیے جملہ انسانوں کی ارواح کو جمع کیا اور فرمایا اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ ـــ تمام ارواح نے عرض کیا ـــ بَلیٰ جلسہ اختتام پذیر ہوگیا ـــ مگر جب باری آئی محبوب مکرم رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے اجلاس کی۔ تو حکم ہوا توحید کے جلسے میں تو سب نیک وبد، مسلم غیر مسلم، یہودی نصرانی وغیرہ سب کی ارواح کو آنے کی اجازت تھی۔ اب یہ جلسہ میرے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے لیے منعقد ہو رہا ہے ـــ اس میں صرف انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی ارواح کو ہی آنے کی اجازت ہوگی۔ چنانچہ تمام انبیاء و مُرسلین علیہم السلام کی ارواح کو ایک مقام پر جمع کیا گیا۔ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے اس جلسے کا نقشہ عالمِ وجد میں کچھ اس طرح کھینچا ہے ؎

خدا خود میرِ مجلس بود، اندر لا مکاں خسرو
محمد شمعِ محفل بود، شب جائیکہ من بودم

اللہ تعالیٰ میرِ مجلس، تمام انبیاء مرسلین حاضرینِ محفل اور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم شمعِ محفل ـــــ بیان کرنے والا خدا ـــــ سننے والے انبیاء ـــــ جلسے کا موضوع ـــــ میلادِ مصطفیٰ ـــــ اور اُس جلسے کی کارروائی بیان کرنے والی کتاب ـــــ کتابِ ہدیٰ ہے

خدا ہے ذاکر میرے نبی کا کبھی نہ یہ ذکر ختم ہوگا
ازل سے میرے نبی کی محفل سجی ہوئی ہے سجی رہے گی

قرآن حکیم نے عالمِ ارواح میں انبیاء کرام علیہم السلام کے اجتماع کی کارروائی کو اس طرح بیان کیا ہے :

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ۝
(پ ۳ – ع ۱۷)

اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے پختہ وعدہ لیا کہ جو میں تم کو کتاب و حکمت عطا کروں، پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول جو تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور ان کی مدد کرنا۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا۔ سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو تم ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیۂ مقدسہ میں اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُس اجتماعِ عظیم کی یاد دلائی کہ اے محبوب صلی اللہ علیک وسلم اس نبیوں کے اجتماع کو یاد کرو کہ جب اللہ تعالیٰ نے سب انبیاء و مرسلین علیہم السلام عالمِ ارواح میں جمع فرماکر ارشاد فرمایا:

اے جماعتِ انبیاء جب میں تمہیں اعجازِ نبوت سے سرفراز کروں، تمہارے سر پر تاجِ نبوت چمک رہا ہو، تمہیں کتاب دوں حکمت عطا کروں اور تمہارے ماننے والے تمہارا کلمہ پڑھ رہے ہوں، تمہیں عزت و عظمت حاصل ہو اور اس حال میں میرے محبوبِ مکرم تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد ہو جائے، وہ شان والا رسول آجائے، جو تمہاری نبوت و رسالت کی کتاب و حکمت کی تصدیق کرے گا، مصدق بن کر آئے گا تو تم نبی ہونے کے باوجود اُن کا کلمہ پڑھ لینا اور اُن کی امداد و معاونت کرنا ـــــ

اس بیان کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تم اس بات کا اقرار کرتے ہو اور اس بھاری ذمہ داری کو اٹھاتے ہو، تمہیں یہ میرا حکم قبول ہے۔ سب نبیوں نے عرض کیا: مولا کریم! جب وہ تیرا پیارا رسول ہم میں جلوہ گر ہوگا تو ہم اُس کا کلمہ پڑھ لیں گے اس کی مدد کریں گے۔ جب نبیوں نے اقرار کیا تو اس کو مزید پختہ کرنے کے لیے فرمایا کہ تم اپنے اپنے اقرار پر ایک دوسرے کے لیے گواہ بن جاؤ۔ یعنی اے شیث! تم آدم کے گواہ بن جاؤ، اے نوح! تم شیث کے گواہ بن جاؤ۔ اے یعقوب! تم یوسف کے گواہ بن جاؤ اور اے سلیمان! تم داؤد کے گواہ بن جاؤ۔ اے موسیٰ! تم عیسیٰ کے گواہ بن جاؤ۔ سب ایک دوسرے کے گواہ بن جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

سامعینِ محترم! اللہ رب العزت کو معلوم تھا کہ میرا محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب نبیوں کا مصدق ہے اور مصدق تصدیق کرنے والے کو کہتے ہیں اور تصدیق کرنے والا بعد میں آیا کرتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ جانتا تھا کہ میرا محبوب خاتم النبیین ہے۔ یہ سب نبیوں کے بعد میں جلوہ گر ہوگا۔ پھر انہیں کیوں فرمایا کہ جب میرا رسول آجائے تو اُس کا کلمہ پڑھ کر اُس کو اپنا پیشوا اور مقتدا تسلیم کریں۔

تو سامعینِ محترم! اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ سب نبیوں سے اس لیے لیا کہ حضورِ اکرم رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و سرداری کا اعلان ہو جائے اور ہر نبی اپنے اپنے

دَورِ نبوت میں حضور سیّد الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کی مدح سرائی کرتا ہے ؎

اقصیٰ دے وچہ آقا میرے پڑھ کے نماز پچھے تیرے

نبیاں نوں دی ایہہ کہنا پیا تیرے جیہا کوئی نہیں

امام الانبیاء

چنانچہ معراج والی رب تبارک و تعالیٰ نے سب نبیوں کو مسجد اقصیٰ میں جمع فرمایا۔ اذان جبریل علیہ السلام نے پڑھی اور جبریل علیہ السلام نے کہا: اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ۔ اور سب نبیوں نے بھی اس کے جواب میں کہا: اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ ط سب نے آپ کا کلمہ پڑھ کر روزِ میثاق میں کیے ہوئے وعدے کو پورا کر لیا۔ اور آپ کے پیچھے نماز ادا کر کے مقتدی بنے اور آپ کی امامت و سیادت کو تسلیم کر لیا۔ اس مقام پر سرکارِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اگر اس معراج والی رات وہاں ہوتا، تو دست بستہ حضرات سے عرض کرتا ؎

انبیاء سے کروں عرض کیوں مالکو! | کیا نبی ہے تمہارا ہمارا نبی
ملکِ کونین میں انبیاء تاجدار | تاجداروں کا آقا ہمارا نبی
خلق سے اولیاء، اولیاء سے رُسُل | اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی

سامعین محترم! ہمارے خالق و مالک اللہ رب العالمین جل و علا نے عالمِ ارواح میں سب نبیوں کو جمع فرما کر رسولِ اعظم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کیا۔ پھر ہر نبی نے اپنے اپنے دَورِ نبوت میں حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چرچے کیے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کی تعمیر کو مکمل کر کے اس کی دیواروں کے پاس کھڑے ہو کر مالک الملک کے حضور عرض کیا:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

اے ہمارے پروردگار ان میں سے ایک برگزیدہ رسول انہیں میں سے بھیج تاکہ وہ انہیں تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور انہیں کتاب و

وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (پ ۱- ع ۱۵)

سکھائے اور انہیں پاک کر دے، بے شک تو ہی زبردست حکمت والا ہے۔

سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ماننے والوں کو جمع کیا اور انہیں ایک عظیم رسول ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد مبارک کی خوشخبری سنائی جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے:

وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ ط (پ ۲۸ - ع ۹)

اور میں خوشخبری سنانے والا ہوں ایک رسول کی، جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام احمد ہوگا۔

سامعین محترم! میلاد شریف کی محفل میں حضور سلطانِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد آمد کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ سب سے پہلے اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد آمد کا تذکرہ نبیوں کے اجتماع میں کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کو تعمیر کر کے عرض کی مولا! تیرا گھر میں نے بنا دیا ہے، اس کو آباد کرنے کے لیے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو بھیج دے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اعلان کیا کہ اے لوگو! میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ میرے بعد ایک شان والا رسول جلوہ گر ہوگا، جن کا نامِ نامی اسمِ گرامی احمد ہوگا۔

اسی لیے شاعر نے کہا ؎

خدا ہے ذاکر میرے نبی کا، کبھی نہ یہ ذکر ختم ہوگا

ازل سے میرے نبی کی محفل، سجی ہوئی ہے سجی رہے گی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا آئے گا۔ ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی مولا بھیج دے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اعلان فرمایا کہ وہ آنے والا ہے، سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتیوں نے کہا، وہ آگیا ؎

آگیا سوہنا کملی دی جھنب مار کے
جیہڑیاں راہواں بڑے دیکھدے رہ گئے

سُلطانِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا میلاد منانا اہلِ ایمان کا کام ہے۔ ذکرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کرنا مومن مسلمان کا حصّہ ہے۔ پیاسے کو پانی مل جائے تو وہ خوش ہو جاتا ہے — محب کو محبوب مِل جائے، تو وہ راضی ہو جاتا ہے — طالب کو مطلوب مل جائے تو اسے سکون مل جاتا ہے — پروانہ شمع کو دیکھ کر قربان ہو جاتا ہے۔ بلبل پھول کو سونگھ کر مست ہو جاتی ہے — مومن ذکرِ رسول سُن کر وجد میں آجاتا ہے

وہ لوگ خدا شاہد قسمت کے سکندر ہیں
جو سرورِ عالم کا میلاد مناتے ہیں

میلاد کی برکت سے دل کو سکون مل جاتا ہے، جس جگہ پر میلاد ہو اُس جگہ پر رحمتِ خداوندی کی برسات ہو جاتی ہے۔ میلاد کی برکت سے دُکھیوں کے دُکھ دُور ہو جاتے ہیں۔ بیماروں کو شفا، تنگدستوں کی تنگ دستی ختم ہو جاتی ہے — بے اولادوں کو اولاد اور بے مرادوں کو مراد مل جاتی ہے — میلاد کی برکت سے رحمتِ خداوندی کا نزول ہو جاتا ہے اگر اُن کا کرم ہو جائے تو حضور سیّد الانبیاء علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی جلوہ گری اور تشریف آوری ہو جاتی ہے۔ صاحبِ میلاد خود بھی رونق افروز ہو جاتے ہیں ؎

دیوانیو بیٹھے رہو، محفل نوں سجا کے تے
شاید میرے آقا دا ایتھوں دی گزر ہووے

یہ تو درست ہے کہ ہم گنہ گار اس قابل نہیں کہ محبوبِ کبریا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کرسکیں۔ ہمارے پاس نہ علم ہے نہ عمل، نہ صورت ہے نہ سیرت — مگر وہ آقا تو کریم ہیں، رحمۃ للعالمین ہیں — میرے محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں نہ رنگ دیکھا جاتا ہے نہ نسل دیکھی جاتی ہے۔ نہ قوم دیکھی جاتی ہے،

نہ تعداد دیکھی جاتی ہے، نہ دولت دیکھی جاتی ہے، نہ مال دیکھا جاتا ہے — بلکہ محض دلوں کا حال دیکھا جاتا ہے ؎

دیوانیو بیٹھے رہو، محفل نوں سجا کے تے
شاید میرے آقا دا ایتھوں دی گزر ہووے

ماڑی کلّی سی خوش بخت ایوب دی	جیھتے جا کے رُکی ڈاچی محبوب دی
نبویاں دا پر وسناں لے میرا نبی	کوٹھیاں تے چڑھے ویکھدے رہ گئے

بُریدہ کا قبولِ اسلام

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیّبہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ مشرکین مکہ نے اعلان کیا جو شخص مسلمانوں کے نبی کو قتل یا قید کر کے لائے گا، اُسے سو اونٹ بطورِ انعام دیئے جائیں گے۔ بریدہ اسلمی نے انعام کے لالچ میں آ کر اپنے قبیلہ کے ستر اشخاص کو ساتھ لیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تلاش کرنا شروع کیا۔ دن رات کی مسلسل کوشش سے آخرکار مدینہ طیّبہ کے قریب راستہ میں سلطانِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پا لیا اور اپنے بُرے ارادے کی خاطر آپ کے پاس پہنچا۔ حضور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بریدہ اسلمی کو مسلح ستر افراد کے ہمراہ دیکھا تو فرمایا تو کون ہے، تیرا نام کیا ہے اور تو کس قبیلے سے تعلق رکھتا ہے۔ بریدہ اسلمی جو کہ بُرے ارادے سے آیا تھا، آپ کی گفتگو کی شیرینی سے اتنا متاثر ہوا کہ وہ آپ کو گرفتار کرنے کی بجائے زلفِ محبوب کا اسیر ہو گیا اور عرض کرنے لگا، سرکار آپ کا تعارف کیا ہے؟ تو حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ (میں محمد بن عبداللہ، اللہ کا رسول ہوں)

آپ کا یہ فرمانا تھا کہ بریدہ اسلمی کی تقدیر بدل گئی، اور باوازِ بلند پکار کر کہنے لگا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ بریدہ نے کلمہ پڑھا اور ان کے تمام ساتھیوں نے بھی کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کیا اور غلامیٔ رسول میں آ گئے

حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ اپنے ستر ساتھیوں کے ہمراہ سُلطانِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ طیبہ کی جانب چلنے لگا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم مدینہ طیبہ قریب آ رہا ہے اور میرا شوق ہے کہ آپ کے ہمراہ جھنڈا بھی ہونا چاہیے۔

قربان جاؤں اُس صحابیٔ رسول کی عظمت پر جو بریدہ سے حضرتِ بریدہ رضی اللہ عنہ بن گئے۔ حضور سُلطانِ مدینہ سُرورِ سینہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر اپنے سر سے پگڑی اتاری اور اسے پھاڑ کر اپنے نیزے پر لگا کر جھنڈا بنا لیا۔

اِدھر اہلِ مدینہ کو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ طیبہ میں آمد کی اطلاع ہو چکی تھی۔ عاشقانِ مصطفےٰ ہر روز مدینہ طیبہ کی چوٹیوں پر چڑھ جاتے۔ آفتابِ جمالِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طلوع کے منتظر رہتے اور سورج بلند ہو جاتا اور گرمی کی شدت اختیار کر لیتی تو اپنے گھروں کو واپس چلے جاتے۔

اچانک ایک روز جب غلامانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتظار کے بعد اپنے گھروں سے واپس چلے جا رہے تھے، تو ایک یہودی کی نظر سُلطانِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں پر پڑی، تو اُس نے آواز دی کہ اے مدینہ والو! اب وہ آ رہے ہیں تمہارے مقصود و مقصود ــــ چنانچہ اس آواز سے سب کے دلوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ــ اہلِ مدینہ آپ کے استقبال کے لیے جمع ہو گئے ؎

بن گئی بات اُن کا کرم ہو گیا
شاخِ نخلِ تمنا ہری ہو گئی

فرش پر بھی ہوا ذکرِ صلِّ علیٰ — عرش پہ ہوا چرچا سرکار کا
ہر طرف سج گئی محفلِ مصطفےٰ — ہر طرف یا نبی یا نبی ہو گئی

تمام غلامانِ مصطفےٰ نے آپ کا استقبال کیا اور ہر جوان بوڑھے، عورت مرد چھوٹے بڑے کی زبان پر یہ وِرد جاری ہو گیا؛

جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَجَآءَ نَبِیُّ اللّٰہِ ط

اللہ کے رسول آ گئے اور اللہ کے نبی آ گئے

حضور سُلطانِ مدینہ سرورِ سینہ صلی اللہ علیہ وسلم ربیع الاوّل شریف کے مقدس مہینہ میں بروز پیر مدینہ طیبہ میں جلوہ گر ہوئے تو سب سے پہلے بنی عمر بن عوف کے مکانوں کو شرف حاصل ہوا، جہاں حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیام فرمایا۔ ان مکانات کے قریب ہی مسجدِ قبا شریف کی بنیاد رکھی ـ مقامِ قبا میں چار روز قیام کے بعد آپ نے مدینہ منورہ کے اندر داخل ہونے کا ارادہ فرمایا۔

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبا والوں کے حق میں دعائے خیر فرما کر مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہونے لگے، تو سارے مدینے کو دلہن کی طرح سجایا گیا ــ ہر طرف ایک جشن کا سماں بندھ گیا۔ آپ کے انوار سے سارا مدینہ منور ہونے لگا۔ مدینہ طیبہ میں ہر ایک شخص کی یہ خواہش تھی کہ سلطانِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے گھر میں قیام فرمائیں۔

مدینہ طیبہ کی پاک بستی میں رہنے والا ایک عاشقِ رسول، جس کے سینے میں محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا طوفان برپا تھا، جس کا نام ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہے، اپنے گھر کی طرف نظر کرنے لگا کہ میرے گھر میں اتنا اعلیٰ بستر نہیں جو حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بچھایا جائے۔ نہ مال نہ دولت کی فراوانی تھی جس سے آپ کی میزبانی کا شرف حاصل کیا جا سکے۔ اپنی بے سروسامانی کو دیکھ کر اس عاشق کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ پھر میزبان نے مسبب الاسباب رحیم و کریم مولا کی بارگاہ میں دستِ سوال دراز کیا ـــ مولا کریم! یہ تو درست ہے کہ میں غریب ہوں، لیکن تُو تو غریب نواز ہے ـــ مولا ـــ میں تو آسودہ حال نہیں ہوں ـــ مگر تیرا محبوب تو لجپال ہے ـــ مولا! میں تو مسکین ہوں، مگر تیرا محبوب تو رحمۃ للعالمین ہے۔

سُنا ہے آپ ہر عاشق کے گھر تشریف لاتے ہیں
میرے گھر میں بھی ہو جائے چراغاں یا رسول اللہ

ناں میں سوہنی ناں زر پلے، کراں میں ناز کس گلے
سوہنے دیاں اُچیاں شاناں میں سنگدی رہندی

مالدار لوگ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لینے کے لیے چلے آئے، اہلِ ثروت دعوت دینے کے لیے پیش ہوگئے۔ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اپنی مرضی سے کسی گھر میں قیام نہیں کریں گے۔ ہماری اونٹنی مامور من اللہ ہے، ہم اس کی مہار چھوڑ دیتے ہیں، یہ جس کے دروازے پر بیٹھ جائے گی، ہمارا قیام اس کے مکان میں ہوگا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ کی پاک بستی کی طرف بڑھے — دائیں بائیں انصار کے مسلح نوجوان تھے۔ غلامانِ مصطفےٰ جلوس کی شکل میں پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔

فَصَعِدَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ فَوْقَ — پس مرد اور عورتیں مکانوں کی چھتوں پر چڑھے
الْبُيُوْتِ وَتَفَرَّقَ الْغِلْمَانُ — اور بچے راستہ میں (خوشی سے دوڑتے) تھے،
فِي الطَّرِيْقِ وَيُنَادُوْنَ يَا مُحَمَّدُ — اور پکار پکار کر کہتے تھے یا محمد،
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ (مسلم ص۴۱۹ ج۲) — یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)

اور چھوٹی چھوٹی بچیوں نے جب سلطانِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آتے دیکھا تو انہوں نے یہ اشعار پڑھے ؎

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا — مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا — مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعِ

وہ دیکھو ثنیات الوداع کی پہاڑیوں سے چودھویں کا چاند ہم پر جلوہ فگن ہوگیا۔ ہم پر اُس کا شکر ادا کرنا واجب ہے جس نے اپنی آواز کو خدا کی طرف بلانے کیلئے واجب کر رکھا ہے۔

اور ایک پنجابی شاعر نے اس کی ترجمانی یوں کی ہے ؎

چڑھیا نی چڑھیا چن چودھویں رات دا
اوہ ٹریا آوندا اے دولہا برات دا

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اُس زمانہ میں آٹھ یا نو سال کا تھا۔ آپ کی آمد سے مدینہ منورہ کے در و دیوار ایسے منور اور روشن ہوگئے جس طرح آفتاب طلوع کرتا ہے ؎

مسلمانوں کے بچے بچیاں مسرور تھے سارے
گلی کوچے خدا کی حمد سے مسرور تھے سارے
نبوت کی سواری جس طرف سے ہوتی جاتی تھی
درود و نعت کے نغمات کی آواز آتی تھی

مدینے کے تاجدار کی سواری چلتی گئی۔ نہ جانے عاشقانِ مصطفےٰ نے، اُونٹنی کو اپنے دروازے پر روکنے کے لیے کتنے جتن کئے ہوں گے، کتنی معروضات کی ہوں گی کہ اے ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری ہمارے دروازے پر بیٹھ جا۔ ہمارے دروازے پر بیٹھ جا، لیکن سواری گزرتی گئی — مالداروں کے دروازوں سے گزر گئی۔ عالیشان مکانوں کے پاس سے گزر گئی اور آج مسجد نبوی جہاں ہے، اس کے قریب ایک غریب ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بیٹھ گئی۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے جب تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُونٹنی کو اپنے دروازے پر بیٹھا دیکھا تو خوشی کی انتہا نہ رہی، جلدی سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامان کو اونٹنی سے اتار کر اپنے گھر لے گئے اور سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا؛

اَلْمَرْءُ مَعَ رَحْلِهٖ - (مدارج النبوۃ باب ۴، ج ۲) — آدمی کی وہی اقامت گاہ ہوتی ہے جہاں اُس کا سامانِ سفر ہو۔

سُنا ہے آپ ہر عاشق کے گھر تشریف لاتے ہیں — میرے گھر میں بھی ہو جائے چراغاں یارسول اللہ

اے ابوایوب انصاری پر کرم فرمانے والے آقا — اے حلیمہ کے گھر کو منور کرنے والے مولا — اے ام معبد کی کلی کو عرش بنانے والے دولہا — اے بلال حبشی کو سینے لگانے والے — اے اویس قرنی کو دولتِ دیدار عطا فرمانے والے ؎ میرے گھر میں بھی ہو جائے چراغاں یارسول اللہ

وما علینا الا البلاغ المبین۔

Scanned with CamScanner

نعمتِ عظمیٰ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَ
اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ۝ اَمَّا بَعْدُ ط فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ
الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ
اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ
الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝
صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلٰنَا الْعَظِیْمِ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ
الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ ۝

اُن کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں — جس راہ چل دیئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں
جب آ گئی ہیں جوشِ رحمت پہ اُن کی آنکھیں — جلتے بجھا دیئے ہیں روتے ہنسا دیئے ہیں
اک دل ہمارا کیا ہے آزار اس کا کتنا! — تم نے تو چلتے پھرتے مُردے جلا دیئے ہیں
میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا! — دریا بہا دیئے ہیں دُربے بہا دیئے ہیں
اُن کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو — جب یاد آ گئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں
ہم سے فقیر بھی اب پھیری کو اُٹھتے ہوں گے — اب تو غنی کے در پر بستر لگا دیئے ہیں
اللہ رے کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا! — رو رو کے مصطفےٰ نے دریا بہا دیئے ہیں
ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلّم — جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

معزز سامعین! میں نے آپ حضرات کے سامنے قرآن مجید فرقانِ حمید کے چوتھے پارے اور آٹھویں رکوع کی ایک آیۂ مقدسہ کی تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیا۔ آج کے اس مقدس اجتماع میں پہلے اس کا لفظی ترجمہ اور پھر اس کی تشریح و تفسیر بیان کی جائے گی۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دُعا ہے کہ ہمیں قرآن کریم سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ	بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنین پر احسان
اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ	فرمایا کہ جب ان میں انہیں میں سے ایک
اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ	رسول بھیجا جو ان پر اللہ کی آیتیں تلاوت
وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ	کرتا ہے اور وہ انہیں پاک کرتا ہے، اور
وَالْحِکْمَةَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ	کتاب و حکمت سکھاتا ہے، اگرچہ وہ اس
لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ (پ۴ - ع۸)	سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

سامعینِ محترم! اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہم پر لاتعداد احسانات فرمائے ہیں، اُس نے ہمیں ظاہری باطنی نعمتوں سے نوازا ہے۔ زمین کو ہمارے لیے بچھونا، آسمان کو چھت بنایا، آسمان سے بارانِ رحمت نازل فرما کر زمین میں سے طرح طرح کے میوہ جات کو اگایا۔ چاند، سورج، ستارے، جمادات، نباتات اور حیوانات کو ہمارے لئے پیدا فرمایا۔ اس خالق و مالک کی ہم پر اتنی نوازشات ہیں کہ ہم انہیں شمار نہیں کر سکتے جیسا کہ خود خالق کائنات کا ارشادِ مبارک ہے، وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (پ۱۳ ع۱۷) اور اگر اللہ کی نعمتوں کو گننے لگو، تو شمار نہ کر سکو گے۔

ہم اس خالق و مالک کے انعامات کو شمار کرنا چاہیں تو ہرگز شمار نہیں کر سکتے۔ یہ اُس کا خاص کرم ہے کہ اس نے ہمیں انسان بنایا، پھر مسلمان بنایا اور یہ اس کی رحمت ہے کہ اُس نے ہمیں حضور سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمّتی اور غلام بنایا۔

احسانِ عظیم

سامعین محترم! لاتعداد نعمتوں سے نوازنے والے مولا نے ہم پر جتنے احسانات کیے ہیں، ان میں سے کسی نعمت کو عطا فرمانے کے بعد یہ نہیں فرمایا کہ اے بندے! میں نے تجھ پر احسان کیا، تجھے آنکھیں دیں، زبان عطا فرمائی، سننے کے لیے کان، پکڑنے کے لیے ہاتھ، چلنے کے لیے پاؤں دیے۔ ہاں ایک ہی ایسی نعمت عطا کی ہے، ایک ہی عظیم انعام ہے جس کے عطا کرنے کے بعد خالقِ کائنات نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تم پر احسان کیا۔ ارشادِ خداوندی ہے،

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ — تحقیق اللہ نے مومنوں پر احسان فرمایا۔

اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا ۝ — جب ان میں سے ایک رسول بھیجا۔

سامعین محترم! ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اس کائنات میں جلوہ گر ہونا رب کائنات کا سب سے بڑا انعام اور مہربانی ہے کہ اس نے ہمیں اپنے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرما دیا اور یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر احسانِ عظیم ہے۔ اس لیے دنیا میں اگر کوئی کسی پر مہربان ہو جائے، تو اس کو اپنا مال دے سکتا ہے ___ دولت دے سکتا ہے ___ جائیداد دے سکتا ہے ___ مکان دے سکتا ہے ___ دکان دے سکتا ہے ___ خزانہ دے سکتا ہے ___ سونا دے سکتا ہے ___ چاندی دے سکتا ہے، مگر کوئی کسی کو اپنا یار نہیں دیتا ___ بلکہ دینا تو بہت بڑی بات ہے، محب اپنے محبوب کو دکھانا بھی گوارا نہیں کرتا۔

ایک ہندی شاعر نے ایک مجازی عشق کرنے والے عاشق کی حالت کو اس طرح بیان کیا ہے وہ کہتا ہے ؎

تو جو نینوں میں آبسے، تو نیناں ڈھانپ لوں
نہ میں پھر اور کو دیکھوں نہ تورے دیکھن دوں

یعنی اے میرے محبوب! اگر تو کبھی میری آنکھوں میں آجائے، تو میں اپنی

آنکھوں کو بند کرلوں اور پھر نہ خود کسی کو دیکھوں۔ اور نہ ہی کسی کو تجھے دیکھنے کی اجازت دوں۔

محب اپنے محبوب کو دیکھنے کی اجازت نہیں دیا کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر یہ کتنا احسان فرمایا کہ اس نے ہمیں اپنے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے درمیان مبعوث فرما دیا۔

معجزۂ معراج مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر آپ سنتے رہتے ہیں۔ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آسمانوں پر کیسے پہنچے؟ میں کہا کرتا ہوں کہ تم تو کہتے ہو پہنچے کیسے؟ میں کہتا ہوں کہ وہ آئے کیسے؟ یہ تو اللہ کریم کا کرم ہے کہ اُس نے اپنا محبوب ہمیں عطا فرما دیا۔

احسان مومنین پر

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالمین کے لیے بھیجا، مگر احسان صرف مومنین کو جتلایا۔ یہ اس لیے فرمایا کہ سرکار آئے تو کل جہان کے لیے ہیں مگر قربِ خاص ہے صرف مومنین کے لیے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے مومنوں پر احسان فرمایا وَاَبْعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا ان میں اپنا رسول بھیجا۔ اب جو مومن ہیں، وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ کے محبوب ہم میں جلوہ گر ہیں، وہ ہمارے قریب ہیں، وہ حاضر و ناظر ہیں ___ وہ آقا ہمارے پاس ہیں ___ وہ بظاہر تو مدینے میں ہیں، مگر بباطن ہر مومن کے سینے میں ہیں۔

شاعر نے مومنوں کے اس عقیدے کو اس طرح بیان کیا ہے ؎

سُنا ہے رہتے ہیں آقا فقط مدینے میں،
غلط ہے رہتے ہیں وہ عاشقوں کے سینے میں

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر حضور حاضر و ناظر ہیں تو ہمیں دکھاؤ، تو یاد رکھو ؎

Scanned with CamScanner

انداز حسینوں کو سکھائے نہیں جاتے
اُمّی لقبی جو ہوں وہ پڑھائے نہیں جاتے
ہر ایک کا حصّہ نہیں دیدار کسی کا
بُوجہل کو محبوب دکھائے نہیں جاتے

محبوبِ مکرّم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا دیدار مومنوں اور عاشقوں کا حصّہ ہے۔ اس محبوبِ کبریاؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھنے والی صدیق والی آنکھ کی ضرورت ہے، عمرؓ والی محبّت چاہیے، عثمانؓ والا ایثار چاہیے، علیؓ والا پیار چاہیے ـــــ جنہیں رومیؒ والا عشق اور جامیؒ والا سوز حاصل ہے، وہ آج بھی رُخِ محبوب صلّی اللہ علیہ وسلّم کے جلووں کا نظارہ کر رہے ہیں اور پکار پکار کر کہہ رہے ہیں ؎

دَم بدم پڑھو درُود ـــ حضرت بھی ہیں یہاں موجود
بے شک محمّد مصطفےٰ ـــ صلِّ علیٰ محمّد

سُورج چوتھے آسمان پر رہ کر ساری زمین کو روشن کر رہا ہے۔ میرے آقا مدینے میں جلوہ گر رہ کر ہر مومن کے سینے کو منوّر فرما رہے ہیں

رحمت ہی رحمت

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے مومنوں پر احسان کیا کہ اُن میں اپنا رسول بھیجا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیگر جتنی نعمتیں عطا فرمائی ہیں، اُن پر احسان نہیں جتلایا ـــــ اس لیے کہ وہ نعمتیں کبھی کبھی ہمارے لیے زحمت بھی بن جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر عرض کرتا ہوں؛ سُورج اللہ کی نعمت ہے، مگر جب اس سے گرمی زیادہ ہو جائے، تو بعض دفعہ اس سے انسان مر بھی جاتے ہیں ـــــ ہوا نعمت ہے، اگر اس کی رفتار تیز ہو جائے تو اس سے مکان گر جاتے ہیں ـــــ آگ نعمت ہے، اس سے ہمارے لیے کھانا پکتا ہے۔ اس سے بے شمار کام لیے جاتے ہیں ـــــ مگر آگ اگر چولہے سے نکل کر چھت

کو لگ جائے تو سارا گھر جل جاتا ہے ـــــ پانی نعمت ہے اسے سبھی پیتے ہیں، فصلوں کو دیتے ہیں اور بہت سے کام آتا ہے ـــــ لیکن جب دریا سے باہر نکل آئے تو ہر چیز کو تباہ کر دیتا ہے ـــــ اولاد نعمت ہے، لیکن خدا نہ کرے اولاد اگر نالائق ہو تو والدین کے سکون کو برباد کر دیتی ہے ـــــ مال نعمت ہے، لیکن کئی دفعہ یہ ایسا وبالِ جان بنتا ہے کہ صاحبِ مال کی جان لے لیتا ہے ـــــ اسی طرح نعمت کسی زحمت کی صورت بھی اختیار کر لیتی ـــــ یہ صرف اور صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کے محبوبِ مکرّم رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ذات ہے جو رحمت ہی رحمت ہے

یوں تو سارے نبی محترم ہیں مگر سرورِ انبیا تیری کیا بات ہے
رحمتِ دو جہاں اک تری ذات ہے اے حبیبِ خدا تری کیا بات ہے

سرکارِ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہٗ بارگاہ رحمۃ للعالمین صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت یوں بیان کرتے ہیں ؎

اُن کی مہک نے دل کے غنچے کھِلا دیئے ہیں
جس راہ چل دیئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

نبی کا صَدَقہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ہی وہ ذاتِ اقدس ہے، وہ نعمتِ عظمےٰ ہے جن کے فیضان اور انوار و عنایات سے ساری مخلوقِ خدا فیضیاب ہو رہی ہے۔

مومنوں کو ایمان ملا تو نبی کے در سے ملا ـــــ قاریوں کو قرآن ملا تو نبی کے در سے ملا ـــــ اہلِ یقین کو ایقان ملا تو نبی کے دَر سے ملا ـــــ عارفوں کو عرفان ملا تو نبی کے در سے ملا ـــــ متلاشیانِ حق کو حق کا در ملا تو نبی کے در سے ملا ؎

لا و ربِّ العرش جس کو جو ملا اُن سے ملا !
بٹتی ہے کونین میں دولت رسول اللہ کی

خیرات دیتا ہے خدا ہر وقت تیرے نام کی
جس کو ملا، جو کچھ ملا، جتنا ملا صدقہ تیرا

ولیوں کو ولایت ملی تو صدقہ مدینے والے کا ـــــ قطبوں کو قطبیت ملی تو صدقہ مدینے والے کا ـــــ غوثوں کو غوثیت ملی تو صدقہ مدینے والے کا ـــــ اماموں کو امامت ملی تو صدقہ مدینے والے کا ـــــ شہیدوں کو شہادت ملی تو صدقہ مدینے والے کا ـــــ ابوبکر کو صداقت ملی تو صدقہ مدینے والے کا ـــــ عمر فاروق کو عدالت ملی تو صدقہ مدینے والے کا ـــــ عثمانِ غنی کو سخاوت ملی تو صدقہ مدینے والے کا ـــــ علی المرتضیٰ کو شجاعت ملی تو صدقہ مدینے والے کا۔ صحابہ کرام کو صحابیت ملی تو صدقہ مدینے والے کا ـــــ نبیوں کو نبوت ملی تو صدقہ مدینے والے کا ـــــ رسولوں کو رسالت ملی تو صدقہ مدینے والے کا۔

جس کو ملا جو کچھ ملا، جتنا ملا صدقہ تیرا

قربان جاؤں اے میرے محبوب! میرے آقا میرے مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرے کرم پر، تو نے آدمی کو انسان کر دیا ـــــ انسان کو مسلمان کر دیا ـــــ مسلمان کو سلمان کر دیا ـــــ صاحبِ ایمان کو کل ایمان کر دیا ـــــ سفر کو ہجرت کر دیا ـــــ صداقت کو شہادت کر دیا ـــــ موت کو زندگی کر دیا ـــــ زندگی کو بندگی کر دیا ـــــ اسلام کو دینِ فطرت کر دیا ـــــ ایمان کو عادت کر دیا ـــــ عادت کو عبادت کر دیا ـــــ چرواہوں کو صاحبِ تاج کر دیا ـــــ نماز کو معراج کر دیا ـــــ بے زر کو ابوذر کر دیا ـــــ ابوبکر کو صدیق ـــــ عمر کو فاروق ـــــ عثمان کو غنی ـــــ اور علی کو حیدر کر دیا۔ تیرے نور نے کل کائنات کو منور کر دیا۔

جس کو ملا، جس کچھ ملا، جتنا ملا صدقہ تیرا

سخی کون؟

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

هَلْ تَدْرُوْنَ مَنْ اَجْوَدُ جُوْدًا — کیا تم جانتے ہو کہ سب سے بڑا سخی کون ہے؟

فَقَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔ — صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں

پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللّٰهُ تَعَالٰی اَجْوَدُ جُوْدًا ثُمَّ اَنَا اَجْوَدُ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ (مشکوٰۃ ص۳۷۲) — سب سے بڑا سخی اللہ ہے اور پھر اولادِ آدم میں سب سے بڑا سخی میں ہوں۔

جس کو ملا، جو کچھ ملا، جتنا ملا صدقہ تیرا

کلیم اللہ علیہ السلام

سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا کے تحت فرماتے ہیں کہ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو بارگاہِ خداوندی سے توریت کی تختیاں عطا ہوئیں، تو آپ خوش ہوئے اور اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عرض کی مولا! تو نے مجھے ایسی کرامت کے ساتھ سرفراز فرمایا کہ مجھ سے پہلے کسی کو اس کے ساتھ مکرم نہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے کلیم اللہ! چونکہ ہم نے تیرے قلب کو متواضع پایا، لہٰذا اپنے کلام سے مشرف فرمایا:

فَخُذْ مَا اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشَّاكِرِيْنَ وَمُتْ عَلَى التَّوْحِيْدِ وَعَلٰى حُبِّ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (معارج النبوۃ رکن دوم ص۱۳) — پس جو کچھ ہم نے تجھے دیا ہے اُس کا شکریہ ادا کرو اور توحید اور محبتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جان دینا۔

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا الٰہی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں جن کی محبت تیری توحید سے مقرون ہے۔ ارشاد ہوا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ ہیں

جن کا نام نامی اسمِ گرامی زمین و آسمان کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے میں نے عرش پر لکھا ہے۔ تم اگر میری بارگاہ کا قرب چاہتے ہو تو ان پر درود بکثرت بھیجا کرو۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے آگاہ فرما کہ وہ کون ہیں جن کے بغیر تیرے دربار میں قرب حاصل نہیں ہو سکتا۔ تو ارشاد ہوا:

لَوْلَا مُحَمَّدٌ وَّاُمَّتُهٗ لَمَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَلَا النَّارَ وَلَا الشَّمْسَ وَلَا الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلَ وَلَا النَّهَارَ وَمَلَكًا مُقَرَّبًا وَلَا نَبِيًّا مُرْسَلًا وَلَا اِيَّاكَ۔

اگر میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُن کی اُمت نہ ہوتی، تو میں جنت و دوزخ، چاند اور سورج، رات اور دن اور مقرب فرشتے، انبیاء اور رُسل پیدا نہ کرتا اور نہ ہی تجھے پیدا کرتا۔

(معارج النبوۃ رکن دوم ص۱۳)

شاعرِ اسلام مولانا حاجی محمد یوسف نگینہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کی ترجمانی اس طرح فرمائی ہے ؎

ایہہ دھرتی نہ بندی نہ اَسمان بندا
جے پیدا نہ عرشاں دا ایہمان بندا
ناں شمس و قمر کہکشاں نہ ستارے
ناں جنت نہ جنت دا سامان بندا
ایہہ جلوے ایہہ منظر ایہہ رنگین نظارے
محمد دے ہونے تھیں ہونے نے سارے
جے پیدا نہ ہوندے محمد پیارے
نہ ظاہر کدی آپ رحمان ہندا

سامعینِ محترم! ساری کائنات کی رنگینی، کل جہان کی ساری آبادی، یہ ساری رونقیں، برکتیں، رحمتیں سب صدقہ رحمتِ دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے ؎

خیرات دیتا ہے خدا، ہر وقت تیرے نام کی
جس کو ملا جو کچھ ملا، جتنا ملا صدقہ تیرا

ایک اور شاعر کہتا ہے ؎

گدا کی اوقات ہے یہ کتنی، حقیقتاً ہے یہ بات اتنی
خدا ہے دیتا نبی کا صدقہ، نبی کا صدقہ ہی کھا رہے ہیں

اُمِّ معبد کی بکری

سامعینِ محترم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ روانہ ہوئے۔ آپ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام عامر کے ہمراہ جا رہے تھے اور آپ کا گزر حضرت اُمّ معبد رضی اللہ عنہا کے خیمے پر ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمِّ معبد کے خیمے میں ایک بکری کھڑی دیکھی اور فرمایا کیا یہ بکری دودھ دیتی ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں، یہ دُودھ نہیں دیتی اور یہ نہایت لاغر اور کمزور ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اجازت دو، تو ہم اس بکری کا دودھ دوہ لیں۔ ام معبد نے عرض کی اگر یہ اس قابل ہے تو اس سے ضرور دودھ حاصل کر لیں۔

فَدَعَا بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَسَحَ بِيَدِهٖ ضَرْعَهَا وَسَمَّى اللّٰهَ تَعَالٰى وَدَعَا لَهَا فِيْ شَاتِهَا۔

(مشکوٰۃ ص۵۴۴)

تو اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلایا اور اُس کے تھنوں پر اپنا ہاتھ پھیرا، پھر اللہ تعالیٰ کا نام لیا اور اُن کے لیے ان کی بکری کے لیے دُعا فرمائی۔

چشمِ فلک نے یہ نظارہ دیکھا کہ اس بکری کے خشک تھن دُودھ سے بھر گئے اور سب نے خوب سیر ہو کر پیا اور حضرت اُمّ معبد رضی اللہ عنہا کے گھر کے سارے برتن بھر گئے ؎

خدا دیتا ہے صدقہ نبی کا
نبی کا صدقہ ہی کھا رہے ہیں

اکیس ۲۱ کھجوریں

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک غزوہ کے موقع پر لشکرِ اسلام کے پاس کھانے کے لیے کچھ نہ رہا، تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کے لیے موجود ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں میرے پاس چند کھجوریں ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، انہیں لے آؤ۔ میں نے وہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیں جو تعداد میں اکیس ۲۱ تھیں۔ آپ نے ان پر اپنا دستِ مقدس رکھ کر دُعا فرمائی اور پھر فرمایا کہ دس آدمیوں کو بلاؤ۔ میں نے بلایا وہ آئے اور پیٹ بھر کھا کر چلے گئے۔ اسی طرح دس دس آدمی آتے رہے اور سیر ہو کر کھاتے رہے، حتیٰ کہ سارے لشکر نے کھائیں اور جو باقی رہ گئیں تو مجھ سے فرمایا، اے ابوہریرہ! ان کو ان کے توشہ دان میں رکھ لو اور جب چاہو ہاتھ ڈال کر نکال لیا کرو، لیکن توشہ دان نہ انڈیلنا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فَأَكَلْتُ مِنْهُ حَيَاةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَلَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ انْتُهِبَ مَا فِي بَيْتِي فَانْتُهِبَ الْمِزْوَدُ۔

میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے اور ابوبکر صدیق عمر و عثمان کے عہد تک اس توشہ سے نکال کر کھاتا رہا اور جب عثمان غنی شہید ہوئے تو وہ توشہ دان میرے گھر سے چوری ہو گیا۔

(خصائص الکبریٰ ص۵۱ ج۲)

خُدا دیتا ہے نبی کا صدقہ
نبی کا صدقہ ہی کھاتے ہیں

سات کھجوریں

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ تبوک میں ایک رات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، اے بلال! کیا تمہارے پاس کچھ

کھانے کے لیے موجود ہے؟ حضرتِ بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی سرکار آپ کے رب کی قسم! ہم تو اپنے توشہ دان خالی کیے بیٹھے ہیں۔ حضور رحمۃ للعالمین خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے توشہ دان کو جھاڑو، شاید کچھ نکل آئے۔ سب نے اپنے اپنے توشہ دان جھاڑے، تو کل سات کھجوریں حاصل ہوئیں، آپ نے انہیں ایک جگہ پر رکھا:

ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ فِيهَا عَلَى التَّمَرَاتِ وَقَالَ كُلُوا بِسْمِ اللهِ۔

پھر ان میں اپنا دستِ مبارک رکھا اور فرمایا بسم اللہ کھاؤ۔

(خصائصِ کبریٰ ص۲۷۴ ج۱)

ہم تینوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مقدس کے نیچے سے ایک ایک کر کے کھجوریں اٹھا کر کھانا شروع کر دیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں گٹھلیاں بائیں ہاتھ رکھتا گیا، جب میں سیر ہو گیا:

فَأَحْصَيْتُهَا أَرْبَعًا وَخَمْسِينَ۔ پس میں نے شمار کیا تو وہ چوّن تھیں۔

اسی طرح سے ہر دو ساتھیوں نے بھی پیٹ بھر کر کھجوریں کھائیں، تو حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مقدس کھجوروں کے اوپر سے اٹھایا تو ان ساتوں کھجوروں کو اسی طرح موجود پایا۔ پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بلال! ان کھجوروں کو احتیاط سے رکھ لو اور ان میں سے کوئی نہ کھائے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے انہیں نہ کھایا۔ جب دوسرا روز آیا اور کھانے کا وقت آیا تو آپ نے وہی کھجوریں لانے کا حکم فرمایا۔ آپ نے پھر حسبِ سابق اپنا ہاتھ مبارک کھجوروں پر رکھا اور فرمایا بسم اللہ کھاؤ۔ اب ہم دس آدمی تھے، سب سیر ہو گئے۔ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنا ہاتھ کھجوروں کے اوپر سے اٹھایا تو وہ بدستور سات تھیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: مجھے خدا تعالیٰ سے حیا آتی ہے،

وگرنہ واپس مدینے پہنچنے تک انہیں سات کھجوروں کو کھاتے رہیں۔

خدا ہے دیتا نبی کا صدقہ، نبی کا صدقہ ہی کھاتے ہیں

تحفہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تو میری والدہ محترمہ نے کھانا پکایا اور مجھے حکم دیا کہ یہ کھانا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لے جاؤ اور سلطانِ مدینہ سرورِ سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میرا سلام عرض کرنے کے بعد گزارش کرنا:

اِنَّ هٰذَا لَكَ مِنَّا قَلِيْلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (مسلم ص ۴۶۱ ج ۱ مشکوٰۃ شریف ص ۵۳۸)

یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم یہ تھوڑا سا کھانا ہماری طرف سے آپ کے لیے ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کھانا آپ کی خدمت میں پیش کیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ فلاں فلاں اصحاب کو بلا لاؤ۔ چنانچہ میں بلاتا گیا اور ان کی تعداد تین سو ہو گئی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس دس ہو کر کھانا کھاتے جاؤ۔

فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا۔ پس تمام نے پیٹ بھر کر کھایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فَرَفَعْتُ فَمَا اَدْرِيْ حِيْنَ وَضَعْتُ كَانَ اَكْثَرَ اَمْ حِيْنَ رَفَعْتُ (مسلم شریف ص ۴۶۱ ج ۱ مشکوٰۃ شریف ص ۵۳۸)

میں نے کھانا اٹھایا مجھے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ میں نے جب کھانا رکھا، اُس وقت زیادہ تھا یا جب اٹھایا تو اُس وقت زیادہ تھا۔

خدا ہے دیتا نبی کا صدقہ، نبی کا صدقہ ہی کھاتے ہیں

جو کبھی ختم نہ ہوتے

سیدنا حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ مسکین آدمی حضور سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ مقدسہ میں حاضر ہوا اور حضور سلطانِ دوجہان صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تنگیٔ معاش کا ذکر کیا اور کچھ کھانے کے لیے طلب کیا۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس مسکین سائل کو آدھ وسق جَو عطا فرمائے اور گھر لے گیا۔ تو ان میں اتنی برکت حاصل ہوئی

فَمَا زَالَ الرَّجُلُ يَأْكُلُ وَامْرَاَتُهٗ وَضَيْفُهُمَا۔ (مشکوٰۃ ص ۵۴۴ / مسلم ص ۲۴۶ ج ۲)

کہ وہ اس آدمی کے پاس سے ختم نہ ہوتے جبکہ وہ آدمی اور اُس کی بیوی اور اس کے مہمان بھی کھاتے رہے۔

ایک دن اس کی بیوی نے پکانے سے پہلے ان کا وزن کیا تو وہ جَو ختم ہو گئے اُس مسکین نے پھر دربارِ رسالت میں عرض کی۔ حضور میرے پاس سے جَو ختم ہو گئے ہیں، تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْلَا كِلْتُمْ مِنْهُ وَلَقَامَ لَكُمْ۔ (مشکوٰۃ ص ۵۴۴)

اگر تو ان کا وزن نہ کرتا، تو وہ ختم نہ ہوتے۔

خدا ہے دیتا نبی کا صدقہ، نبی کا صدقہ ہی کھاتے ہیں

ابو طلحہ کی دعوت

سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ ایک روز دربارِ رسالت سے گھر پہنچے اور اپنی زوجہ سے کہا کہ میں نے آج حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو سے اندازہ کیا کہ شاید آپ فاقہ کی حالت میں ہیں، اس لیے اگر گھر میں کچھ کھانا ہو تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا جائے۔ آپ کی زوجہ محترمہ نے کہا: یہی کچھ ہے چنانچہ آپ کی بیوی نے چند روٹیاں اپنے دوپٹہ میں باندھ کر حضرت انس رضی اللہ عنہ

کے سپرد کیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں پیش کر دیں۔
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کھانا لے کر دربارِ رسالت میں پہنچے تو حضور پُرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے صحابہ کرام کے ہمراہ خندق کے مقام پر مسجد میں جلوہ فرما تھے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے سلام عرض کیا، تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

اَرْسَلَكَ اَبُوْطَلْحَةَ قُلْتُ — کیا تجھے ابوطلحہ نے بھیجا ہے۔ میں
نَعَمْ قَالَ بِطَعَامٍ فَقُلْتُ — نے عرض کی ہاں۔ فرمایا کھانا دے کر،
نَعَمْ۔ — میں نے عرض کی ہاں۔

حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا بھیجا ہوا کھانا لینے کی بجائے اپنے گرد و پیش بیٹھنے والے صحابیوں سے فرمایا چلو اٹھو، ہم سب ابوطلحہ کے گھر جائیں۔ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ یہ ستر یا اسی صحابہ تھے۔

قربان جاؤں حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ رحمت کے، یہ گوارا نہ فرمایا کہ تنہا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا بھیجا ہوا کھانا تناول فرمالیں اور صحابہ کرام بھوکے رہیں — جب آپ اپنے غلاموں کو ساتھ لے کر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر روانہ ہوئے، تو حضرت انس رضی اللہ عنہ خادمانہ حیثیت سے آگے آگے چلے حتیٰ کہ سلطانِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے غلاموں سے پہلے حضرت ابوطلحہ کے گھر پہنچ گئے اور انہیں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ آنے والوں کی اطلاع دی — حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے جب سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خبر ہوئی تو اپنی بیوی اُم سلیم رضی اللہ عنہا سے کہنے لگے:

یَا اُمَّ سُلَیْمٍ قَدْ جَاءَ رَسُوْلُ — اے اُم سلیم تحقیق رسول اللہ صلی اللہ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ — علیہ وسلم لوگوں کے ہمراہ تشریف لائے ہیں

وَلَيْسَ عِنْدَنَا مَا نُطْعِمُهُمْ — اور ہمارے پاس کچھ نہیں جو انہیں کھلائیں

قربان جاؤں عقیدہ ہو تو ایسا ہو۔ بیوی نے شوہر کی بات سُنی، تو کہا آپ کیوں فکر کر رہے ہیں اور یہ کہا ——— جس کی ترجمانی شاعر نے یوں کی ہے ؎

ہمارے مصطفیٰ پر تو میرے اللہ کا سایہ ہے
وہی اُن کو کھلائے گا جو اُن کو ساتھ لایا ہے

بیوی صاحبہ نے کہا آپ نہ گھبرائیں۔

فَقَالَتْ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ — پس بیوی نے کہا اللہ اور اس کا رسول جانے

حضور تاجدارِ انبیاء، حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غلاموں کے ہمراہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر جلوہ افروز ہوگئے اور فرمایا جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ سب ہمارے حضور حاضر کر دو۔ چنانچہ تھوڑا سا کھانا جو گھر میں موجود تھا، پیش کر دیا گیا۔ حضور رحمۃ للعالمین ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے سامنے رکھا اور پھر اس پر آپ نے جو اللہ تعالیٰ نے چاہا کچھ پڑھا۔

فَاَكَلَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ وَشَبِعُوْا — پس سب لوگوں نے پیٹ بھر کر کھایا۔
وَالْقَوْمُ سَبْعُوْنَ اَوْ ثَمَانُوْنَ — اور کل ستر یا اسی آدمی تھے۔
رَجُلًا۔ مشکوٰۃ ص۵۳۷

اتنے لوگوں کے کھانے کے باوجود ابھی کھانے میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔

خدا ہے دیتا نبی کا صدقہ، نبی کا صدقہ ہی کھا رہے ہیں

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اگر چاہتے تو مقامِ خندق پر ہی سب صحابہ کرام ہی کو سیر کر سکتے تھے، مگر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو اجر دینا مقصود تھا سرکار رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر جلوہ افروز ہو کر تھوڑے سے کھانے میں برکت ڈال دی۔ گویا ارادہ یہ تھا اے میرے غلام ابوطلحہ ——— گھر تمہارا ہو

اور لنگر ہمارا ہو ، قربان جاؤں سُلطانِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عطا پر، آپ کے کرم پر، آپ کی شانِ رحمت پر۔ آپ کی بارگاہِ اقدس میں حضرت مولانا حسن رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ عرض کرتے ہیں ؎

آتا ہے فقیروں پہ انہیں پیار کچھ ایسا
خود بھیک دیں اور خود ہی کہیں منگتے کا بھلا ہو

آج اگر کوئی فقیر کسی غنی کے دروازے پر صدا لگاتا ہے، پھر جب اُسے خیرات ملتی ہے، تو سائل کہتا ہے دینے والے تیری خیر ہو، مگر میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وہ دربار ہے، جہاں سائل کو مانگے سے سوا ملتا ہے اور پھر آواز آتی ہے مانگنے والے تیری خیر۔ پوری کائنات میں خداوند قدوس کے بعد یہی وہ آقا ہیں، یہی وہ در ہے، جہاں سے کوئی سائل خالی نہیں لوٹتا، آؤ اس بارگاہِ مصطفوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھکاری بن جائیں اور مِل کر عرض کریں ؎

کرم کی اک نظر ہم پر، خدارا یارسول اللہ
تمہارا ہوں تمہارا ہوں، تمہارا یارسول اللہ
واسطہ سیّدِ کربلا کا، واسطہ فاطمہ کی رِدا کا
ہمری جھولی بھی سرکار بھر دو، آپ نے سب کی جھولی بھری ہے

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا ہے کہ وہ ہمیں بجاہِ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم دین و دُنیا بھلائیاں نصیب فرمائے۔ آمین !

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ ○

شہنشاہِ دوعالم
صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ○ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ○ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ○ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ۔ صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلٰنَا الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ ○

اللہ اللہ شہِ کونین جلالت تیری
فرش کیا عرش پہ جاری ہے حکومت تیری
جھولیاں کھول کے بے سمجھے نہیں دوڑ آئے
ہمیں معلوم ہے دولت تیری عادت تیری
تو ہی ہے مُلکِ خدا مِلکِ خدا کا مالک
راج تیرا ہے زمانے میں حکومت تیری
تیرے انداز یہ کہتے ہیں کہ خالق کو تیرے
سب حسینوں میں پسند آئی ہے صورت تیری
موت آجائے مگر آئے نہ دل کو آرام
دم نکل جائے مگر نکلے نہ الفت تیری
دیکھنے والے کہا کرتے ہیں اللہ اللہ
یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت تیری
مجمعِ حشر میں گھبرائی ہوئی پھرتی ہے
ڈھونڈنے نکلی ہے مجرم کو شفاعت تیری
ہم نے مانا کہ گناہوں کی حد نہیں ہے لیکن
تو ہے اُن کا تو حسن تیری ہے جنت تیری

معزز سامعین حضرات! یہ ایک مُسلّمہ حقیقت ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو اپنی جملہ مخلوقات میں شرافت و بزرگی عظمت و شان عطا کر رکھی ہے، اس کو اچھی صُورت اور علم و عقل جیسی عظیم دولت بخشی ہے — انسان نے اپنی عقل اور علم کے ذریعہ سے بے شمار کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں - ترقی کے اس دَور کی ایجادات نے ساری دنیا کو حیرت زدہ کر دیا ہے یہ کمپیوٹر سسٹم — ایٹم کی دریافت آواز سے تیز برق رفتار طیارے، چاند تک پہنچنے کی خبریں -

ان انسانی کامیابیوں پر غور و فکر کیا جائے، تو یہ سب کچھ اللہ تبارک و تعالیٰ کی عطا اور بخشش کا مظہر ہے — اس لیے کہ یہ ایجادات انسان نے بنائیں اور انسان کو اللہ تعالیٰ نے بنایا — اللہ تعالیٰ نے ہی انسان کو علم و عقل کی دولت عطا فرمائی ہے — اللہ تعالیٰ نے انسان کو محض ایک مجبور حیثیت سے زندگی گزارنے کے لیے نہیں بھیجا، بلکہ اسے علم و عقل عطا فرما کر صاحبِ اختیار بنایا ہے - یہ اپنی مرضی سے کھاتا، پیتا، اٹھتا، بیٹھتا، چلتا، پھرتا نظر آ رہا ہے - پھر نہ جانے کچھ لوگ انسان کی عظمتوں اور رفعتوں کو تسلیم کرنے کی بجائے اسے بے بس، مجبور اور لاچار و بے اختیار کیوں سمجھتے ہیں؟

صاحبِ اختیار

اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو صاحبِ اختیار بنایا ہے مثال عرض کرتا ہوں، انشاء اللہ تعالیٰ مسئلہ سمجھ میں آ جائے گا — دیکھیے اگر کوئی شخص کسی کُتّے کو پتھر مارے تو کُتّا اس پتھر مارنے والے کو بھونکتا ہے — اسے کاٹنے کے لیے اس کے پیچھے بھاگتا ہے، جبکہ اسے چوٹ پتھر سے لگی ہے - چاہیے تو یہ تھا کہ وہ پتھر کو بھونکتا، اسے کاٹتا، مگر وہ ایسا نہیں کرتا - معاملہ یہ ہے کہ کتا سمجھتا ہے کہ جس پتھر سے اسے چوٹ لگی ہے، وہ تو ایک بے جان اور بے اختیار ہے - پتھر مجبور ہے، وہ خود بخود اسے اذیت و تکلیف نہیں پہنچا سکتا تھا - قصور اُس شخص کا ہے جس نے پتھر مارا ہے، اسی لیے تو مارنے والے کے پیچھے کاٹنے کے لیے

بھاگتا ہے - دیکھیے کُتّا ایک جانور ہے، بے علم ہے، مگر وہ جانتا ہے کہ پتھر بے اختیار ہے اور انسان صاحبِ اختیار — تو اب جو خود کو انسان اور صاحبِ عقل سمجھے اور علم والا ہونے کا بھی دعوٰی کرے اور پھر انسان اور پتھر کے درمیان فرق نہ کر سکے اور انسان کو محض مجبور جانے تو اُس کو چاہیے کہ وہ کسی صاحبِ علم سے عقل لے تاکہ اُسے انسان کی عظمتوں اور بلندیوں کا علم حاصل ہو سکے -

مالک الملک

میرے بزرگو، دوستو! اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر شخص کو اپنے فیصلۂ قدرت کے مطابق اختیارات عطا فرما رکھے ہیں — کسی شخص کو اُس نے گھر میں صاحبِ اختیار کر دیا — کسی کو پورے شہر میں صاحبِ اقتدار کر دیا — کسی کو ملک کی شاہی عطا فرما دی، وہ مالک ہے، جسے چاہے گدا کر دے اور جسے چاہے شہنشاہ کر دے - قرآن حکیم میں ارشادِ ربانی ہے:

قُلِ اللّٰھُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ
تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ
تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ
وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ
مَنْ تَشَآءُ وَ بِيَدِكَ الْخَيْرُ
اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○
(پ ۳ - ع ۱۱)

کہو کہ اے اللہ! ملک کے مالک تو جس کو چاہے بادشاہی بخشے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے، ہر طرح کی بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے - بے شک تو سب کچھ کر سکتا ہے -

عارفِ کھڑی شریف حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیۂ کریمہ کی ترجمانی فرمائی ہے ؎

آپے دانا آپے بینا ہر کم کردا آپے | واحد لا شریک الٰہی صفتاں نال سیاپے
بادشاہاں تھیں بھیک منگا دے تخت بہاوے گدا یاں | کجھ پرواہ نہیں گھر اس دے دائم بے پرواہیاں

سامعینِ محترم! اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات علیٰ کلِّ شیءٍ قدیر ہے۔ وہ مالک الملک ہے جسے چاہتا ہے سلطنت و حکومت اور تاج و تخت کا وارث بنا دیتا ہے۔ اب ان لوگوں کو سوچنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کو ماننے کا دعوٰی تو کرتے ہیں، مگر مالک الملک قدرت و طاقت والے کی بخشش و عطا اور عنایت کا انکار کرتے ہیں ـــــــ اور ان کی ضد ہٹ دھرمی کا یہ عالم ہے کہ خدا کی پناہ ـــــــ! اس کا اندازہ ان کی تحریروں سے بخوبی لگا سکتے ہیں۔ دیوبندیوں کے پیشوا مولوی اسمٰعیل دہلوی نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں لکھا ہے،

"جس کا نام محمّد یا علی ہے، وہ کسی شے کا مالک و مختار نہیں۔" (معاذ اللہ)

(تقویۃ الایمان ص۲۲)

"محمّد کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔" (معاذ اللہ) (تقویۃ الایمان ص۲۲)

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ملکوں کی بادشاہی عطا کرنے کا اعلان فرما رہا ہے اور یہ بدبخت و بدعقیدہ لوگ اللہ کریم کی بخشش و عطا کا انکار کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت نصیب فرمائے۔

تاجدارِ دو جہاں

سامعینِ محترم! ہمارا تو عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے کسی کو ایک بستی کا سردار بنایا۔ کسی کو ایک علاقہ کا فرمانروا بنایا ـــــــ کسی کو ایک ملک کا سردار بنایا ـــــــ مگر ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دونوں عالم کا تاجدار اور مالک و مختار بنایا۔ حضرت مولانا علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ بارگاہِ رسالت میں اس طرح ہدیۂ عقیدت پیش کرتے ہیں۔

تخت بھی اُن کا، تاج بھی اُن کا ۔۔۔ دونوں جہاں میں راج بھی اُن کا
جنّ و ملک ہیں اُن کے سپاہی ۔۔۔ رب کی خدائی میں اُن کی شاہی
شاہ و گدا ہیں اُن کے سلامی ۔۔۔ فخر ہے سب کو اُن کی غلامی
اُونچے اونچے یہاں جھکتے ہیں ۔۔۔ سارے انہیں کا منہ تکتے ہیں

کعبے کی زینت اُن کے دم سے ۔۔۔ طیبہ کی رونق اُن کے قدم سے
کعبہ ہی کیا ہے سارے جہاں میں ۔۔۔ دُھوم ہے اُن کی کون و مکاں میں
باغِ خلیل کا وہ گُلِ زیبا ۔۔۔ کشتِ صفی کا نخلِ تمنّا
رحمتِ عالم، نورِ مجسم ۔۔۔ صَلّی اللہ علیہ وسلّم

سرکارِ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے چھوٹے بھائی حضرت حسن رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنا نذرانۂ عقیدت حضور شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور یوں بیان کرتے ہیں

اللہ اللہ شہِ کونین جلالت تیری ۔۔۔ فرش کیا عرش پہ جاری ہے حکومت تیری
تو ہی ہے مُلکِ خدا مِلکِ خدا کا مالک ۔۔۔ راج تیرا ہے زمانے میں حکومت تیری

اور ایک پنجابی شاعر نے یوں اپنا نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے ؎

کوئی ہوتیا دو چار ملکاں دا حاکم
میرے کملی والے دی دو جگ تے شاہی

حاکمِ دو عالم

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی وہ ذاتِ اقدس ہے جنہیں مالک الملک نے ساری کائنات میں تاجوری عطا فرما رکھی ہے۔ آپ ہی سیّد المرسلین رحمۃ للعالمین، امام اوّلین و آخرین ہیں ـــ آپ ہی سرورِ کائنات فخرِ موجودات علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ آپ ہی وہ اللہ کے محبوب ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے شہنشاہِ دو عالم تاجدارِ کائنات بنایا ہے۔ آپ کی شاہی کو تسلیم کرنے والا مومن ہے، مسلمان ہے اور آپ کا انکار کرنے والا بدبخت ہے، بے ایمان ہے، اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ
(پ ۵ - ع ۶)

تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم! وہ مسلمان نہ ہوں گے، جب تک تمہیں آپس کے جھگڑوں میں حاکم نہ بنائیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے محبوبِ مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم کے حاکم ہونے کا اعلان فرمارہا ہے۔

سامعین محترم! آپ جانتے ہیں کہ اگر عوام مل کر کسی شخص کو ووٹ دے کر کامیاب کردیں، تو وہ ملک کا حاکم ہے ـــــ ہمارے ووٹوں سے منتخب ہونے والا وزیرِ اعظم بنے تو جسے اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا ہے، وہ رسولِ اعظم ہے ـــــ جسے رعایا منتخب کرے وہ پورے ملک کا صاحبِ اقتدار ہے اور جسے خدا نے منتخب فرمایا ہے، وہ اُس کی خدائی میں حاکم اور صاحبِ اختیار ہے۔ ہمارے ووٹوں سے بننے والا حاکم تو ایک مقررہ مدت تک منتخب ہوتا ہے، مگر اللہ تبارک و تعالیٰ کی عطا کردہ حاکمیت کبھی ختم نہیں ہوتی بلکہ اس مالک کی دی ہوئی شہنشاہی کی عظمت ہر آن بڑھتی رہتی ہے، اس لیے اللہ رب العزت نے اپنے محبوبِ مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا،

وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی (پ ۳۰ - ع ۱۸)

اور آخرت تمہارے لئے پہلی سے کہیں بہتر ہے۔

قربان جاؤں تاجدارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت پر جنہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے پوری کائنات کی حاکمیت عطا فرمادی، جن کی شاہی صرف انسانوں پر ہی نہیں، جنوں پر ہی نہیں، جانوروں پر ہی نہیں، خدا کی قسم آپ کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہوگیا۔ ڈوبا ہوا سورج واپس آگیا۔ درخت چلنے لگے، پتھر بولنے لگے ـــــ خدا کی قسم! حضور سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بادشاہی تو خدا کی خدائی میں جلوہ گر نظر آرہی ہے۔ چشمِ بصیرت سے دیکھو تو یہ کہنا پڑتا ہے: چاند رب کا ہے اور چاندنی مصطفیٰ کی ہے ـــــ سورج اُس کا ہے چمک مصطفیٰ کی ہے ـــــ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! کہکشاں رب کی ہے دمک تیری ہے ـــــ ستارے رب کے ہیں چمک تیری ہے۔ عرش اُس کا ہے مسند تیری ہے ـــــ لوح اُس کی ہے منبع تیری ہے ـــــ قلم اس کا ہے تحریر تیری ہے ـــــ کرسی اُس کی ہے عزت تیری ہے ـــــ قرآن اُس کا ہے

بیان تیرا ہے ـــــ فرشتے اُس کے ہیں خادم تیرے ہیں ـــــ عرش اُس کا ہے قدم تیرے ہیں ـــــ کوثر اُس کا ہے وراثت تیری ہے ـــــ جنت اس کی ہے ملکیت تیری ہے ـــــ پھول اُس کے ہیں خوشبو تیری ہے ـــــ مخلوق اُس کی ہے اُمت تیری ہے ـــــ نبی اُس کا ہے محب تیرے ہیں ـــــ آسمان اُس کا ہے، چرچے تیرے ہیں ـــــ بخشش اُس کی ہے شفاعت تیری ہے ـــــ جہان اُس کا ہے صدقہ تیرا ہے ـــــ کرم اُس کا ہے رحمت تیری ہے ـــــ خدائی اُس کی ہے مصطفائی تیری ہے۔

اللہ اللہ شہِ کونین جلالت تیری
فرش کیا عرش پہ جاری ہے حکومت تیری

چار وزراء

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر نبی کے دو وزیر آسمان والوں میں سے ہوتے ہیں اور دو وزیر اہلِ زمین میں سے ہوتے ہیں:

فَاَمَّا وَزِیْرَایَ مِنْ اَھْلِ السَّمَآءِ فَجِبْرَائِیْلُ وَمِیْکَائِیْلُ وَاَمَّا وَزِیْرَایَ مِنْ اَھْلِ الْاَرْضِ فَاَبُوْبَکْرٍ وَّ عُمَرُ۔

مگر ہمارے آسمانی دو وزیر حضرت جبریل اور حضرت میکائیل ہیں اور زمین والوں میں سے ہمارے دو وزیر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر ہیں۔

(ترمذی، مشکوٰۃ ص ۵۵۲)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ سرکارِ دوجہاں رحمتِ عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مملکتِ خداداد کے دو صوبے ہیں۔ ایک آسمان کا صوبہ اور دوسرا زمین کا صوبہ دو وزیر آسمان والے ہیں اور دو وزیر زمین کے صوبہ سے ہیں اور آپ ان کے بادشاہ ہیں۔

اللہ اللہ شہِ کونین جلالت تیری
فرش کیا عرش پہ جاری ہے حکومت تیری

Scanned with CamScanner

عرش پر کملی والے کی حکمرانی، فرش پر مدینے والے کی سلطانی، جبرائیل اور میکائیل، اسرافیل، عزرائیل اور تمام آسمانی مخلوق کے حضور بادشاہ ـــ زمین کے ذرّے ذرّے پتے پتے، جنّ وانس شجر وحجر، برگ و ثمر آپ کے زیرِ نگیں۔

سرکارِ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب نذرانۂ عقیدت پیش کیا ہے ؎

زمین و زماں تمہارے لیے، مکین و مکاں تمہارے لیے
چنین و چناں تمہارے لیے، بنے دو جہاں تمہارے لیے

دوسری جگہ فرماتے ہیں ؎

عرش تا فرش ہے جس کے زیرِ نگیں
اُس کی قاہر ریاست پہ لاکھوں سلام

حضور شہنشاہِ دوعالم نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ مقدس ہے:

مَابَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ شَیْئٌ اِلَّا یَعْلَمُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَّاعَاصِیَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ۔

آسمانوں اور زمین کی ہر شے جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں، سوائے عاصی جن اور انسان کے۔

(شفاء شریف ج ۱، صفحہ ۲۰۰)

اوہ پتھراں نوں کلمہ پڑھا جاندا اے — اوہ سُکیاں کھجوراں اُگا جان دا اے
اوہ گُنگیاں توں گلاں کرا جاندا اے — اوہ اَن بولیاں نوں بُلا جان دا اے

سلام

سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ میں تھا۔ ہم مکہ معظمہ سے باہر ایک طرف نکلے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے جو بھی پہاڑ یا درخت آتا

وَھُوَ یَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۰)

وہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ عرض کرتا۔

جانِ مسیحا

حضور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک شخص کو دعوتِ اسلام دی تو اُس نے عرض کیا کہ میں اسلام کو اُس وقت قبول کروں گا، جب آپ میری ایک فوت شدہ بچّی کو زندہ فرمادیں۔ آپ نے فرمایا: چلو مجھے اُس کی قبر دکھاؤ۔ اُس شخص نے اپنی بچّی کی قبر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائی۔ چنانچہ آپ نے اُس کی لڑکی کو آواز دی، تو خدا کی شان دیکھیئے وہ لڑکی پکار اٹھی:

لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ، سرکار حکم فرمایئے مَیں حاضر ہوں۔ حاکمِ دوعالم نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو دنیا میں آنا پسند کرتی ہے؟ بچّی نے عرض کی ـــ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے دُنیا میں واپس آنا پسند نہیں، میں نے آخرت کو دنیا سے بہتر پایا ہے۔ (شفا صفحہ ۲۱۱ ج ۱ ـ مدارج النبوۃ ج ۱، صفحہ ۲۴۰)

اوہ اَن بولیاں نوں بُلا جان دا اے

کنکروں کی گواہی

مولانا رُوم رحمۃ اللہ علیہ مثنوی شریف میں نقل فرماتے ہیں کہ ایک روز کفار و مشرکین کا سردار ابوجہل لعین اپنی مٹھی میں کنکریاں لئے ہمارے آقا و مولیٰ حضور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور کہنے لگا:

گر رسولی چیست در دستم نہاں
چوں خبر داری ز رازِ آسماں

ابوجہل اپنی مُٹھی میں کنکریاں چھپائے ہوا تھا اور حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو بتایئے میری مُٹھی میں کیا چیز ہے؟ جبکہ آپ کا دعویٰ ہے کہ آسمان کے رازوں سے آگاہ ہوں۔ آسمان تو دُور کی بات ہے ـــ آپ یہ بتایئے کہ میری مٹھی میں کیا ہے؟

سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ابوجہل کا سوال سن کر یہ نہیں فرمایا کہ

مجھے کیا معلوم تیری مٹھی میں کیا ہے یہ تو میری نظروں سے پوشیدہ ہے، غیب ہے اور غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں، بلکہ نبی غیب دان یہ جان گئے تھے کہ مٹھی میں کیا چیز چھپی ہوئی ہے اور پھر فرمایا اے ابوجہل! میں بتاؤں تیری مٹھی میں کیا چیز ہے یا وہ کنکریاں بولیں کہ میں کون ہوں؟ ابوجہل کہنے لگا یہ تو بڑی تعجب خیز بات ہے کہ میری مٹھی میں جو چیز ہے، وہ خود بتائے — اس پر سیدِ عالم شفیعِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تیرے ہاتھ میں چھ کنکریاں ہیں اور اب اپنی مٹھی کو کان سے لگا اور سُن کہ یہ کیا کہہ رہی ہیں۔ چنانچہ جب ابوجہل لعین نے ان کو اپنے کان سے لگایا، تو ان سب کنکریوں سے حضور امام الانبیاء حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلمہ پڑھنے کی آواز آئی ؎

اوہ پتھراں نوں کلمہ پڑھا جان والے — اوہ اَن بولیاں نوں بُلا جان والے
اوہ گنگیاں نوں گلاں کرا جان والے — اوہ سُکیاں کھجوراں اگا جان والے

پھل آگیا

شواہد النبوۃ میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ روایت نقل فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام حضرت ابوبکر صدیق، حضرت فاروق اعظم، مولا علی مشکل کشا شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ہمراہ اپنے ایک صحابی جن کا اسم گرامی ابوالہیثم ہے، ان کے گھر تشریف لے گئے — جب اُس غلام نے آپ کو اپنے گھر میں دیکھا، تو اُس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔

دعا کرو اللہ کے محبوبِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گری کبھی ہمارے غریب خانہ پر بھی ہو جائے۔ آؤ بارگاہ محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کریں ؎

سُنا ہے آپ ہر عاشق کے سینے میں رہتے ہیں
میرے گھر میں بھی ہو جاتے چراغاں یارسول اللہ

سامعینِ محترم! جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے یاروں کے ہمراہ اپنے صحابی ابوالہیثم رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے، تو آپ کا نہایت گرم جوشی سے استقبال کیا اور گھر کے اندر

لے گیا۔ آپ اس کے مکان میں جلوہ افروز ہوئے — تو اُس نے سوچا کہ ان مہمانانِ گرامی کی تواضع کیسے کی جائے اور حسنِ اتفاق سے اس وقت اُس کے گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی، جس سے سلطانِ مدینہ سرورِ سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے دوستوں کی تواضع کی جاتی، اس لیے کہ آپ کی آمد سے قبل ان کے گھر میں جو کھانے پینے کی چیزیں تھیں، وہ ساری کی ساری اپنے ہمسائیوں میں تقسیم کر چکے تھے ——— وہ سچے لوگ تھے۔

اس صحابی نے بارگاہِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں صاف صاف عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! بڑی دیر سے میری یہ خواہش تھی کہ کبھی آپ میرے گھر میں تشریف لائیں — لیکن آج آپ نے ہم پر کرم فرما دیا — تشریف لا کر احسان فرمایا۔ میرا جی چاہتا تھا کہ میں آپ کی جی بھر کر خدمت کرتا، مگر آپ کی آمد سے قبل میرے گھر میں جو کچھ تھا، میں وہ اپنے ہمسائیوں میں تقسیم کر چکا ہوں — نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سُن کر اس کی تسلی و تشفی فرمائی کہ کوئی بات نہیں تم نے اچھا کیا کہ اپنے گھر میں جو کچھ تھا ہمسائیوں میں تقسیم کر دیا۔ مجھے جبرائیل علیہ السلام نے ہمسائے کے حقوق کے بارے میں اس قدر بتایا کہ مجھے خدشہ ہونے لگا کہ کہیں ہمسایہ وراثت میں حقدار نہ بن جائے۔

سُلطانِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس گفتگو کے باوجود بھی وہ دل ہی دل میں ازحد پریشان تھے کہ کاش آج کچھ گھر میں ہوتا، تو میں آپ کو پیش کرتا۔

حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اُس کی کیفیت و حالت کو ملاحظہ فرما چکے تھے — پھر آپ نے نگاہِ نبوت کو اٹھایا تو کیا دیکھا کہ حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ کے صحن میں کھجور کا ایک خشک درخت موجود تھا — حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابوالہیثم اگر تم اجازت دو تو ہم تمہارے اس درخت سے چند کھجوریں کھالیں — صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم مدت ہوگئی ہے اس درخت نے تو کبھی

Scanned with CamScanner

پھل ہی نہیں دیا ۔ اب آپ کو اختیار ہے کہ اگر اس درخت سے کچھ کھجوریں مل سکتی ہیں تو ضرور حاصل فرمالیں ـــ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ خیر و برکت دے گا ـ پھر آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ پانی کا ایک پیالہ لاؤ۔ جب پانی آیا، تو آپ نے پانی اپنے منہ مبارک میں ڈال کر کلی کر کے اس سوکھے درخت پر پھینکا تو اُسی وقت سُوکھے درخت سے سرسبز خوشے لٹکنے لگے ـ

اوہ کنکیاں نوں گلاں کراجان دا اے — اوہ سکیاں کھجوراں اُگاجان دا اے
اوہ پتھراں نوں کلمہ پڑھاجان دا اے — اوہ اَن بولیاں نوں بُلاجان دا اے

درخت چلنے لگا

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، میرے ہاتھ میں لوٹا تھا ۔ سامنے ایک چٹیل میدان تھا جہاں کوئی سایہ نہ تھا، حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں قضائے حاجت کرنے کا ارادہ فرمایا ۔ آپ نے دو درخت دیکھے جو میدان کے دونوں کناروں پر تھے ۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا:

اِنْقَادِیْ عَلَیَّ بِاِذْنِ اللّٰہِ فَانْقَادَتْ مَعَہٗ کَالْبَعِیْرِ الْمَخْشُوْشِ الَّذِیْ یُصَانِعُ

(اے درخت) تو اللہ کے حکم سے میرے ساتھ چل تو وہ درخت آپ کے ساتھ اس طرح چلنے لگا جیسے نکیل والا اونٹ چلتا ہے ۔

پھر آپ دوسرے درخت کے پاس تشریف لے گئے، وہ بھی پہلے درخت کی طرح آپ کے ساتھ آگیا ۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قضائے حاجت فرمائی ۔

فَقَالَ بِرَاْسِہٖ وَاَشَارَ اِبِرَاْسِہٖ یَمِیْنًا وَّشِمَالًا ۔
(مشکوٰۃ شریف ص۵۳۳)

پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سرِ انور سے اشارہ فرمایا تو وہ درخت اپنی اپنی جگہ پر چلے گئے ۔

پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

یَا جَابِرُ ھَلْ رَاَیْتَ مَقَامِیْ — کہ اے جابر! کیا تو نے ہمارے مرتبہ کو دیکھا

خُرما کی گواہی

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا، کَیْفَ اَعْرِفُ اَنَّکَ نَبِیٌّ مجھے کیسے علم ہو کہ آپ اللہ کے نبی ہیں۔

اعرابی کی اس بات کو سُن کر آپ نے فرمایا کہ اگر میں اُس کھجور کے درخت کو بُلا دوں اور وہ حاضر ہو کر میری رسالت کی گواہی دے تو تُو تسلیم کر لے گا؟ اعرابی نے کہا، مجھے منظور ہے ۔

فَدَعَاہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ یَنْزِلُ مِنَ النَّخْلَۃِ حَتّٰی سَقَطَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اِرْجِعْ فَعَادَ فَاَسْلَمَ الْاَعْرَابِیُّ
(ترمذی ص۲۰۲ ج۲/ مشکوٰۃ ص۵۴۱)

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کھجور کو بلایا تو وہ درخت سے ٹوٹی ہوئی شاخ آپ کے پاس پہنچی اور پھر کھجور سے فرمایا جا واپس چلی جا تو وہ واپس لوٹ گئی، اور اعرابی مسلمان ہو گیا۔

سامعینِ محترم! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے دونوں جہانوں کی مختاری عطا فرمائی ہے ۔ آپ کے اشارے سے ڈوبا ہوا سورج واپس آگیا، چاند دو ٹکڑے ہو گیا، جانور آپ کے قدموں میں گر گئے ۔ مٹھی ابوجہل کی تھی، لیکن جب آپ نے حکم فرمایا، تو کنکروں نے کلمہ پڑھ لیا ۔ سوکھے درخت پھل دینے لگے ۔ درختوں میں چلنے کا سلیقہ آگیا ۔ آؤ اُس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کریں تاکہ ہمیں بھی دونوں جہان کی فلاح حاصل ہو جائے ۔ آمین!

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ

تعظیمِ رسول

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ہ
وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ہ وَعَلٰی اٰلِہٖ
وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ہ اَمَّا بَعْدُ ط فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ
الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط
اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ہ لِتُؤْمِنُوْا
بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ وَتُسَبِّحُوْہُ
بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا ہ صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلٰنَا الْعَظِیْمُ ط وَ
صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ ط

سرِ محفل کرم اتنا میری سرکار ہو جائے
نگاہیں منتظر رہ جائیں اور دیدار ہو جائے
اگر آنا تیرا اس بزم میں اک بار ہو جائے
تمہاری اک نظر ٹھہرے ہمیں دیدار ہو جائے
غلامِ مصطفٰی بن کر میں بک جاؤں مدینے میں
محمد نام پر سودا سرِ بازار ہو جائے
سنبھل کر پاؤں رکھنا حاجیو شہرِ مدینہ ہے
کہیں ایسا نہ ہو سارا سفر بے کار ہو جائے

قابلِ قدر، واجب الاحترام، بزرگو دوستو! آج میں نے آپ حضرات کے سامنے قرآن مجید، فرقان حمید میں سے سورۃ الفتح کی دو آیاتِ بینات تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ہ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ وَتُسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا ہ

اے محبوب! بے شک ہم نے تمہیں شاہد و مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کرو۔

(پ ۲۶ - ع ۹)

تین عظمتیں

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان آیاتِ بینات میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تین عظمتوں کا بیان فرمایا ہے اور اس کے بعد تین کام کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہوتا ہے: اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تمہیں شاہد بنا کر بھیجا۔ شاہد کے معنی ہیں گواہ ـــــ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق میں خالق کے گواہ ہیں ـــــ آپ نے مخلوق سے فرمایا، اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ـــــ "اے جہان والو! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں"۔ آپ خالق کی بارگاہ میں مخلوق کے گواہ ہیں۔ آپ ہی بروزِ محشر مخلوق کی گواہی اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش فرمائیں گے۔ جیسا کہ قرآنِ حکیم میں ارشادِ ربانی ہے:

فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ بِشَھِیْدٍ وَّجِئْنَا بِکَ عَلٰی ھٰٓؤُلَآءِ شَھِیْدًا ہ

تو کیا حال ہوگا، جب ہم لے آئیں گے ہر اُمّت میں سے ایک گواہ اور اے محبوب صلی اللہ علیک وسلم! ہم آپ کو ان سب پر گواہ لے آئیں گے۔

(پ ۵ - ع ۳)

قیامت کے روز تمام انبیاء کرام اپنی اپنی اُمتوں کے احوال و اعمال کی شہادت

Scanned with CamScanner

دیں گے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انبیاء کرام کی شہادت کے درست ہونے کی گواہی دیں گے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اُمت کے احوال کے بھی گواہ ہوں گے۔

آیۂ مقدسہ میں دُوسری عظمت بیان ہوئی ہے ـــــ مبشر ـــــ یعنی خوشخبری دینے والے ـــــ آپ نے نیک اعمال اختیار کرنے والوں کو جنت اور اللہ رب العزت کے انعام و اکرام کی خوشخبری ارشاد فرمائی ـــــ تیسری عظمت ـــــ کہ آپ "نذیر" ہیں، یعنی ڈرانے والے ـــــ اس سے مُراد لوگوں کو خوفزدہ کرنا نہیں ـــــ حضور تو رحمۃ للعالمین ہیں ـــــ نذیر وہ ہوتا ہے جو آدمی کو اُس کے ہونے والے نقصان سے قبل از وقت مطلع کردے اور وہ اس زیاں سے بچ جائے ـــــ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت پر مدرجہ مہربان ہیں، اس لیے آپ نے اپنی اُمت کو آنے والے نقصان سے خبردار کیا کہ بُرائی کا ارتکاب نہ کرنا، اس میں تمہارا نقصان ہوگا۔ تم تکلیف میں مبتلا ہوجاؤ گے اور از حد پریشانیوں میں سرگرداں رہو گے۔

تین کام

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تین عظمتوں کو بیان کرنے کے بعد ہمیں تین کام کرنے کا حکم فرمایا جن میں پہلا کام

لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (پ ۲۶ - ع ۹) کہ اے لوگو تاکہ تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی عظمتوں کو بیان کرنے کے بعد ایمان لانے کا ذکر فرما کر یہ واضح کردیا کہ تم اگر میرے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتوں اور رفعتوں کو ملاحظہ کروگے میرے محبوب کے جلووں کا نظارہ کروگے تو تمہیں ایمان کی دولت نصیب ہوگی ـــــ تم میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں پہنچ کر بارگاہِ خداوندی کا قرب حاصل کرلو گے ـــــ تاجدار گولڑہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حقیقت کو یُوں بیان فرمایا ہے:

دِسّے صُورت راہ بے صُورت دا ـــ توبہ راہ کہ عین حقیقت دا
پر کم نہیں بے سُوجھت دا ـــ کوئی وِرلیاں موتی لے تریاں

سامعینِ محترم! جلوۂ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے خداوندِ عالم جل وعلا کے جلوے نظر آتے ہیں۔ صورت سے بے صورت کی معرفت حاصل ہوتی ہے ـــــ حُسنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ کر مومن کے دل میں محبتِ خدا جلوہ گر ہوجاتی ہے ـــــ نُورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کی نورانیت دیکھ کر مومن یہ کہنے پر مجبور ہوجاتا ہے ؎

سر سے لے کر پاؤں تک تنویر ہی تنویر ہے
وہ مصوّر کیسا ہوگا جس کی یہ تصویر ہے

سامعین کرام! اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں جو تین کام کرنے کا حکم دے رہا ہے، ان میں پہلا کام اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا ـــــ پھر ایمان لانے کے بعد دوسرا کام یہ ہے ـــــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ـــــ کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوب تعظیم اور توقیر کرو۔ اس لئے کہ بغیر تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایمان کی تکمیل نہیں ہوسکتی ـــ سرکارِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ ـــ اِن سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو بتاتا ہے ایمان اُن کو ـــ ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

لَا تُقَدِّمُوْا

حضور تاجدارِ انبیاء محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توقیر وتعظیم کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے ـــــ قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر اہلِ ایمان کو اس کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ (پ ۲۶، ع ۱۳)

اے ایمان والو! اللہ اور اُس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔

Scanned with CamScanner

اس آیۂ مقدسہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایمان والوں سے خطاب فرمایا کہ تم میرے محبوبِ مکرم نبیٔ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب کرنا ـــــ اُن سے آگے نہ بڑھنا ـــــ اللہ تعالیٰ نے یَا اَیُّہَا النَّاس ـــــ اے لوگو! نہیں فرمایا ـــــ سارے لوگوں سے خطاب نہیں کیا ـــــ اس لیے کہ نبی کا ادب کرنا، صرف اہلِ ایمان کا کام ہے، اس لیے جو بے ادب ہیں، وہ ایمان والے نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو تاکید فرمائی کہ تم نبی سے آگے نہ بڑھنا ـ مفسرین کرام نے زیرِ آیت نقل فرمایا ہے کہ صحابہ کرام میں سے کچھ لوگوں نے رمضان شریف کا مہینہ ابھی شروع نہیں ہوا تھا اور انہوں نے روزہ رکھ لیا ـــــ (عید الاضحیٰ کے موقع پر کچھ لوگوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قربانی کرنے سے پہلے اپنے قربانی کے جانور کو ذبح کر لیا)

آواز اُونچی نہ کرو

بارگاہِ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ادب کی عظمت قرآن مجید میں اس طرح بیان ہے ـ سورۃ الحجرات میں فرمانِ خداوندی ہے:

یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ کَجَهْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○	اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے اُونچا نہ کرنا اور اُن کے حضور زوردار آواز نہ نکالنا، جس طرح زور سے ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہو، ورنہ تمہارے سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تمہیں خبر بھی نہ ہوگی۔

(پ ۲۶ ـ ع ۱۳)

مقامِ غور ہے کتنا اُونچا مقام ہے بارگاہِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کہ اصحابِ رسول جو ایمان میں سب سے اعلیٰ جماعت ہیں اور اعمال میں سب اُمت میں ان سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے؟ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ کا تمغۂ امتیاز جنہیں بارگاہِ خداوندی سے

عنایت ہو چکا ہے ـــــ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا کی ڈگری جنہیں مل چکی ہے ـــــ کُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی کی بشارت جنہیں دی گئی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان صحابیوں، نمازیوں، مجاہدوں اور غازیوں سے فرما رہا ہے کہ خبردار رہنا کہ بے شک تمہیں نبی کی صحابیت کا شرف حاصل ہے۔ تمہیں اعمالِ صالحہ کی دولت نصیب ہے، مگر میرے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں جب تم حاضری دو تو آپ کی آواز سے اُونچی آواز نہ نکالنا ـــــ اور میرے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس طرح نہ پکارنا، جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو ـــــ اگر تم نے میرے محبوبِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ذرہ برابر بھی بے ادبی کی تو تمہارے سارے اعمال ضائع کر دیئے جائیں گے اور تمہیں خبر بھی نہ ہوگی ؎

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

آسمان کی چھت تلے ایک ایسا مقامِ ادب ہے، جو عرش سے بھی زیادہ نازک تر ہے، میں اور آپ کس گنتی میں ہیں۔ یہاں تو جنید بغدادی، بایزید بسطامی رحمہما اللہ تعالیٰ جیسے ولی اُونچی آواز سے بولنا تو کجا، اپنا سانس تک رُک لیتے ہیں، اس لیے کہ یہاں اُونچا سانس لینا بھی سوءِ ادب ہے۔

ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی قوتِ سماعت کمزور تھی اور وہ اونچا سنتے تھے اور بولتے بھی اونچا تھے ـــــ جب یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی کہ نبی کی آواز سے اُونچی آواز نہ نکالنا ـــــ یہ فرمانِ خداوندی آجانے کے بعد اُن کے دل میں یہ خیال گزرا کہ میں بھی اُونچی آواز میں سُنتا ہوں اور اونچا بولتا ہوں تو کیا میرے عمل بھی ضائع ہو گئے؟ اس خیال سے انہیں اس قدر پریشانی ہوئی کہ راستے میں ہی ایک مقام پر

بیٹھ کر رونے لگے ــــــ اچانک ادھر سے حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابیٔ رسول کا گزر ہوا تو انہوں نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے رونے کی وجہ دریافت فرمائی تو حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے کہا، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ والی آیت نازل ہو چکی ہے اور میں وہ شخص ہوں جو سب سے اونچا سُنتا اور بولتا ہوں ــــــ میں اب اس لئے رو رہا ہوں کہ میرے اعمال برباد ہو گئے ــــــ میں دوزخی ہو گیا ہوں ۔ یہ بات سننے کے بعد حضرت عاصم رضی اللہ عنہ بارگاہِ نبوی میں حاضری کے لئے چلے گئے اور حضرت قیس رضی اللہ عنہ واپس اپنے گھر پہنچ گئے اور اپنی زوجہ محترمہ سے کہا کہ مجھے ایک کمرے میں بند کر دو ۔ اونچا بولنے والوں پر عتابِ الٰہی کی آیت نازل ہوئی ہے ۔ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خوب گریہ وزاری کروں گا، شاید اس طرح مجھے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے معافی مل جائے ــــــ ادھر حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ مصطفوی میں حاضر ہو کر حضرت قیس رضی اللہ عنہ کی حالت وکیفیت کو بیان کیا تو حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دریائے رحمت جوش میں آگیا، تو فرمایا عاصم جلدی جاؤ اور میرے قیس کو میرے دربار میں لے کر آؤ ــــــ کون مسلمان ہے جس کے دل میں حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارِ عالیہ میں حاضر ہونے کی تڑپ نہیں ۔ ہر مومن کی بارگاہِ خداوندی میں یہ دُعا ہے کہ اے اللہ! زندگی میں ایک مرتبہ تو ضرور اپنے محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دربارِ اقدس دیکھنا نصیب فرما ــــــ مومن کی تو زندگی کا حاصل ہی یہی ہے ؎

اس آس پہ جیتا ہوں، کوئی کہہ دے یہ آکر!
چل تجھ کو مدینے میں سرکار بُلاتے ہیں

قربان جاؤں حضرت قیس رضی اللہ عنہ کے مقدر پر کہ انہیں خود سید الانبیاء

حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دربار میں بلانے کے لیے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کو بھیج رہے ہیں ــــــ چنانچہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ حضرت قیس رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لیے گئے اور راستے میں دیکھا تو وہ اس مقام پر موجود نہ تھے، جہاں وہ انہیں بٹھا کر گئے تھے ۔ پھر اُن کے گھر پہنچے تو حضرت قیس رضی اللہ عنہ کو وہاں بھی نہ دیکھا۔ تو اُن کے اہلِ خانہ سے اُن کے متعلق دریافت کیا کہ وہ کہاں ہیں؟ تو اس پر گھر والوں نے بتایا کہ وہ فلاں کوٹھری میں بند آہ وزاری کر رہے ہیں ــــــ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے اُس کوٹھری کے باہر کھڑے ہو کر آواز دی کہ اے قیس! دروازہ کھولو، تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلا رہے ہیں ــــــ حضرت قیس سسکیاں لیتے ہوئے بارگاہِ رسالت میں پیش ہو گئے اور عرض کیا حضور ــــــ حضور! میں ہی وہ شخص ہوں جسے اُونچا بولنے کی عادت ہے، اس لیے میرا گمان ہے کہ یہ آیت میرے بارے ہی نازل ہوئی ہے آقا! اس خیال نے میرے دل ودماغ پر غم کا ایک طوفان برپا کر دیا ہے ۔ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی اس حالت کو دیکھ کر آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے غلام پر رحم آگیا اور فرمایا کہ تم تسلی رکھو تمہارے عمل ضائع نہیں ہوئے ــــــ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ روتے ہوئے قیس کی حالت بدل گئی ۔ غمزدہ چہرے پر بہار آگئی ۔ سرکار اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

جب آگئی ہیں جوشِ رحمت پہ اُن کی آنکھیں!
جلتے بجھا دیئے ہیں، روتے ہنسا دیئے ہیں

یہ وہ کریم وشفیق آقا ہیں جن کی بارگاہ میں حاضر ہونے والے کے سب دُکھ دُور ہو جاتے ہیں مصیبت زدہ لوگوں کی مصیبتیں ٹل جاتی ہیں ۔ پریشان حالوں کو سکون کی دولت مل جاتی ہے ۔ اُن کی ایک نگاہِ کرم سے غمزدوں کو راحتیں مل جاتی ہیں ــــــ یہ وہ دربار ہے جہاں سائل کو دربار پر بُلا کر اُس کی جھولی بھر دی جاتی ہے ۔ دکھی کے دامن میں سُکھ ڈالا جاتا ہے ۔ یہاں پر بے مانگے خیرات ملتی ہے ۔ حضرت حسن رضا بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎

کبھی ایسا نہ ہوا اُن کے کرم کے صدقے
ہاتھ کے پھیلنے سے پہلے ہی نہ بھیک آئی ہو

ایک اور شاعر نے اس بارگاہ کی عطا کی شان کو یوں بیان کیا ہے ؎

جدھر جدھر بھی گئے، وہ کرم ہی کرتے گئے
کسی نے مانگا نہ مانگا وہ جھولی بھرتے گئے

دامن بھر دیا

قربان جاؤں حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے مقدر پر جنہیں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دربار میں بُلا کر دونوں جہان کی سرفرازیاں اُن کی جھولی میں ڈال دیں۔ حضرت قیس رضی اللہ عنہ کی تسلی و تشفی فرمانے کے بعد مزید نوازشات کی برسات فرمادی اور ارشاد فرمایا:

اَمَا تَرْضٰى اَنْ تَعِيْشَ حَمِيْدًا وَّتُقْتَلُ شَهِيْدًا وَّتَدْخُلُ الْجَنَّةَ	کیا تو اس پر راضی ہے کہ تم ایک قابلِ تعریف زندگی بسر کرو اور تمہیں شہادت کی موت ملے اور جنّت میں داخل کیے جاؤ

(الصاوی علی الجلالین ج ۴ صفحہ ۹۱
روح البیان ج ۹، صفحہ ۶۵)

حضرت قیس رضی اللہ عنہ تو صرف اس لیے پریشان تھے کہ وہ اونچی آواز سے بولتے ہیں اور انہیں اس اونچا بولنے کی معافی مل جائے ــــــ مگر قربان جاؤں سخی کی عطا پر کہ حضرت قیس رضی اللہ عنہ کو نہ صرف اونچا بولنے کی معافی دی، بلکہ نوازشات کی برسات کر دی اور ارشاد فرمایا کہ اے قیس! تمہاری ایک پُروقار، باعزّت اور قابلِ تعریف زندگی ہوگی اور تمہیں شہادت کی موت نصیب ہوگی اور پھر روزِ محشر تم جنّت میں داخل کیے جاؤ گے۔ اے قیس! تمہاری دُنیا کی زندگی بھی باعظمت ــــــ اور تمہاری موت بھی پُروقار ــــــ اور تمہاری آخرت بھی شاندار ہوگی ــــــ اور حضرت قیس روتے ہوئے آئے تھے اور ہنستے ہوئے واپس لوٹے ــــــ اور زبانِ حال سے یہ کہتے گئے ؎

قُربان میں اُن کی بخشش پر، مقصد بھی زباں پر آیا نہیں
بِن مانگے دیا اور اتنا دیا دامن میں ہمارے سمایا نہیں
آوازِ کرم دیتا ہی رہا تھک ہار گئے لینے والے
منگتوں کی ہمیشہ لاج رکھی محروم کبھی لوٹایا نہیں

اس فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جو بھی حضرت قیس بن ثابت رضی اللہ عنہ کو دیکھتا تو کہتا جس نے دُنیا میں چلتا پھرتا جنتی دیکھنا ہو تو وہ قیس کو دیکھ لے۔

سامعینِ محترم! اس فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اعلیٰ زندگی اور شہادت کی موت اور جنّت کی خوشخبری مل گئی اور ہمارے عقیدے کی تصدیق ہوگئی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مالک و مختار کیا ہے ــــــ اور علومِ غیبیہ سے خبردار کیا ہے ــــــ آپ جسے چاہیں اچھی زندگی اور جنّت عطا فرمادیں، اسی لیے تو ہم عرض کرتے ہیں ؎

واسطہ سیّدِ کربلا کا، واسطہ فاطمہ کی رِدا کا
ہمری جھولی بھی سرکار بھر دو آپ نے سب کی جھولی بھری ہے

بشارتیں پوری ہوگئیں

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اچھی زندگی بسر کرو گے، تمہاری زندگی قابلِ تعریف ہوگی ــــــ تو حضرت قیس رضی اللہ عنہ کو ایمانِ کامل اور عملِ صالح کی دولت آخر دم تک نصیب رہی ــــــ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں صحت و تندرستی اور دولتِ دُنیا سے بھی سرفراز فرمایا ــــــ دُنیا کا عزّت و وقار کہ لوگ انہیں جنّتی کہتے ــــــ

جنگِ یمامہ میں حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فوج کے ساتھ جہاد کیا اور اس مجاہدانہ شان سے لڑے کہ شیطانی گروہ مُسَیلمہ کذّاب کے لشکر کو دم بخود کر دیا اور آخر کار اس جنگ میں شانِ شہادت سے سرفراز ہوئے اور اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی دُوسری بشارت بھی پوری ہوگئی اور آپ نے راہِ حق میں اپنی جان کا نذرانہ دے کر حیاتِ جاودانی حاصل کرلی۔

حیاتِ ابدی

اللہ رب العالمین، احکم الحاکمین جلّ شانہٗ کا ارشادِ گرامی ہے :

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ
(پ ۲ - ع)

اور جو اللہ کی راہ میں قتل کیے جائیں، انہیں مردہ مت کہو، اس لیے کہ وہ زندہ ہیں، مگر تم ان کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے۔

سامعینِ محترم! شہید زندہ ہوتا ہے، مگر ہم اس کی زندگی کو سمجھ نہیں سکتے۔
حضرت قیس رضی اللہ عنہ کی دنیاوی زندگی بھی اعلیٰ ہوگئی اور آخرت بھی اچھی ہوگئی۔

تفسیر مظہری، الصاوی علی الجلالین، تفسیر روح البیان میں روایت نقل ہے
جب حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے جامِ شہادت نوش کیا تو آپ ایک نفیس اور قیمتی زرہ پہنے ہوئے تھے ــ جب آپ کی رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کرگئی تو ایک شخص آپ کی نعش مبارک کے پاس سے گزرا اور اُس نے آپ کی زرہ مبارک اُتار کر چھپالی۔ اُسی رات آپ ایک صحابی کو خواب میں ملے اور فرمایا:

قَالَ لَهٗ اِعْلَمْ اَنَّ فُلَانًا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ نَزَعَ دِرْعِيْ فَذَهَبَ بِهَا (روح البیان ص۶۵ ج۹
الصاوی علی الجلالین ص۹۲ ج۹)

اُسے فرمایا تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ مسلمانوں میں سے فلاں شخص میری زرہ اتار کرلے گیا ہے۔

پھر مزید فرمایا کہ اُس شخص کی رہائش ہمارے پڑاؤ کے آخری کنارے پر ہے، اور اُس کے خیمے کے نزدیک ایک گھوڑا چر رہا ہے۔ اُس شخص نے زرہ کے اوپر ایک

دیگچہ اُلٹا رکھ دیا ہے۔ تم صبح کے وقت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جانا اور انہیں کہنا کہ میری زرہ اُس شخص سے برآمد کریں۔ دوسری بات یہ ہے جب تم مدینہ طیبہ جاؤ تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عرض کرنا کہ قیس بن ثابت (رضی اللہ عنہ) پر قرض ہے، وہ ادا کردیں اور میرے فلاں فلاں غلام کو آزاد فرمادیں۔

جب وہ شخص بیدار ہوا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا خواب سنایا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے وہاں سے وہ زرہ حاصل کی اور پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی ان کی وصیت پر عمل فرمایا۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق دُنیاوی زندگی۔ اور اُخروی زندگی میں عزت عطا ہوگئی اور یقیناً انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطا سے جنت بھی عطا ہوگئی۔

سامعینِ محترم! اللہ رب العزت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تین عظمتوں کو بیان کرنے کے بعد ہمیں تین کام کرنے کا حکم فرمایا ــ اُن میں سے پہلا کام اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا ــــ دُوسرا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر کرنا ــــ اور تیسرا کام یہ ہے ،

وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ کہ صبح و شام اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرو۔ اپنے خالق کے نام کی تسبیحیں پڑھو۔ اُس کی عظمتوں کے چرچے کرو۔ اُس کی کبریائی اور یکتائی کا ذکر کرو ــــ اُس کے اَحد اور صمد ہونے کو بیان کرو۔

سامعینِ محترم! آیت کی ترتیب پر غور کرو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایمان کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کا ذکر فرمایا ہے ــــ اور پھر اپنی تسبیح کا ذکر کیا ــــ اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ اے ایمان والو! پہلے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کرنا، پھر نمازیں پڑھنا ــــ روزے رکھنا ــــ حج کرنا

Scanned with CamScanner

عبادتیں کرنا ـــــــ اگر تم نے میرے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم نہ کی تو تمہاری کوئی عبادت قبول نہ کی جائے گی ؎

جان لو ایمان کی ہے جان حُبِّ مصطفےٰؐ
بے حُبِّ مصطفےٰؐ، مردود ہے ذکرِ خُدا
سجدہ کرنا ہے تو یُوں کر سر ہو سجدے میں ترا
سَرِ خدا کے واسطے، دل خدا کے واسطے

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نماز میں حضور کا خیال نہیں آنا چاہیے۔ خدا کی قسم نماز وہی نماز ہے جو تصورِ محبوبِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں گُم ہو کر ادا کی جاتی ہے۔

وہ بھی کوئی نماز ہے یار نہ ہو نماز میں

قلندرِ لاہوری علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے ؎

مجھے کام کیا تھا رکوع سے مجھے خبر کیا تھی سجود کی
ترے نقشِ پا کی تلاش تھی جو جھکا رہا میں نماز میں

نماز وہ نماز ہے جو تعظیمِ رسول اور عشقِ مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں گُم ہو کر پڑھی جائے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تصور ہی عبادتوں کی جان ہے۔ شاعر نے اس حقیقت کو اس طرح بیان کیا ہے ؎

ریاضت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا
تصور میں تیرے رہنا عبادت اُس کو کہتے ہیں

نماز وہ نماز ہے جس میں خیالِ یار رہے ـــــــ روزہ، وہ روزہ ہے جس کی اساس اور بنیاد تعظیمِ رسول ہے ـــــــ حج، وہ حج ہے جس میں عشقِ رسول کی جھلک ہے۔ تعظیمِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بغیر نہ نماز قبول ہوتی ہے اور نہ ہی روزہ بارگاہِ خداوندی کی قربت دلا سکتا ہے اور نہ ہی حج گناہوں سے پاک کرتا ہے، نہ ہی زکوٰۃ

مال کو طیب ظاہر کرتی ہے ـــــــ حقیقت تو یہ ہے کہ تعظیمِ رسول کیے بغیر کلمہ بھی قابلِ قبول نہیں ـــــــ منافقین بھی کلمہ پڑھتے تھے ـــــــ مگر تعظیمِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہیں کرتے تھے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اُن کے متعلق اعلان کر دیا۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ
اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝

اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے، اور وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

(پ ۱ ـ ع ۲)

تعظیمِ دورانِ نماز

ایک روز حضور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بنی عمرو بن عوف کے ہاں تشریف لے گئے تاکہ ان کے درمیان صلح کرا دیں ـــــــ ادھر نماز کا وقت ہو گیا۔ مؤذن (سیدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ) نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں تکبیر پڑھتا ہوں ـــــــ آپ جماعت کرا دیں۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جماعت کرانا شروع کی ـــ ادھر اچانک حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ـــــــ نمازیوں کو جب آپ کی تشریف آوری کا علم ہوا تو انہوں نے تصفیق شروع کر دی، یعنی دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر مارا ـــــــ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ وہ نماز میں کسی طرف توجہ نہ دیا کرتے تھے ـــــــ اس لیے نمازیوں نے جب زیادہ تصفیق کی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کیا دیکھا کہ دورانِ نماز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لے آئے ہیں ـــ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنے مقام پر کھڑے رہنے کا اشارہ فرمایا مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دورانِ نماز مصلیٰ چھوڑ کر پیچھے صف میں جا کر کھڑے ہو گئے،

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے تشریف لے گئے اور آپ نے نماز پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا:

یَا اَبَا بَکْرٍ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَثْبُتَ اِذْ اَمَرْتُكَ

اے ابوبکر تجھے کس چیز نے روکا، جبکہ میں نے تمہیں کھڑے رہنے کا حکم دیا تھا۔

تو اس پر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

مَا كَانَ لِابْنِ اَبِيْ قُحَافَةَ اَنْ يُّصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بخاری ص ۹۴ ج ۱)

کہ ابو قحافہ کے بیٹے کے لیے مناسب نہیں تھا کہ رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے نماز پڑھے۔

صحابہ کرام دوران نماز بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کیا کرتے تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دورانِ نماز پیچھے جانا ضروری سمجھا اور مصلیٰ چھوڑنے کے باوجود اُن کی نماز میں کوئی فرق نہیں آیا۔

وہ بھی کوئی نماز ہے یار نہ ہو نماز میں

حاضر ہو جاؤ

سیدنا حضرت سعید بن معلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس سے گزرے اور میں نماز پڑھ رہا تھا ــــــ اور دورانِ نماز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا تو میں آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا۔ پھر جب میں آپ کی خدمت میں پیش ہوا، تو آپ نے فرمایا تجھے کس چیز نے ہمارے پاس حاضر ہونے سے منع کیا؟

فَقُلْتُ كُنْتُ اُصَلِّيْ (بخاری شریف)

عرض کیا (یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!) میں نماز پڑھ رہا تھا۔

صحابی کا یہ جواب سن کر حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ (بخاری ص ۶۸۳ ج ۲)

کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا، اے ایمان والو اللہ اور اُس کے رسول کا حکم مانو۔ جب وہ تمہیں بلائیں۔

سامعین محترم! ارشاداتِ خداوندی سے پتہ چلتا ہے: وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔ یعنی تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم پہلے کرو اور عبادت بعد میں کرو۔ اگر دوران نماز بھی تمہیں میرے محبوب بلائیں تو ان کی بارگاہ میں پیش ہو جاؤ۔

قبر نے قبول نہ کیا

ایک نصرانی بارگاہِ مصطفوی میں حاضر ہو کر مشرف اسلام ہوا اور پھر اُس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کی تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی۔ جب اُس نے سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران پڑھ لی۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے وحی لکھنے پر متعین فرمایا۔ اس کی بدبختی کہ اس نے دین اسلام کو چھوڑ کر دوبارہ نصرانیت کو اختیار کر لیا اور نبی کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے ادبی اور گستاخی کرتے ہوئے لوگوں سے کہنے لگا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) صرف اتنا ہی جانتے ہیں، جتنا کہ میں نے انہیں لکھ کر دیا ہے۔

چنانچہ اس بدبخت کو جب موت آئی، تو لوگوں نے اسے دفن کر دیا۔

فَاَصْبَحَ وَقَدْ لَفَظَتْهُ الْاَرْضُ (بخاری ص ۵۱۱ ج ۱)

جب صبح ہوئی تو لوگوں نے دیکھا کہ زمین نے اس کی لاش کو باہر پھینک دیا ہے

اُس کی لاش کو قبر سے باہر دیکھ کر اس نصرانی کے ساتھیوں نے شک کیا کہ شاید محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اُن کے صحابہ نے اس کی لاش کو قبر سے باہر نکال پھینکا ہے چنانچہ اُس بے ادب، گستاخ اور مرتد کو اُس کے نصرانی ساتھیوں نے دوبارہ گہری قبر کھود کر اسے دفن کر دیا۔ جب صبح ہوئی تو کیا دیکھا کہ اس کی لاش قبر سے باہر ہے۔

Scanned with CamScanner

چنانچہ انہوں نے پھر اس کو اور زیادہ گہری قبر کھود کر دفن کیا ـــــ دوسری صبح ہوئی تو اُس کی لاش پھر قبر سے باہر تھی ـــــ حتیٰ کہ تیسری دفعہ بھی اُس کی لاش کو قبر سے باہر پایا ـــــ تب نصرانیوں کو یقین ہوا کہ یہ کام کسی انسان کا نہیں، بلکہ اس پر خدا تعالیٰ کا ہی قہر و غضب ہے جو قبر اس کو قبول نہیں کرتی۔ پھر انہوں نے اُسے یوں ہی پڑا رہنے دیا۔

بے ادبی

مکہ معظمہ میں ایک شخص ابوالعاص جو اپنا منہ ٹیڑھا کر کے نبی مکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شانِ اقدس میں بے ادبی کیا کرتا تھا، ایک روز جو اُس نے منہ ٹیڑھا کر کے نبی اکرم سرورِ عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بے ادبی کی تو آپ کو ناگوار گزرا۔

فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ـــ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا،
کُنْ کَذَالِكَ (خصائص کبریٰ ص ۷۹ ج ۲) ـــ تُو ایسا ہی ہو جا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے یہ نکلنا تھا کہ اس کا منہ ٹیڑھا ہو گیا۔ پھر مرتے دم تک ٹیڑھا ہی رہا۔

سامعینِ محترم! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تعظیم اور توقیر کرنے والے کی زندگی قابلِ تعریف، پُر وقار اور باعزت ہو جاتی ہے ـــــ اُس کی موت قابلِ رشک ہوتی ہے ـــــ قبر اُس کے لیے جنت کا باغ بن جاتی ہے ـــــ اور جنت اُس کا استقبال کرتی ہے ـــــ اور بے ادب دُنیا و آخرت میں ذلیل و خوار ہوتا ہے اور آخرت میں عذابِ الٰہی میں گرفتار ہوتا ہے۔

ادب والے

کتنے خوش بخت ہیں وہ لوگ جنہیں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اطاعت اور غلامی نصیب ہے اور بارگاہِ مصطفوی کا ادب و احترام کرتے ہیں ـــــ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

کی سیرتِ پاک میں آتا ہے کہ وہ مدینہ طیبہ کی پاک گلیوں میں سے گزرتے تو گلی کے درمیان سے نہیں گزرتے تھے ـــ جب اُن سے پوچھا کہ آپ مدینہ منورہ کی گلی کے درمیان کیوں نہیں چلتے؟ تو آپ فرماتے، یہ وہ مقدس گلیاں ہیں ـــــ جہاں میرے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے قدم لگائے ہیں ـــــ ان گلیوں نے میرے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مقدس قدموں کے بوسے لیے ہیں ـــــ مگر میں گلی کے درمیان نہیں چلتا ـــــ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا قدم اُس جگہ پر لگ جائے، جہاں میرے آقا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قدم مبارک لگے ہیں۔

سرکارِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ مدینہ طیبہ کی پاک بستی کا ادب یوں بیان کرتے ہیں ؎

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

ایک اور عاشقِ رسول نے اس مضمون کی ترجمانی یوں کی ہے:

سنبھل کر پاؤں رکھنا حاجیو شہرِ مدینہ ہے
کہیں ایسا نہ ہو سارا سفر بے کار ہو جائے

ایک اور شاعر نے اپنے جذبات کا اظہار اس طرح کیا ہے ؎

اس شہرِ مقدس میں ذرا دیکھ کے چلنا
اے قافلے والو! یہ مدینے کی گلی ہے

دربارِ نبوت کا ادب سیکھنا ہو تو عشق والوں سے سیکھو ـــــ ادب والوں سے پوچھو ـــــ ایمان والوں سے طریقہ، سلیقہ سمجھو۔

بُو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ

میرے بزرگ فرماتے ہیں کہ حضرت بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مُرید حج کے لیے روانہ ہونے سے پہلے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی حضور! میں حج کی سعادت حاصل کرنے کے لیے جا رہا ہوں ـــ مجھے کچھ نصیحت فرمائیں ـــــ تو آپ نے فرمایا! بیٹا! جب حج مبارک کی

Scanned with CamScanner

شفیعِ اعظم
صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۝ اَمَّا بَعْدُ ط فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝ صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلٰنَا الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ ط

عرشِ حق ہے مسندِ رفعت رسول اللہ کی
دیکھنی ہے حشر میں عزت رسول اللہ کی

قبریں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے
جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ کی

لَا وَرَبِّ الْعَرْش جس کو جو ملا اُن سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

وہ جہنّم میں گیا، جو اُن سے مستغنی ہوا
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

اے رضاؔ خود صاحبِ قرآں ہے مدّاحِ حضور
تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسول اللہ کی

سامعینِ محترم! یہ دنیا ایک ایسی خوبصورت سرائے ہے، اس میں کوئی آرہا ہے کوئی جارہا ہے۔ موت وحیات کا یہ سلسلہ پورے تسلسل سے جاری ہے۔ ایک مرتا ہے تو دوسرا اُس کی جگہ لے لیتا ہے۔ یہاں پر نہ جانے کتنے لوگ آئے اور زندگی گزار کر چلے گئے، مگر اس جہانِ رنگ و بُو کی رونق میں کوئی فرق نہیں آیا۔

آج اگر کسی دیوار سے ایک اینٹ نکال دی جائے تو وہ جگہ خالی نظر آتی ہے، مگر کروڑوں انسانوں کے جامِ فنا پی جانے کے باوجود اس جہانِ فانی کی رنگینی جُوں کی تُوں نظر آرہی ہے۔ کئی زلزلے آئے، طوفانوں، سیلابوں نے تباہ کاریاں کیں، بیماریاں پھیلیں، سینکڑوں جنگیں ہوئیں۔ بارہا کشت و خون نے موت کے بازار کو گرم کیا مگر اس بزمِ ہستی کی محفل، اس طرح لگی ہوئی ہے ؏

ہزار شمع بکشتند و انجمن باقی است

اس جہان کے بنانے والے خالق و مالک نے اعلان فرما رکھا ہے کہ ایک دن ایسا بھی آنے والا ہے۔ جب اس باغِ ہستی میں ایسی خزاں آئے گی کہ اس کی رعنائیاں ختم ہو جائیں گی۔ مجلسِ کائنات کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ زمین و آسمان ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرا کر چُور چُور ہو جائیں گے۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ (پ ۲۷ - ع ۱۲)

جو زمین پر ہے، سب کو فنا ہونا ہے اور تمہارے پروردگار کی ذات جو صاحبِ جلال و عظمت ہے، باقی رہے گی۔

پھر خلّاقِ دو جہاں اللہ ربّ العالمین جلّ و علا اپنی صفتِ خلق اور سزا و جزا کا منظر دکھانے کے لیے نئی زمین اور نیا آسمان پیدا فرمائے گا۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا

جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل جائے گی اور آسمان بھی بدل جائیں گے اور

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ (پ ۱ - ع ۱۹)

سب لوگ اس ایک قابو رکھنے والے خدا کے حضور نکل آئیں گے۔

يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ (پ ۱۴ - ع ۱۹)

جس دن صُور پھونکا جائے گا

قرآنِ حکیم میں اس دن کو روزِ قیامت کہا گیا ہے اور اس دن کی ہولناکیوں کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا - (پ ۳ - ع ۲۳)

جب زمین خوب ہلائی جائے گی اور وہ اپنا بوجھ نکالے گی اور انسان کہے گا کہ زمین کو کیا ہوا؟ اس دن وہ اپنی حالت بیان کرے گی۔

قرآنِ حکیم میں ارشادِ ربانی ہے:

اِذَا السَّمَاۤءُ انْفَطَرَتْ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ - (پ ۳۰ - ع ۷)

جب آسمان پھٹ جائے گا، جب ستارے جھڑ پڑیں گے اور جب دریا بہہ کر ایک دوسرے میں مل جائیں گے اور جب قبریں اکھیڑی جائیں گی، پھر انسان جان جائے گا، جو اُس نے آگے کے لیے بھیجا تھا۔

یومِ قیامت

روزِ قیامت ساری کائنات کا خالق و مالک اپنی جملہ مخلوق کو ایک میدان میں جمع فرما دے گا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا ۝ (پ ۲۰ - ع ۲)

جس دن ہم ہر قوم میں سے ایک گروہ کو اکٹھا کریں گے۔

يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (پ ۳۰ - ع ۸)

جس دن سب لوگ پروردگارِ عالم کے حضور کھڑے ہوں گے۔

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّ بَنُوْنَ ۝ (پ ۱۹ - ع ۹)

جس دن نہ مال کام آئے گی اور نہ اولاد۔

يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْئًا - (پ ۲۵ - ع ۱۵)

جس دن کوئی دوست دوسرے دوست کو نفع نہ پہنچا سکے گا۔

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ - (پ ۳۰، ع ۵)

جس دن آدمی اپنے بھائی اور اپنی ماں اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے بھاگے گا۔

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمَاهُمْ - (پ ۲۷ - ع ۱۲)

گناہ گار اپنی پیشانی سے پہچانے جائیں گے۔

اور اللہ رب العزت کا ارشادِ گرامی ہوگا:

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝ (پ ۲۳ - ع ۳)

اے گناہ گارو! آج نیکوکاروں سے الگ ہو جاؤ۔

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَاۤ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ (پ ۲۳ - ع ۳)

آج ہم اُن کے مونہوں پر مُہر لگا دیں گے اور اُن کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے۔ اور پاؤں اُن کی گواہی دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔

سامعینِ محترم! روزِ محشر ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوگی۔ اس روز نہ مال کام آئے گا نہ اولاد، نہ کوئی دوست ہوگا نہ کوئی یار۔ حتّٰی کہ قریبی سے قریبی رشتہ دار بھی ساتھ چھوڑ دیں گے۔ اسی روز انسان اپنے بھائی کی، ماں کی اور

Scanned with CamScanner

بیوی بچوں کی بھی پرواہ نہیں کرے گا، حتیٰ کہ انسان کے اپنے اعضاء بھی اُس کے خلاف گواہی دیں گے۔ سورج کی تپش کا یہ عالم ہوگا کہ لوگ اپنے اپنے پسینے میں غرق ہوں گے، کوئی کسی کا حال نہیں پوچھے گا ——— صرف اور صرف گناہ گاروں کے آقا، بے کسوں کے کس، بے بسوں کے بس حضور رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہی ایک ذاتِ اقدس ہوگی جو اپنے اُمتیوں کی شفاعت فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب سے نجات دلائیں گے۔ سب رشتے ناطے ٹوٹ جائیں گے، لیکن نسبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قائم رہے گی۔ شاعر نے اس کی ترجمانی یوں کی ہے ؎

جہڑے کہندے سی مراں گے نال تیرے، اج اونہاں دی بازیاں ہاریاں نے
جہڑے ترسدے دِیدلوں دِنے راتیں، آخر اونہاں دی باریاں ماریاں نے
جدوں باغ وِچہ خزاں نے وال کھولے، پنچھی اُڈ گئے مار اڈاریاں نے
محمدؐ بُوٹیا جھوٹھا ای جگ سارا، تے کملی والے دیاں سچیاں یاریاں نے

ایک اور شاعر نے اس طرح لکھا ہے ؎

ہر نظر کانپ اُٹھے گی محشر کے دن، خوف سے ہر کلیجہ دہل جائے گا
اوڑھ کر کالی کملی وہ آجائیں گے، سارے محشر کا نقشہ بدل جائے گا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا،

شَفَاعَتِیْ لِاَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ (مشکوٰۃ ص۴۹۴)
میری شفاعت میری اُمت میں کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہوگی

اس مقام پر کسی شاعر نے کیا خوب لکھا ہے ؎

فرشتے لے کے جہنّم کو جا رہے تھے مگر
حضور نے مجھے اُن سے چھڑا کے چھوڑ دیا

ایک اور شاعر نے یوں کہا ہے ؎

نوح کو بھی موجِ طوفاں سے کنارا مِل گیا
حضرتِ موسیٰ کو بھی لُطفِ نظارا مِل گیا
الغرض ہر بے چارے کو بھی چارا مِل گیا
ہم غریبوں کو محمّد کا سہارا مِل گیا

دُعا

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا،

لِکُلِّ نَبِیٍّ دَعْوَۃٌ یَدْعُوْا بِھَا وَ اُرِیْدُ اَنْ اَخْتَبِیَ دَعْوَتِیْ شَفَاعَۃً لِاُمَّتِیْ فِی الْاٰخِرَۃِ۔ (بخاری شریف ج ۲۔ ص۹۳۲)
ہر نبی کو ایک دُعا کی اجازت ہوئی، جو اُنہوں نے مانگ لی۔ میں نے اپنی دُعا قیامت کے لئے رکھی ہے کہ اس روز شفاعت کروں گا۔

علمائے کرام فرماتے ہیں، اس سے مراد وہ دُعا ہے جس کی قبولیت کا قبل از وقت وعدہ فرمایا گیا ہے، ورنہ انبیاء کرام کی دعائیں مستجاب ہی ہوتی ہیں اور ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کی اتنی دُعاؤں نے شرفِ قبولیت حاصل کیا ہے جن کو ہم شمار نہیں کر سکتے۔ سرکارِ اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ؎

اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا
دُلہن بن کے نکلی دعائے محمّد
اجابت نے بڑھ کر گلے سے لگایا
بڑھی ناز سے جب دُعائے محمّد

سُلطانِ دو جہاں مالکِ کون و مکاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہر نبی کو ایک ایسی دُعا دی گئی، جس کی قبولیت کا خالق نے مانگنے سے پہلے وعدہ فرمالیا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے وہ دعا مانگ لی۔ نوح علیہ السلام نے وہ دعا عرض کرلی۔ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام نے بھی وہ دعا مانگ لی۔ غرضیکہ ہر نبی نے اللہ سے کچھ نہ کچھ مانگ

لیا سُلطانِ مدینہ سُرورِ سینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں میں نے وہ دعا نہیں مانگی۔ میں وہ دعا بروزِ محشر مانگ کر اپنے گناہ گار امتیوں کی بخشش طلب کروں گا حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ اسی لیے تو فرماتے ہیں ؎

سیّد و سرورِ محمد نورِ جاں — بہتر و مہتر شفیعِ مجرماں
بہترین و مہترینِ انبیاء — جز محمد نیست در ارض و سماء

شفاعت اختیار فرمالی

حضرت سیّدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ چاہو تو تم آدھی امت کی بخشش کروالو، چاہے تو شفاعت لے لو۔

فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ۔ — تو میں نے شفاعت کو اختیار کرلیا۔

(ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ ص۴۹۴)

ہمارے غمخوار آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آدھی اُمت کی بخشش و مغفرت حاصل کرنے کی بجائے شانِ شفاعت کو قبول فرمایا تاکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں دُعا فرما کر ساری امت کی بخشش کروا کر جنت میں لے جائیں ؎

جن کا بھری دنیا میں کوئی بھی نہیں والی
اُن کو بھی میرے آقا سینے سے لگاتے ہیں

صاحبِ شفاعت

حضور شفیعِ معظم، سرورِ عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ وَبِيَدِي لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ۔ — میں روزِ قیامت تمام اولادِ آدم میں سردار ہوں گا اور میرے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا اور میں اس پر فخر نہیں کرتا۔

مشکوٰۃ ص۵۱۳

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ كُنْتُ إِمَامَ النَّبِيِّينَ وَخَطِيبَهُمْ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ۔ — کہ جب قیامت کا روز ہوگا تو میں نبیوں کا امام اور اُن کا خطیب اور صاحبِ شفاعت ہوں گا۔

(ترمذی ص۲۰۱ ج۲ مشکوٰۃ ص۵۱۴)

اُمّتی اُمّتی

سیّدنا حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قرآن حکیم کی آیتیں تلاوت فرمائیں، جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے۔

رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَن تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي۔ (پ ۱۳ - ع ۱۸) — اے پروردگار! انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے سو جس نے میرا کہا مانا وہ میرا ہے۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ۔ (پ ۷ - ع ۶) — اگر تو ان کو عذاب دے گا، تو یہ تیرے بندے ہیں۔

ان آیات بیّنات کو تلاوت کرنے کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور بارگاہِ ربّ العزت میں عرض کیا:

اَللّٰهُمَّ أُمَّتِي أُمَّتِي وَبَكَى ( ) — اے اللہ! میری امت، میری اُمت، اور رو دیئے۔

پس اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف جاؤ اور ان سے پوچھو کہ آپ کو کس بات نے رلایا ہے؟

تو جبریل علیہ السلام بارگاہِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور آپ سے رونے کی وجہ دریافت کی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے رونے کے متعلق بتایا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا،

اِذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ فَقُلْ اِنَّا سَنُرْضِيْكَ فِيْ اُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْءُكَ (مسلم۔ مشکوٰۃ ص۴۸۹)

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم انہیں عنقریب اُن کی امت کے معاملے میں راضی کریں گے اور وہ غم نہ کریں۔

فترضیٰ قرآن مجید فرقانِ حمید میں اللہ رب العزت کا ارشادِ گرامی ہے،

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى - (پ۳۰ ع۱۸)

اور عنقریب ہم آپ کو اتنا دیں گے کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

جب یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی، تو صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میں اُس وقت تک راضی نہیں ہوں گا، جب تک میری ساری امت کی بخشش نہ کی جائے گی۔ اسی لیے تو ہم کہتے ہیں ؎

دوزخ میں، مَیں تو کیا میرا سایہ نہ جائے گا

ہم گنہ گاروں، سیہ کاروں کے لیے اللہ کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام تین تین روز تک مسلسل غاروں میں سجدہ کرکے روتے رہے۔ ہم گناہ گاروں کی بخشش ومغفرت کے لیے ساری ساری رات قیام فرماتے رہے اور ہمارے لیے عرش پہ دعائیں مانگیں، ہمارے لیے فرش پہ دعائیں مانگیں اور اب بھی روضۂ اقدس میں سے ہمارے لئے اللہ کریم سے بخشش طلب فرما رہے ہیں ع

دوزخ میں، مَیں تو کیا میرا سایہ بھی نہ جائے گا

جن کا نبی شافعِ محشر، والیِ بے کساں، سیدِ مرسلاں، باعثِ این وآں، حاکمِ

کون ومکاں، وارثِ جنت، محبوبِ ربِّ دوجہاں، شفیعِ مجرماں ہو، وہ بھلا دوزخ میں کیسے جا سکتا ہے؟ ع

دوزخ میں، مَیں تو کیا میرا سایہ نہ جائے گا

دوزخ میں جائیں کافر، دوزخ میں جائیں مشرک، دوزخ میں جائیں بے ایمان، بے ادب، گستاخ، ابوجہل، ابولہب، ابی بن کعب منافق، عتبہ وشیبہ وغیرہ۔

دوزخ میں، مَیں تو کیا میرا سایہ نہ جائے گا

ایک اور شاعر عرض کرتا ہے ؎

عمل کی میرے اساس کیا ہے؟ بجز ندامت کے پاس کیا ہے
رہے سلامت بس اُن کی نسبت میرا تو بس آسرا یہی ہے

مَیں تو سرکار کا امتی ہوں، آپ کا نام لیوا ہوں، ثنا خواں ہوں، مدح خواں ہوں، آپ کا بھکاری، آپ کا منگتا، آپ کے درِ پاک کا سائل ہوں، آپ کا غلام ہوں، اور آپ سے نسبت رکھنے والا ہوں ؎

دوزخ میں، مَیں تو کیا میرا سایہ نہ جائے گا
کیونکہ رسول پاک سے دیکھا نہ جائے گا

ایک اور شاعر اس طرح عرض کرتا ہے ؎

جن کا بھری دنیا میں کوئی بھی نہیں والی!
اُن کو بھی میرے آقا سینے سے لگاتے ہیں
سرکار کی رحمت کا اندازہ نہیں اُن کو
جو ہم کو جہنم سے دن رات ڈراتے ہیں

پھر! دوزخ میں، مَیں تو کیا میرا سایہ نہ جائے گا

سرکارِ اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

Scanned with CamScanner

اللہ رے جہنّم اب بھی نہ سرد ہو گا
رو رو کے مصطفےٰ نے دریا بہا دیئے ہیں

پھر :- دوزخ میں، مَیں تو کیا میرا سایہ نہ جائے گا

مَیں اپنے خیر الورٰی کے صدقے، میں اُن کی شانِ عطا کے صدقے
بھرا ہے عیبوں سے میرا دامن، حضور پھر بھی نبھا رہے ہیں

پھر : دوزخ میں، مَیں تو کیا میرا سایہ نہ جائے گا

شفاعت فرمانا

سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!

اَنْ تَشْفَعَ لِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَقَالَ اَنَا فَاعِلٌ۔

(مشکوٰۃ صــ۴۹۳)

میری قیامت کے روز شفاعت فرمانا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں تیری شفاعت کروں گا۔

اُن کے قربان جاؤں، جنہیں صبح و شام سُلطانِ مدینہ سُرورِ سینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دیدار نصیب ہوتا تھا، جو احکامِ خداوندی کے پابندی کرنے والے تھے، جو شہنشاہِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر مر مٹ جانے والے تھے جو سچی تھے، نمازی تھے، حاجی تھے، صحابی تھے، انہوں نے بھی اپنی نماز و روزہ اور اعمالِ صالحہ پر ہی بھروسہ نہیں کیا، بلکہ شفاعتِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کا سہارا لیا ہے۔ پھر ہم کون ہیں جو شفاعتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے لاپرواہ ہو جائیں اور محض عمل پر بھروسہ رکھیں۔ عمل بھی اس وقت ہی کام آئیں گے جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظرِ کرم ہوگی۔ اسی لیے کسی نے کہا ہے ؎

تیرے باجھوں میرے آقا ساڈا نہیوں گزارا
گناہگاراں دا آقا بس تو نہیوں سہارا

کہاں تلاش کروں؟

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ اقدس رسالت مآب میں عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم روزِ محشر آپ میری شفاعت فرمائیں تو رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شفاعت فرمانے کا وعدہ فرمالیا۔ پھر میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میدانِ حشر میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟

قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللہِ فَاَیْنَ اَطْلُبُكَ قَالَ اُطْلُبْنِیْ اَوَّلَ مَا تَطْلُبُنِیْ عَلَی الصِّرَاطِ قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَلْقَكَ عَلَی الصِّرَاطِ قَالَ فَاطْلُبْنِیْ عِنْدَ الْمِیْزَانِ قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَلْقَكَ عِنْدَ الْمِیْزَانِ قَالَ فَاطْلُبْنِیْ عِنْدَ الْحَوْضِ فَاِنِّیْ لَا اُخْطِئُ هٰذِهِ الثَّلٰثَ الْمَوَاطِنَ۔

(ترمذی، مشکوٰۃ صــ۴۹۳)

یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)، میں آپ کو کہاں تلاش کروں۔ فرمایا سب سے پہلے تم مجھے پُل صراط پر تلاش کرنا، میں نے عرض کیا اگر آپ وہاں نہ ملیں تو؟ آپ نے فرمایا تو پھر مجھے میزان کے پاس ڈھونڈھنا، میں نے عرض کیا: اگر آپ وہاں بھی نہ ملے تو؟ آپ نے فرمایا پھر مجھے حوضِ کوثر کے پاس تلاش کرنا۔ اِن میں سے کہیں نہ کہیں ضرور ملوں گا۔

سامعین کرام! ہمارے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پُل صراط پر غلاموں کو پار لگاتے ہوں گے، میزانِ عمل پر امتیوں کے اعمال میں درود کی پرچیاں ڈال کر نیکی والے پلڑے کو وزنی بناتے ہوں گے۔ حوضِ کوثر پر اپنی پیاسی امت کو بھر بھر کر جام پلاتے ہوں گے۔ اسی لئے تو ہم کہتے ہیں ؎

تیرے باجھوں میرے آقا ساڈا نہیوں گزارا
گناہگاراں دا آقا بس تو نہیوں سہارا

حَتّٰی اِنَّ خَازِنَ النَّارِ لَیَقُوْلُ یَا مُحَمَّدُ مَا تَرَکْتَ لِغَضَبِ رَبِّكَ فِیْ اُمَّتِكَ ۔ (الشفاء ج ۱، ص ۱۳۹)

حتیٰ کہ داروغہ جہنم کہے گا کہ اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم) تم نے اپنی امت سے اللہ کے غضب کے لیے کچھ بھی نہیں چھوڑا۔

تیرے باجھوں میرے آقا میرا نہیوں گزارا
گناہ گاراں دا آقا بس تو نہیوں سہارا

براق کی سواری

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ روز قیامت تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی سواریوں پر سوار ہوں گے اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی سواری براق پر سوار ہوں گے۔ اور آگے آگے حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ اونٹنی پر سوار اذان دیتے جائیں گے۔

اِذَا قَالَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ شَهِدَ لَهُ الْمُؤْمِنُوْنَ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ ۔ (المواھب اللدنیہ ص ۶۱۴)

جب وہ کہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے رسول ہیں، تو اگلے پچھلے تمام مومنین بھی اس کی گواہی دیں گے۔

اور دوسری روایت میں اس طرح آیا ہے:

فَاِذَا سَمِعَتِ الْاَنْبِیَاءُ وَاُمَمُهَا اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ قَالُوْا نَشْهَدُ عَلٰی ذٰلِكَ ۔

کہ جب اشہد ان محمد رسول اللہ کو دیگر انبیاء اور ان کے امتی سنیں گے، تو وہ بھی کہیں گے کہ ہم بھی گواہی دیتے ہیں۔

ذرا آنکھوں کے سامنے یہ منظر لے آؤ ——— پیچھے سب نبی، آگے سب کے نبی، اور پھر اُن کے آگے مؤذنِ رسول، حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

انبیاء کے منبر

سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یُوْضَعُ لِلْاَنْبِیَاءِ مَنَابِرُ یَجْلِسُوْنَ عَلَیْهَا وَیَبْقٰی مِنْبَرِیْ لَا اَجْلِسُ عَلَیْهِ قَائِمًا بَیْنَ یَدَیْ رَبِّیْ مُنْتَصِبًا ۔ (الشفاء ج ۱ ص ۱۳۹)

حضرات انبیاء کرام کے لئے منبر رکھے جائیں گے اور وہ ان پر بیٹھ جائیں گے اور میرا منبر باقی رہ جائے گا، میں اس پر نہیں بیٹھوں گا، جب کہ سراپا سوال بن کر اپنے رب کے حضور کھڑا رہوں گا۔

اللہ تبارک تعالیٰ فرمائے گا اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اپنی اُمت کے لیے کیا چاہتے ہو؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرض کریں گے:

یَا رَبِّ عَجِّلْ حِسَابَهُمْ (الشفاء ج ۱ ص ۱۳۹)

اے رب! میری اُمت کا حساب جلد کیا جائے۔

سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں پس میرے امتی بلا لیے جائیں گے اور اُن کا حساب شروع ہو جائے گا۔

فَمِنْهُمْ مَنْ یَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَةٍ وَّمِنْهُمْ مَنْ یَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِیْ ۔ (الشفاء ج ۱، ص ۱۳۹)

پس کچھ ان میں سے وہ ہوں گے جو اللہ کی رحمت سے جنت میں داخل ہو جائیں گے اور کچھ ان میں سے میری شفاعت کے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

حضور رحمۃ للعالمین، ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں برابر شفاعت کرتا رہوں گا، یہاں تک کہ مجھے ایسے لوگ ملیں گے، جن کو دوزخ کے پروانے جاری ہوں گے (میں اُن کی بھی شفاعت کروں گا) اور سلطانِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ اقدس میں لواء الحمد کا جھنڈا ہو گا ـــ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

Scanned with CamScanner

کہ بس اللہ تعالیٰ میرا خود استقبال فرمائے گا۔

مقامِ محمود

قیامت کے روز آفتاب پوری شدت سے چمک رہا ہوگا مخلوقِ خدا کو کہیں بھی امن وسلامتی کا سایہ میسر نہ ہوگا۔ گناہ گاروں کو اپنے گناہ عریاں صورت میں نظر آئیں گے۔ ہر شخص غم زدہ، حیران، پریشان ہوگا، اولادِ آدم لرزاں و ترساں کسی سفارش کی تلاش میں ہوگی جس کی شفاعت سے خدا کے غضب سے نجات حاصل ہوسکے۔

حدیث شریف کی اکثر کتابوں میں بالخصوص صحیح بخاری، صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ، حضرت انس بن مالک، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم سے متعدد طریقوں سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی ایک مجلس میں بیان فرمایا کہ قیامت کے ہولناک میدان میں لوگوں کو ایک شفیع کی تلاش ہوگی، لوگ پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس پہنچیں گے اور عرض کریں گے۔

اَنْتَ اَبُو الْبَشَرِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَنَفَخَ فِيْكَ مِنْ رُّوْحِهٖ وَاَمَرَ الْمَلٰٓئِكَةَ فَسَجَدُوْا لَكَ اِشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ۔

آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں، اللہ نے آپ کو اپنے ہاتھوں سے بنایا اور تم میں اپنی رُوح پھونکی اور فرشتوں کو حکم ہوا کہ وہ آپ کو سجدہ کریں۔ آپ ہماری رب کے حضور شفاعت فرمائیں۔

سیدنا آدم علیہ السلام فرمائیں گے کہ اللہ تعالیٰ قہر وغضب میں ہے، اس لیے میں تمہاری شفاعت نہیں کرسکتا، لہٰذا تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ ساری مخلوقِ خدا حضرت نوح علیہ السلام کے حضور حاضر ہوجائے گی اور انہیں رب کے حضور شفاعت کرنے کے لیے درخواست کرے گی، وہ اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِىْ، فرمائیں گے۔ لوگ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور پھر جناب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام

کے پاس جائیں گے، یہاں تک کہ سب نبی و مرسل یہی فرمائیں گے اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِىْ۔ یعنی جاؤ کسی اور کے پاس ـــ آخر میں مخلوقِ خدا اکٹھی ہوکر بارگاہِ سیدالمرسلین، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش ہوجائے گی اور عرض کرے گی جس کی ترجمانی شاعر نے اس طرح کی ہے ؎

تیرے باہجھوں میرے آقا ساڈا نہیوں گزارا
گناہ گاراں دا آقا بس تو نہیوں سہارا

چنانچہ ان پریشان حالوں، دکھیوں اور مصیبت زدہ لوگوں کی مشکل کشائی فرمانے کے لیے حضور سیدِ عالم شفیعِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عرشِ الٰہی کے نیچے سجدے میں گرجائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے حکم ہوگا:

اِرْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ يُسْمَعْ سَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ (بخاری ج۲ ص۱۱۱۸)

(اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا سر اٹھائیے اور کہیے آپ کی سُنی جائے گی جو مانگو گے اور شفاعت کرو قبول کی جائے گی۔

شاعر نے اس مقام پر کیا خوب کہا ہے ؎

وہ سماں کیسا ذیشان ہوگا، جب خدا مصطفےٰ سے کہے گا
اب تو سجدے سے سر کو اٹھاؤ آپ کی ساری اُمت بری ہے

پھر سرکارِ دوجہاں، شفیعِ مجرماں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گنہ گار اُمت کی شفاعت فرمائیں گے اور جس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہوگا، اس کو بھی جنت میں لے جائیں گے ـــ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں بروزِ حشر حضور رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین!

وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ

خُلقِ عظیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝ اَلصَّلٰوۃُ
وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝
اَمَّا بَعْدُ ط فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ
الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۝ صَدَقَ
اللّٰہُ مَوْلٰنَا الْعَظِیْمُ ۝ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ ۝

دُنیا تے آیا کوئی تیری نہ مثال دا
لبھ کے لیاواں کتھوں سوہنا تیرے نال دا

چہرہ تیرا نور ونڈے ساری کائنات نوں — رب دی درود بھیجے اِک تیری ذات نوں
دو جگ قیدی تیری زلفاں دے جال دا — لبھ کے لیاواں کتھوں سوہنا تیرے نال دا

صفتاں تے تیریاں دا کوئی وی حساب نہیں — توں تے کتھے تیریاں غلاماں دا جواب نہیں
حوراں نوں توں دیوے نذریں حبشی بلال دا — لبھ کے لیاواں کتھوں سوہنا تیرے نال دا

مکے رہن والیا مدینے جان والیا — ٹھیڈے کھان والیاں نوں سینے لان والیا
تیرے باجھوں ڈگیاں نوں کوئی نہ سنبھال دا — لبھ کے لیاواں کتھوں سوہنا تیرے نال دا

ہوکا پیا دیواں تیرے سچیاں پیاراں دا — جیوندا اے ظہوری تاں لیکھے تیریاں یاراں دا

گولا ہاں تیرا، تیرے در، تیری آل دا
لبھ کے لیاواں کتھوں سوہنا تیرے نال دا

سامعینِ محترم! ہمارے خالق و مالک اللہ رب العالمین جلّ وعلا نے اس کائناتِ عالم کی ہدایت و رہبری کے لیے ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش انبیاء کرام مرسلینِ عظام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا ——— آدم علیہ السلام آئے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت لے کر آئے ——— شیث علیہ السلام آئے تو رحمت لے کر آئے ——— نوح علیہ السلام آئے تو رحمت لے کر آئے ——— ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام رحمت لے کر آئے ——— ذبیح اللہ علیہ السلام رحمت لے کر آئے ——— کلیم اللہ علیہ السلام رحمت لے کر آئے ——— روح اللہ علیہ السلام رحمت لے کر آئے ——— سارے نبی رحمت لے کر آئے ——— سارے رسول رحمت لے کر آئے ——— مگر ——— ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام رحمت بن کر تشریف لائے ——— ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ (پ -ع) — اور اے محبوب! ہم نے آپ کو دونوں جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنی عظمت و شان کو قرآن میں یوں بیان فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (پ ۱ - ع ۱) — سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔

سامعینِ محترم! ہمارا اللہ ربّ العٰلمین ہے ——— اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں ——— جہاں تک اُس کی کبریائی ہے ——— وہاں تک ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مصطفائی ہے۔

کوئی مانے نہ مانے اللہ تبارک و تعالیٰ اُس کا رب ہے۔
کوئی مانے نہ مانے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے لیے رحمت ہیں۔

سامعینِ محترم! عالمین یعنی دونوں جہان حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رحمت لینے والے ہیں اور آپ رحمۃ للعالمین ہیں ——— یعنی رحمت دینے والے ———

لینے والا ـــ گدا ہوتا ہے ـــ اور دینے والا شاہ ہوتا ہے ـــ تو نتیجہ یہ نکلا ـــ دونوں جہاں میرے آقا کے در کے گدا ہیں ـــ اور آپ دونوں عالم کے داتا ہیں ؎

جدھر جدھر بھی گئے وہ کرم ہی کرم کرتے گئے
کسی نے مانگا نہ مانگا وہ جھولی بھرتے گئے

آپ کی ذات تمام جمادات کے لیے رحمت ـــ نباتات کے لیے رحمت ـــ حیوانات کے لیے رحمت ـــ حور و ملک کے لیے رحمت ـــ جن و انس کے لیے رحمت ـــ فلک و فرش کے لیے رحمت ـــ دنیا و آخرت کے لیے رحمت ـــ اپنوں کے لیے رحمت ـــ غیروں کے لیے رحمت ـــ کائناتِ عالم کا ذرہ ذرہ، پتا پتا آپ کی رحمت سے مستفیض ہو رہا ہے ؎

کسی نے مانگا نہ مانگا وہ جھولی بھرتے گئے

سامعینِ محترم! ہمارے آقا و مولیٰ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا گزر جہاں جہاں سے ہوتا گیا، وہاں وہاں رحمتِ خداوندی کی برسات ہوتی گئی۔ آپ کے دامنِ رحمت کی طفیل کائنات کا مقدر چمک اٹھا ـــ تاریک دلوں کو نورِ ایمان اور گمگشتگانِ راہ کو صراطِ مستقیم کی دولت نصیب ہوئی ـــ آپ کی ذاتِ بابرکات پوری کائنات کے لیے رہبر و رہنما ہے ـــ اللہ رب العزت کا ارشادِ مقدس ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۔ (پ ۲۱ - ع ۱۹)
بے شک تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی بہتر ہے۔

آپ کی ہر ہر ادا ہمارے لیے درسِ ہدایت ہے ـــ دنیا میں بسنے والے ہر انسان آپ کی ذاتِ اقدس سے رہنمائی حاصل کر سکتا ہے ـــ اگر کوئی باپ ہے تو خاتونِ جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے مشفق باپ کی سیرتِ پاک کو دیکھئے کہ اولاد کی تربیت و پرورش کیسے کی جاتی ہے ـــ اگر کوئی بیٹا ہے تو سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے فرزندِ دلبند سے

والدین کے آداب سیکھیے ـــ اگر کوئی شوہر ہے تو امّ المومنین سیدہ عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہا کے سر کے تاج کی ازدواجی زندگی کا مطالعہ کرے ـــ اگر کوئی دوستی کا طریقہ و سلیقہ سیکھنا چاہتا ہے، تو یارِ غار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے آقا و مولیٰ ماویٰ و ملجا صلی اللہ علیہ وسلم سے رفاقت و محبت کا درس لے ـــ اگر کوئی گھر کا کام کاج کرنے کی رہنمائی حاصل کرنا چاہتا ہے، تو مالکِ کونین کی سیرت کا مطالعہ کرے جو تاجدارِ دو جہاں (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہونے کے باوجود گھر کے معمولی کام کرنے میں عار محسوس نہیں کرتے تھے۔ اگر کوئی تاجر ہے تو ملکِ شام میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے عادل تاجر کو دیکھیے۔ اگر کوئی حاکم ہے، تو مدینہ طیبہ کے فرماں روا کی حیاتِ طیبہ سے اصولِ شاہی سیکھیے ـــ اگر کوئی قاضی ہے تو مسجدِ نبوی کے مصلّی پر جلوہ افروز ہو کر فیصلہ کرنے والے سے رہنمائی لے۔ اگر کوئی سپہ سالار ہے ـــ تو جنگِ بدر میں بے سر و سامان لشکر کی کمان کرنے والے سے اصولِ سپہ گری سمجھیے ـــ اگر کوئی معلم ہے، تو معلمِ کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پُرنور زندگی دیکھیے ـــ اگر کوئی فاقہ مست ہے، تو جنگِ خندق میں پیٹ پر پتھر باندھنے والے کو دیکھیے۔ رب ذوالجلال کی قسم یہ وہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آقا ہیں، جن کی ذات انسانی زندگی کے تمام تر طبقات کے لیے مکمل رہنمائی موجود ہے ـــ آؤ مدینہ طیبہ کی اس عظیم درس گاہِ نبوی کا نظارہ کرو ـــ جس کی چھت کھجور کے درخت کی لکڑی اور پتوں سے بنائی گئی تھی ـــ اس کے نیچے الگ الگ مقام پر ہر شعبۂ زندگی سے وابستہ لوگوں کی جماعت اپنے اپنے درس کو مکمل کر رہی ہے ـــ کہیں ابوبکر و عمر عثمان و حیدر رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں ـــ کہیں طلحہ و زبیر، جناب سعد و معاذ رضی اللہ عنہم جیسے اربابِ تدبیر ہیں ـــ کہیں خالد بن ولید، ابو عبیدہ، سعد بن وقاص، عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے سپہ سالار کسی کونے میں صوبوں کے حکمران، عدالتوں کے قاضی، قانون دان، قوانین کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں ـــ کہیں عابدوں زاہدوں کا اجتماع ہے،

Scanned with CamScanner

جن کی شب اور روز عبادتِ الٰہیہ میں گزر رہی ہے ——— کہیں ابوذر، سلمان، ابودرداء رضی اللہ عنہم جیسے خرقہ پوش ہیں جو شیخ الاسلام کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں ——— کہیں جانب اصحابِ صُفّہ ہیں، جو درس گاہِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طالب علم ہیں جو جنگل سے لکڑیاں لا کر فروخت کرتے ہیں اور رات دن علم کی طلب میں مصروف رہتے ہیں ——— کہیں حضرت علی، سیدہ عائشہ، ابن عباس، حضرت ابن مسعود، زید بن ثابت رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسے فقیہہ و محدث ہیں جو قرآن و سنت کی اشاعت کی تربیت حاصل کر رہے ہیں ——— غرضیکہ کسی طرف غلاموں کی بھیڑ ہے ——— کہیں آقاؤں کی محفل ہے ——— کہیں غریبوں اور ناداروں کی مجلس ہے ——— مگر ان سب میں ظاہری عزت اور دُنیاوی اعزاز کے سبب کوئی تفریق نہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی اور غلام ہونے کی نسبت سے سب ایک ہیں، سب ایک ہی شمع کے پروانے ہیں۔ سب میں نشۂ توحید اور سینوں میں حق پرستی کا جذبہ جلوہ گر ہے۔ سب ایک ہی آقا و مولیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گرد حلقہ بگوش ہیں ——— ہر ایک اپنے ظرف اور مقدر کے مطابق فیض لے رہا ہے ؎

جدھر جدھر بھی گئے، وہ کرم ہی کرتے گئے
کسی نے مانگا نہ مانگا وہ جھولی بھرتے گئے

کھڑکیاں

فتح مکہ کے ایک روز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک مکان کی دیوار سے ٹیک لگائے اپنے کسی غلام کے ساتھ گفتگو فرما رہے تھے ——— اور وہ مکان ایک کافرہ عورت کا تھا۔ اُس نے جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سُنی، تو بُغض و حسد کی وجہ سے اپنے مکان کی کھڑکیاں بند کر لیں۔ تاکہ آپ کی آواز اُسے سُنائی نہ دے ——— ادھر حضرت جبرائیل علیہ السلام بارگاہِ مصطفوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: آپ جس مکان کی دیوار سے ٹیک لگائے کھڑے ہیں، یہ ایک کافرہ عورت کا مکان ہے اور اس مکان میں رہنے والی کافرہ عورت نے بُغض و حسد سے اپنے

مکان کی کھڑکیاں بند کر دی ہیں تاکہ آپ کی آواز اُسے سُنائی نہ دے ——— مگر اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے، چونکہ آپ کی پُشتِ انور اس مکان کی دیوار کے ساتھ مس کر گئی ہے، اس لیے وہ نہیں چاہتا کہ اس مکان میں رہنے والے دوزخ میں جائیں۔ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کافرہ نے اپنے مکان کی کھڑکیوں کو بند کیا ——— اور ہم نے اس کے دل کی کھڑکیوں کو کھول دیا ہے ——— جبرائیل علیہ السلام یہ کہتا تھا کہ اس عورت کی اندر بیٹھے بیٹھے دل کی دنیا بدل گئی، اور وہ بیقرار ہو کر باہر نکلی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدموں پر گر گئی اور مسلمان ہو گئی اور صدقِ دل سے کہا: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ (نزھۃ المجالس ج ۲ ۔ ص ۸۷)

جدھر جدھر بھی گئے، وہ کرم ہی کرتے گئے
کسی نے مانگا نہ مانگا، وہ جھولی بھرتے گئے

سامعینِ محترم! حضور رحمۃ للعالمین ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقہ سے پوری کائنات پر اللہ تبارک و تعالیٰ کے کرم کی برسات ہو گئی ——— حضور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے پیامِ رحمت اور خلقِ عظیم کی بدولت آپ کے گرد عشاق کا ہجوم رہتا اور غلاموں کا میلہ ہوتا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشادِ مقدس ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ
(پ ۴ - ع ۷)

تو کیسی اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب کہ تم اُن کے لیے نرم دل ہوئے۔ اگر تم تیز مزاج، سخت دل ہوتے، تو وہ ضرور تمہارے گرد پریشان ہو جاتے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قلبِ مطہر کو اپنی مخلوق کے لیے نرم کر دیا ——— مخلوقِ خدا کی خیر خواہی آپ کا منصبِ عالی تھا۔ یہی وجہ تھی کہ یہاں پر اپنے پرائے، دوست و دشمن کی دستگیری ہو جایا کرتی تھی ——— بلا امتیاز رنگ و

نسل سب کو یکساں طور پر دیکھا جاتا تھا مضطرب لوگ یہاں پہنچ کر سکون حاصل کرتے تھے ہر دُکھی کے دُکھ کا مداوا اسی بارگاہ میں ہو جایا کرتا تھا — یہاں پہنچنے والا ہر غم سے آزاد ہو جایا کرتا ہے —— اپنے تو اپنے یہاں پر غیروں کو بھی دامنِ رحمت میسر آجاتا ہے۔ یہی سیرتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عظیم خاصہ ہے —— یہی خلقِ عظیم کا نمونہ ہے ——

سامعینِ محترم! آپ نے مشاہدہ کیا ہوگا، بعض لوگ اپنی ذاتی اغراض و مقاصد کی خاطر لوگوں سے خوش اخلاقی سے پیش آتے ہیں۔ لوگوں کی غم خواری کا دعویٰ کرتے ہیں —— یہ خوش اخلاقی نہیں، بلکہ منافقت ہے۔

بعض لوگ کسی کے رعب اور دبدبے کی وجہ سے لوگوں کے ساتھ الفت و محبت سے پیش آتے ہیں —— بعض لوگ ظالم و جابر ہوتے ہیں، مخلوقِ خدا اُن کے بُرے اخلاق کی وجہ سے تنگ اور بیزار ہوتی ہے، مگر وہ اپنے بچوں اور اپنی اولاد کے ساتھ بوجہ قربت حُسنِ اخلاق سے پیش آتے ہیں۔

قسم ہے ربِ ذوالجلال کی، خلقِ عظیم کا اکمل و مکمل اور کامل نمونہ تمہیں ایک ہی ذات میں ملے گا، جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی خیر خواہی، کسی ذاتی غرض کی وجہ سے نہیں کرتے، کسی ذاتی قربت یا ڈر اور خوف کی وجہ سے نہیں کرتے، بلکہ اُن کا دامنِ کرم اپنے پرائے کے لیے پھیلا ہوا ہے اس رحمۃ للعالمین آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو غیر سمجھا ہی نہیں —— بلکہ کچھ شقی بدبخت خود ہی اس بارگاہ سے دُور رہ کر غیر بن گئے ہیں —

سلام اُس پر کہ جس نے دشمنوں کو قبائیں دیں
سلام اُس پر کہ جس نے گالیاں سُن کر دعائیں دیں —— ارشاد ہوتا ہے،

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ — بے شک آپ بڑے ہی صاحبِ اخلاق ہیں۔ (پ ۲۹ - ع ۳)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلقِ عظیم کا پیکر بنا کر بھیجا ہے — سرکارِ اعلیٰ حضرت عرض کرتے ہیں

تیرے خُلق کو رب نے عظیم کہا تیری خَلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا تیرے خالقِ حُسن و ادا کی قسم

سامعینِ محترم! جنگِ اُحد کے موقع پر کفار و مشرکین نے آپ پر سنگ باری کی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رُخِ انور خون سے رنگین ہوگیا صحابہ کرام نے آپ کی بارگاہِ اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ان مشرکوں اور کافروں کے لیے بددُعا کیجیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں تباہ و برباد کردے۔ صحابہ کرام کی یہ عرض سُن کر آپ نے ارشاد فرمایا جس کی ترجمانی حفیظ جالندھری نے یوں کی ہے —

یہ سُن کر رحمۃ للعالمیں نے ہنس کے فرمایا
کہ میں اِس دہر میں قہر و غضب بن کر نہیں آیا

اور ایک پنجابی شاعر نے آپ کی شانِ رحمت اور خلقِ عظیم کی رفعت اور عظمت و شان کی ترجمانی اس طرح کی ہے —

اللہ اللہ! نبی پاک دا حوصلہ — گالیاں سُن کے وی مُسکراندا رہیا
اودے اخلاق توں جانواں قربان میں — ویریاں لئی وی چادراں وچھاندا رہیا

آؤ آستانۂ رحمت، پیکرِ خلقِ عظیم نبی رؤف و رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

مہمان نوازی

کے دامنِ کرم کا نظارہ کرو۔ مدینہ طیبہ کی پاک بستی میں سرِ شام ہی مسجدِ نبوی شریف کے دروازے پر چند پریشان مسافر کھڑے تھے، جنہوں نے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کی کہ ہم مسافر ہیں، دور دراز سفر طے کرنے کے بعد تھک گئے ہیں، اب رات بسر کرنا چاہتے ہیں —— اور آپ کو یہ بھی بتا دیا کہ وہ مسلمان نہیں ہیں، بلکہ کافر ہیں —— قربان جاؤں حضور رحمتِ دوعالم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رحم و کرم اور لطف و عطا پر —— آپ نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ ان مسافروں کو آپس میں بانٹ لو —— فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سن کر ایک

ایک مسافر صحابہ کرام اپنے اپنے گھر لے گئے اور اب جو آپ نے دیکھا تو ابھی ایک مہمان باقی تھا، تو اسے فرمایا، تم ہمارے مہمان بن جاؤ ـــــ چنانچہ اسے کاشانۂ نبوت پر لے جایا گیا۔ عزت سے بٹھانے کے بعد ایک بکری کا دودھ اُس کو پینے کے لیے دیا گیا، جسے وہ پی گیا پھر وہ دوسری بکری کا دودھ اُسے دیا گیا، وہ پی گیا ـــــ حتیٰ کہ بیک وقت سات بکریوں کا دودھ اسے دیا گیا، جسے وہ پیتا گیا ـــــ پھر اسے کھانا دیا گیا تو اُس نے اتنا کھایا کہ سارے گھر کا کھانا سمیٹ گیا اور باقی اہل خانہ کے لیے کچھ باقی نہ بچا ـــــ کھانے سے فارغ ہو کر وہ بستر پر سو گیا اور حجرے کا دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا ـــــ اُس نے کھانا ضرورت سے زیادہ کھا لیا تھا، جس کی وجہ سے رات کو اُس کے پیٹ میں تکلیف ہو گئی ـــــ اور اُس نے نیند کی حالت بستر پر پاخانہ کر دیا ـــــ جب اُس کی آنکھ کھلی تو وہ پریشان ہوا، اس لیے اب اُس کا لباس بھی نجاست آلودہ تھا اور بستر کی چادر بھی خراب ہو چکی تھی ـــــ دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ اب صبح ہوتے ہی یہاں سے چھُپ کر بھاگ جانا چاہیے تاکہ شرمندگی نہ اٹھانا پڑے۔

دروازہ کھول دیا

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہمان کی پریشانی سے آگاہ ہو چکے تھے، اس لیے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اس انداز سے حجرے کا دروازہ کھولا کہ اُس کو یہ معلوم نہ ہو سکے کہ دروازہ کس نے کھولا ہے۔ مولانا روم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎

مصطفےٰ صبح آمد و در کشاد ۔۔۔ صبح آں گم راہ را، راہ داد
در کشاد و گشت پنہاں مصطفےٰ ۔۔۔ تا نگردد شرمسار آں مبتلا

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح صبح تشریف لائے اور دروازہ کھولا اور اُس گمراہ کو آپ نے راہ دکھلائی ـــــ دروازہ کھول کر آپ وہاں سے پردہ میں چلے گئے تاکہ وہ شخص شرمسار نہ ہو۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دروازہ کھول دیا اور خود اُس کے سامنے نہ ہوئے۔ مسافر نے موقع غنیمت جانتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھا کہ اب مجھے کوئی نہیں دیکھ رہا تو وہ جلدی سے حجرے سے باہر نکلا اور بھاگ گیا۔ آپ کے خدام جب حجرے میں داخل ہوئے تو وہاں رات بسر کرنے والا مہمان نہیں تھا، مگر خراب چادر کو دیکھ کر پریشان ہوئے اور بارگاہِ رحمت دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! رات بسر کرنے والا مہمان بغیر اجازت کیسے بھاگ گیا ہے؟ اور بستر کی چادر بھی غلاظت آلودہ کر گیا ہے۔ یہ سُن کر آپ کے لبوں پر تبسم آ گیا اور فرمایا: اس خراب چادر کو ہم خود اپنے ہاتھوں سے دھوئیں گے۔ صحابہ کرام نے بہت عرض کیا کہ یہ چادر ہم دھو ڈالتے ہیں، مگر آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن کی اس درخواست کو منظور نہ فرمایا اور خود اپنے ہاتھ سے اُس چادر کو دھونا شروع کر دیا۔

نظرِ کرم

ادھر مہمان کو راستہ میں چلتے چلتے خیال آیا کہ وہ اپنے گلے کا تعویذ کاشانۂ نبوت کے حجرۂ مقدسہ میں بھول آیا ہے۔ اب سوچنے لگا اگر واپس لینے کے لیے جاؤں تو بہت شرمندگی اٹھانا ہو گی۔ اگر نہیں جاتا تو تعویذ سے محروم ہونا پڑے گا ـــــ آخر اُس نے فیصلہ کیا کہ رُسوائی ہوتی ہے تو ہو جائے، تعویذ کو کیوں چھوڑا جائے ـــــ واپس چلتے ہیں جو ہو گا دیکھا جائے گا ـــــ چنانچہ جب وہ واپس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر پہنچا، تو کیا دیکھا کہ جو بستر کی چادر اُس نے رات کو خراب کی تھی۔ تاجدارِ دوجہاں رحمتِ عالمیاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو اپنے دستِ مقدس سے دھو رہے ہیں اور اُس کافر کو سامنے دیکھ کر آپ نے اُس کے ساتھ کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا ـــــ اور اُس سے بڑی شفقت کے ساتھ فرمایا کہ کہو تم واپس کیسے آئے ہو۔؟ اُس نے کہا، حضور! میں نے رات یہاں بسر کی تھی اور صبح چلا گیا اور میرا تعویذ یہاں رہ گیا ہے، وہ لینے کے لیے واپس آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا: یہ لو اپنا تعویذ، اُس کافر نے آپ کے اس کریمانہ برتاؤ کو دیکھا تو اس پر رقت طاری ہو گئی اور آنکھوں

سے آنسو جاری ہو گئے اور روتے روتے عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کہاں میں گناہ گار ـــــ اور کہاں آپ دو عالم کے تاجدار ـــــ آقا مجھے اپنا غلام بنا لیجیے ـــــ آپ نے بستر کی چادر صاف کرتے کرتے میرے دل کو کفر کی پلیدی سے صاف کر دیا ہے ـــــ چنانچہ وہ کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا ؎

اللہ اللہ نبی پاک دا حوصلہ،   گالیاں سُن کے دی مُسکراوندا رہیا
اوہدے اخلاق توں جانواں قربان میں   ویریاں لئی دی جیڈاں وچھاوندا رہیا

نادار بڑھیا

ایک روز مکہ معظمہ کی مقدس گلی سے رحمتِ دو عالم شفیعِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزر رہے تھے کہ ایک کمزور اور ضعیف عورت اپنے گھر کا ساز و سامان کی گٹھڑی باندھ کر اپنے دروازے پر بیٹھی انتظار کر رہی تھی کہ کوئی راہ گیر گزرے جسے وہ آواز دے کر اپنے پاس بُلاتے اور وہ اُس کی گٹھڑی اُسے اٹھوا دے۔ چنانچہ اچانک آپ کا گزر، جب اُس کے مکان کے پاس سے ہوا تو اُس نے آپ کو آواز دی۔ آپ جب اُس کے پاس پہنچے، تو اُس نے کہا بیٹا یہ گٹھڑی میرے سر پر رکھوا دو ـــــ آپ نے پوچھا: اے اماں! تو اپنے اسباب کو لے کر اپنے گھر سے کیوں جا رہی ہے؟ تو اُس ضعیفہ نے اس طرح کہا، جس کی ترجمانی شاعر نے یوں کی ہے:

ہے لوکی آکھدے ایتھے کوئی ہے جادوگر بھارا
جیہڑا لگدا اوہدے متھے اوہ بن دا الفر بے چارا
بڑے علماں تے عقلاں والے اوتھے پل نہ اڑدے نے
میں سنیا دیکھ کے اوہنوں، پتھر وی کلمہ پڑھدے نے

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس عورت نے کہا کہ میں شہر مکہ کو اس لیے چھوڑ رہی ہوں کہ میں نے سُنا ہے کہ یہاں ایک بہت بڑا جادوگر ہے جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور وہ جس کی طرف ایک نظر دیکھ لیتا ہے، وہ اُس کا ہی ہو کر رہ جاتا ہے۔

مَیں یہاں سے اس لئے جا رہی ہوں کہ کہیں اُس کی نظر مجھ پر بھی نہ پڑ جائے ـــــ اور میں بے اولاد ہوں، کمزور ہوں، بے سہارا ہوں، آج اگر کوئی میرا بیٹا ہوتا تو وہ میرے اس بوجھ کو لے کر ساتھ چلتا ـــــ بہر حال نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کی گفتگو کو سنا اور کسی قسم کی ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا ـــــ بلکہ مسکراتے ہوئے فرمایا: اماں اگر کوئی تیرا بوجھ اٹھانے والا نہیں، تو فکر نہ کر ؎

سوہنے نے ہنس کے فرمایا، مائی سب چھوڑ وسواساں
فکر نہ کر ذرا مائی میں گٹھڑی توڑ، اپڑا ساں
عمل ایہو جہے مائی میں ہس ہس کے کماناں ہاں
جیہدی کوئی چان والا نہیں اوہدی پنڈیں ہی چاناں ہاں

سرورِ دو عالم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دُکھیا عورت کی بات سنی کہ وہ بے سہارا اور بے آسرا ہے، تو آپ نے اُس کی گٹھڑی کو اپنے سر پر اُٹھا لیا اور اُس کے ساتھ ہو لیے، اور فرمایا، اماں چلو آگے آگے چلو تاکہ میں تجھے منزلِ مقصود تک پہنچا آؤں ـــــ ضعیفہ بے سہارا آگے آگے چلی، اور بے سہاروں کا سہارا اُس کے پیچھے پیچھے ـــــ

آگے آگے مائی ـــــ پیچھے پیچھے رب دا ماہی ـــــ

حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے ؎

کوئی مثل نہ ڈھولن دی
مہر علی چُپ کر جا ایتھے جا نہیوں بولن دی

قربان جاؤں نبیوں کے سردار پر ـــــ اُمت کے غم خوار پر ـــــ کائنات کے تاجدار پر ـــــ احمدِ مختار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ـــــ شاعر اس مقام پر عرض کرتا ہے ؎

یہ حلیمہ بھید کھُلا نہیں، یہ مقام چُون و چرا نہیں
تو خدا سے پوچھ وہ کون تھے تیری بکریاں جو چرا گئے

بہر حال نادار مائی آگے آگے چلتی رہی اور سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُس کے ساتھ ساتھ چلتے گئے ——— راستہ میں آپ اُس کی دلجوئی کے لیے میٹھی میٹھی باتیں بھی کرتے گئے ——— جب وہ ضعیفہ اپنی منزلِ مقصود پر پہنچ گئی تو آپ نے اس کی گٹھڑی سر سے اُتار کر اُس کے حوالے فرمائی اور اجازت لے کر وہاں سے رخصت ہوئے، تو اس بوڑھی عورت نے آپ کو آواز دی اور کہنے لگی اے بیٹا! تو نے میرے ساتھ بڑا احسان کیا ہے جس کا بدلہ میں تجھے نہیں دے سکتی۔ بیٹا! تو مجھے بہت اچھا لگا ہے ——— تیرا چہرہ بڑا حسین ہے، تو اخلاق کا پیکر ہے، تو نے مجھ غریب سے جو ہمدردی کی ہے، میں اُس کا صلہ کیا پیش کروں؟ بس میں نے تجھے اس لیے بُلایا ہے کہ میں بھی تیرے ساتھ بھلائی کروں ——— اے بیٹا! جس جادوگر سے بچنے کے لیے میں نے مکہ چھوڑا ہے، تم اُس سے بچتے رہنا، کہیں اُس کی نظر تمہارے چاند سے چہرے پر بھی نہ پڑ جائے ——— مائی کی نصیحت سُن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مُسکرا دیئے ؎

باگوں پھیر ہس کے تے بولیا، پیکرِ شرافت دا

توں مائی جس توں نس آئی، میں اوہو نورِ وحدت دا

میرا ناں اے مُحمّد مصطفیٰ توں سُن ذرا مائی

توں جس توں ڈر دیاں ماری وطن نوں چھوڑ کے آئی

جیہڑے ایمان لے آون نہ کردا ہاں جدا کولوں

گنہگاراں تے بدکاراں توں بخشانواں خدا کولوں

ڈٹھا جد خُلق احمد دا تے مائی بہت روئی اے

چڑھی بیڑے محمّد دے گناہ توں پاک ہوئی اے

(منظوم کلام دائم اقبال دائم)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مائی کی نصیحت سُن کر مُسکراتے ہوئے فرمایا:
اے اماں! لوگ جسے جادوگر کہتے ہیں، وہ میں ہی ہوں اور میرا ہی نام محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ اس ضعیفہ نے جب یہ سنا، تو آپ کے اخلاق کو دیکھ کر مسلمان ہو گئی ؎

اللہ اللہ نبی پاک دا حوصلہ ——— گالیاں سُن کے وی مُسکراندا رہیا

اوہدے اخلاق توں جانواں قربان میں ——— ویریاں لئی وی چدراں وچھاوندا رہیا

غضبِ الٰہی

ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صحنِ کعبہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبادت میں مصروف تھے۔ دورانِ نماز ابوجہل لعین نے ایک طرف سے چھُپ کر آپ کے سجدہ میں جانے کا انتظار کرنے لگا۔ جب سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سجدہ میں گئے تو اس لعین نے پتھر اٹھایا تاکہ آپ کے سرِ انور کو زخمی کیا جائے، مگر اُس کے دونوں ہاتھ شل ہو گئے اور پتھر اُس کے ہاتھ کے ساتھ چمٹ گیا اور خوفزدہ ہو کر وہاں سے فرار ہوا۔ لوگوں نے جب اُس کی اُس حالت کو دیکھا تو اس سے پوچھا، تجھے کیا ہوا ——— اس نے کہا کہ جب میں نے مسلمانوں کے نبی کو مارنے کے لیے پتھر اٹھا کر اس کے قریب ہوا تو ایک اژدہا کو مست اونٹ کی طرح اپنی طرف آتے دیکھا جو اپنا منہ کھولے میری طرف بڑھ رہا تھا، جس سے میں ڈر گیا اور میں نے وہاں سے بھاگ کر اپنی جان بچائی۔

رہائی

روایت میں ہے کہ وہ پتھر جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مارنے کے لیے اُس لعین نے اُٹھایا تھا، وہ اُس کے ہاتھ کے ساتھ جڑ گیا اور ہر چند کوشش کرنے کے باوجود ہاتھ سے الگ نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ مجبور ہو کر آپ کی خدمت میں عاجزی کرنے لگا۔ آپ نے دُعا فرمائی تو اُس پتھر نے اُس کے ہاتھ کو چھوڑ دیا۔ مگر وہ ازلی شقی پہلے کی طرح بدبخت ہی رہا۔ (معارج النبوت، جلد دوم، رُکن سوم)

اوہدے اخلاق توں جانواں قربان میں

ویریاں لئی وی چدراں وچھاوندا رہیا

عداوت

ابوجہل لعین نے ساری زندگی، شب و روز کوشش کی کہ کسی نہ کسی طریقہ سے اسلام کی شمع گُل ہو جائے، دینِ حق کا چرچا نہ ہو سکے۔

صراطِ مُستقیم کا راستہ بند ہو جائے۔ اس ارادۂ بد کی تکمیل کے لیے اُس نے اسلام قبول کرنے والوں پر طرح طرح کے ظلم و ستم کا بازار گرم کیا گیا ــــــ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو دوپہر کے وقت ننگے بدن گرم زمین پر لٹاتے اور اوپر گرم ریت ڈال کر مارتے ــــــ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو طرح طرح کی اذیتیں دی جاتیں۔ اس عاشقِ صادق کو زمین پر لٹا کر بدن پر گرم پتھر رکھے جاتے گلے میں رسّی ڈال کر گلیوں میں گھسیٹتے، غلامانِ مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جو اذیتیں اور تکلیفیں دی گئیں، اُن کو بیان کرنے کی زبان میں طاقت نہیں۔ قلم اُن مصائب کو تحریر میں نہیں لا سکتی۔

مشرکینِ مکّہ نے صرف اسلام قبول کرنے والوں کو تختۂ مشق بنانے کے ساتھ ساتھ ہادیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں۔ آپ کو جادوگر، ساحر، کاہن اور مجنون کہا (معاذ اللہ)، آپ کے راستہ میں کانٹے بچھائے گئے، آپ پر کئی مرتبہ سنگباری کی گئی، جس سے آپ کا رُخِ نازنین خون سے رنگین ہو جاتا، مگر ــــــ ؎

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہَوا کرے
وہ شمع کب بجھے جسے روشن خدا کرے

؎ نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بُجھایا نہ جائے گا

اللہ تبارک و تعالیٰ اس نورِ حق کی عظمت اور سربلندی کو قرآن کریم میں یُوں فرمایا ہے ؎

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ○

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں سے بجھا ڈالیں اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا ہے، خواہ کافر بُرا منائیں۔

(پ ۲۸ - ع ۹)

کنُواں کھُدوایا ابُوجہل لعین نے جتنے بھی منصوبے اسلام کو مٹانے کے لیے بنائے، وہ تمام، ناکام ہوئے ــ حبیب یمنی بادشاہِ یمن

کو بلایا کہ وہ مکّہ مکرمہ آئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تبلیغ حق سے منع کرے، مگر حبیب یمنی نے جب ہادیٔ برحق، رہبرِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملاقات کی تو اعجازِ نبوت اور شانِ رسالت دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔ عتبہ دربارِ رسالت میں گیا تو وہ بھی ناکام و نامراد واپس آیا ــــــ سیّدنا عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں بھیجا گیا تو وہ سر لانے کی بجائے سرکار، آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدموں میں اپنا سر رکھ کر مسلمان ہو گئے ــــــ آخر ابوجہل لعین کو ایک اور ترکیب سوجھی تو اُس نے اپنے ہمنواؤں اور ساتھی مشرکوں کو جمع کیا اور اُن سے کہا کہ آپ کے راستہ میں کنوآں کھودو جب کنوآں تیار ہو گیا، تو اُس پر گھاس پھونس کی کمزور سی چھت ڈال کر تھوڑی سی مٹی بچھا دی تاکہ کنوئیں کا پتہ نہ چل سکے۔ اس ظالم نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ تم کنوئیں کے قریب چھُپ کر بیٹھنا، جب مسلمانوں کے نبی کا یہاں سے گزر ہوگا تو وہ کنوئیں میں گر جائیں گے تو تم جلدی سے اس کنوئیں میں پتھر اور مٹی ڈال دینا۔

چنانچہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا گزر ادھر سے ہونے لگا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حاضرِ خدمت ہو کر عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس راستہ سے نہ گزرنا، اس لیے کہ ادھر ابوجہل لعین نے آپ کے لئے کنوآں کھُدوا رکھا ہے ــــ آپ واپس ہو گئے۔ ابوجہل کو جب آپ کی واپسی کا علم ہوا، وہ آپ کے پیچھے بھاگا تاکہ وہ آپ کو دھوکا دے کر اس کنوئیں کے اوپر سے گزار دے ــــــ تو بھول کر وہ خود ہی اس کنوئیں میں گر گیا ــــــ اُس کے غلاموں نے جب یہ صورتِ حال دیکھی، تو پوچھا اے ابوجہل! اب کیا کیا جائے، تو اُس نے کہا کہ کوئی رسّی لاؤ اور کنوئیں میں لٹکاؤ تاکہ میں رسّی پکڑ کر باہر نکل آؤں۔ چنانچہ ابوجہل لعین کو کنوئیں سے نکالنے کے لیے رسّی لٹکائی گئی، تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جتنی رسّی کو کنوئیں میں نیچا کرتے ہیں، اتنا ہی کنوآں نیچا ہوتا جاتا ہے۔ ابوجہل کے لیے باہر نکلنا دشوار ہو گیا۔

Scanned with CamScanner

فَنَادٰی اَبُوْجَهْلٍ مِنَ الْبِئْرِ اَنِ امْضُوْا اِلٰی مُحَمَّدٍ وَّاْتُوْنِیْ بِهٖ فَاِنَّهٗ لَا یُخَلِّصُنِیْ اَحَدٌ دُوْنَهٗ۔ (درۃ الناصحین ص۱۹۷)

ابوجہل نے کنوئیں سے آواز دی کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ اور اُن کو لے کر آؤ، بے شک ان کے سوا مجھے یہاں سے کوئی نہیں نکال سکتا۔

پھر ابوجہل کے ساتھی دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ابوجہل کنوئیں میں گر گیا ہے۔ ہم نے اسے نکالنے کی بڑی کوشش کی نہیں نکال سکے ــ اب ابوجہل نے ہمیں آپ کے پاس بھیجا ہے اور وہ کہتا ہے کہ آپ کے سوا مجھے یہاں سے کوئی نہیں نکال سکتا ہے

بگڑے ہوؤں کو کس نے سنوارا تیرے بغیر
ڈوبے ہوؤں کو کس نے اُبھارا تیرے بغیر

شانِ رحمت

وہ کنواں تو ابوجہل نے اس لیے نکالا تھا کہ سرکارِ دوعالم رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس میں گر جائیں، مگر ابوجہل خود اُس میں گر گیا اور نکالنے کے لیے آپ کو بلا رہا ہے۔ آپ کی شانِ رحمت اور خُلقِ عظیم کا نظارہ کیجیے۔ آپ نے انکار نہیں فرمایا، بلکہ اُس کنوئیں پر پہنچ گئے اور ابوجہل سے ارشاد فرمایا،

اِنْ اَخْرَجْتُكَ مِنْ هٰذَا الْبِئْرِ اَتُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (درۃ الناصحین ص۱۹۷ ج۱)

اگر میں تجھے اُس کنوئیں سے نکال دوں تو کیا اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لے آئے گا۔

ابوجہل نے وعدہ کیا کہ میں ایمان لے آؤں گا ــــ تو جہاں ابوجہل لعین کو نکالنے میں ناکام ہو گئی تھیں ــــ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دستِ مقدس آگے بڑھایا ــ

باہوں پکڑ نبی سرور نے باہر کھچ لیا ندا
ایسے طور ہزاروں چھٹس ملے پیر جنہاندا

ابوجہل جب باہر نکل آیا تو کلمۂ حق پڑھنے کی بجائے کہنے لگا۔ آپ بڑے جادوگر ہیں (معاذ اللہ) اور ایمان سے محروم رہا۔ بہرحال نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کا ہی تقاضا تھا کہ اپنے بیگانوں کے ساتھ خلقِ عظیم کا مظاہرہ کیا جائے ــ

اوہدے اخلاق توں جانواں قربان میں
ویریاں لئی وی جیدراں وچھاؤندا رہیا

مشرکین کی خباثت

ایک روز ہادیٔ برحق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر کوہِ صفا سے ہوا۔ آپ نے کیا دیکھا کہ مشرکین مکہ بُت پرستی میں مشغول ہیں۔ آپ نے اُن سے فرمایا، "اے بُتوں کی پرستش کرنے والو!

"قُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا"

جب حضور سرورِ دوعالم نے اُن مشرکین کو دعوت دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ کہو: کہ یہ کہو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تم اگر یہ کہو گے تو کامیاب ہو جاؤ گے۔"

تو ولید پلید نے ابوجہل سے کہا کہ آج میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پریشان کروں، بتا تیری اس میں کیا رائے ہے؟ ابوجہل نے اسے قسم دے کر کہا تو ضرور ایسا کر ــــ چنانچہ ولید پلید اُٹھا اور اُس نے اپنی گردن کے ساتھ اپنے بُت کو رکھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا، تمہارا دعویٰ ہے کہ میرا رب رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہے ــــ تو سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میرا رب شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے ــــ پھر ولید بولا، میرا رب میری گردن کے ساتھ ہے، جسے لوگ دیکھ رہے ہیں ــــ تمہارا خدا کہاں ہے؟ ہمیں بتائیے تاکہ ہم بھی اُسے دیکھ سکیں ــــ نورِ ایمان سے خالی اور محروم، بے عقل مشرک، اللہ تعالیٰ کی معرفت سے ناآشنا تھے۔ حضور سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے اُس کے احمقانہ سوال پر خاموشی اختیار فرمالی۔ پھر ولید پلید اور اُس کے مشرک ساتھی بُت کے آگے سجدے میں گر پڑے اور بُت سے کہنے لگے کہ ہم محمّد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کو قتل کرنا چاہتے ہیں، اس میں ہماری مدد کر۔"

مشرکینِ مکّہ بُت کو سجدہ کر رہے تھے کہ اچانک بت میں ایک جن داخل ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی شانِ اقدس میں توہین آمیز اشعار کہنے لگا، جس سے مشرکینِ مکّہ بڑے خوش ہوئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور آپ کے صحابہ کرام بہت پریشان ہوئے۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کوہِ صفا سے اپنے گھر واپس تشریف لے گئے۔

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں عرض کیا، کیا آپ نے بُت کی آواز سُنی؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں ——— شیطان ہے جو بتوں کے اندر داخل ہو کر کفار کو انبیاء کرام علیہم السّلام کے قتل پر اُبھارتا ہے اور جو شیطان بھی یہ کام کرتا ہے، تو وہ انبیاء کرام کی لعنت سے ہلاک ہو جاتا ہے۔

جنّ کی آمد

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے دو تین روز بعد ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ ایک آنے والا آیا اور اُس نے آپ کی بارگاہ میں سلام عرض کیا، ہم نے آنے والے کی آواز تو سُنی، مگر وہ نظر نہ آتا تھا، آپ نے سلام کا جواب دینے کے بعد فرمایا: تو کون ہے؟ تو اُس نے عرض کی کہ میں ایک جن ہوں، گزشتہ روز میرے چچازاد مُسعر نامی جن نے ولید پلید کے بُت میں داخل ہو کر آپ کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کیا جس سے آپ اور آپ کے صحابہ کرام پریشان ہوئے۔ آقا! جب مجھے اُس جنّ کی حرکت کا علم ہوا، تو میں نے اُس کا پیچھا کیا اور اُسے قتل کر ڈالا ہے ——— تو آپ کی بارگاہ میں عرض ہے کہ آپ صبح کوہِ صفا پر تشریف لائیے، میں ولید کے بُت میں داخل ہو کر آپ کی مدح سرائی کروں گا۔ آپ نے اُس کا نام پوچھا، تو اُس نے کہا: میرا نام سمح ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تو چاہتا ہے کہ میں تجھے اچھے نام سے پکاروں، اُس نے عرض کیا، ہاں ——— ! تو فرمایا کہ میں تیرا نام عبداللہ رکھتا ہوں اور یہ پسندیدہ نام ہے۔

شبِ انتظار

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رات ہم پر بڑی طویل گزری، انتظار کی گھڑیاں ختم ہوتے میں نہ آتی تھیں۔ ہم منتظر تھے کہ مُسعر کافر جن نے جو اہلِ ایمان کے دلوں کو جو رنج پہنچایا تھا، اُس کی جلد سے جلد تلافی ہو جائے، چنانچہ صبح ہوئی، تو سرکارِ دو عالم نبی مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اپنے غلاموں کو ساتھ لے کر کوہِ صفا پر تشریف لے گئے۔ حسبِ سابق آج بھی مشرکین بتوں کی پوجا میں مصروف تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے آج بھی انہیں دعوتِ حق دیتے ہوئے فرمایا: قُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، تو وہ ضد سے بُتوں کے آگے زیادہ جُھکنے لگے۔ گزشتہ روز کی طرح بُت سے کہا کہ وہ آپ کی شان میں توہین آمیز کلمات کہے ——— مگر انہوں نے کیا دیکھا کہ کل جو بُت آپ کی اور اسلام کی توہین کر رہا تھا۔ آج حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مدح سرائی کر رہا ہے۔ یہ سُن کر مُشرکین نے اپنے بُتوں کو گالیاں دینا شروع کر دیں، بعض نے بُتوں کو مارنا شروع کر دیا، جس سے بُت ٹوٹ ٹوٹ کر زمین پر گر گئے۔

اور پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی طرف رُخ کر کے کہنے لگے یہ سب جادو کا اثر ہے۔ (معاذ اللہ) اور آپ کی شانِ اقدس میں گستاخی کرتے ہوئے انہوں نے آپ پر پتھر پھینکے۔ ابوجہل نے ایک پتھر آپ کی جبینِ اقدس پر اس زور سے مارا کہ آپ کا رخِ نازنین خون سے رنگین ہو گیا۔ مگر پیکرِ رحمت، مجسمۂ خُلقِ عظیم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام صبر و تحمّل کا دامن تھامے ہوئے صرف اتنی بات ہی اُن سے فرمائی: اے قریشیو!

لِمَ تَضْرِبُوْنِیْ فَاِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ ط

مجھے مت مارو، میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔

بہرحال اُن مشرکوں سے پریشان ہو کر آپ بیت اللہ شریف کے ایک کونے میں بیٹھ گئے۔

ہرن کا کلام

حضرت سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ جنہوں نے ابھی اسلام قبول نہ کیا تھا۔ اس روز شکار کے لیے نکلے ہوئے تھے اور ایک ہرن کے پیچھے گھوڑا دوڑا رہے تھے تاکہ اسے اپنے تیر کا نشانہ بنا سکیں ــــ جب ہرن نے امیر حمزہ کی طرف دیکھا، تو بزبانِ فصیح بولا:

تَرْمِیْ بِالسَّهْمِ اِلَیَّ وَلَا تَرْمِیْ	تو میری طرف تیر پھینکتا ہے اور اپنے
اِلٰی قَاتِلِ ابْنِ اَخِیْكَ لَوْ رَمَیْتَ	بھائی کے بیٹے کو قتل کرنے والے کی
هٰذَا السَّهْمُ اِلٰی قَاتِلِ ابْنِ	طرف نہیں پھینکتا ہے۔ اگر اس تیر کو
اَخِیْكَ لَكَانَ خَیْرًا ط	بھتیجے کے قاتل کے طرف پھینکتے، تو
(معارج النبوۃ جلد دوم، رکن دوم)	بہتر ہوتا۔

سیدنا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ ہرن کی یہ بات سنی تو بڑے متعجب ہوئے۔ پھر جب اپنے گھر پہنچے، تو ان کے گھر کی ایک خاتون، جس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا رسانی کرتے ہوئے کفار و مشرکین کو دیکھا تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے سامنے کھانا لے کر آئی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر ضبط و صبر نہ کر سکی اور بے ساختہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس خادمہ سے رونے کا سبب پوچھا، تو اس عورت نے کہا: آج یہ معلوم ہوا ہے کہ یتیمی کسے کہتے ہیں ــــ آج تمہارے بھتیجے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ابوجہل نے اتنا مارا کہ اُس کا رُخِ انور خون سے رنگین ہو گیا اور اگر آج اُن کا والدِ گرامی حضرت عبداللہ زندہ ہوتے تو کوئی مشرک اتنی جرأت نہ کرتا۔

داستانِ ظلم

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ بات سُنی تو کہا اس وقت ابوطالب کہاں تھے؟ اس نے بتایا کہ وہ مکے سے باہر گئے ہوئے ہیں۔ پھر پوچھا، ابولہب کہاں تھا؟ تو اُس عورت نے کہا: وہ سنگ دل تو لوگوں کو آپ کے قتل پر اُبھار رہا تھا ــــ کیا اس وقت حضرت عباس کہاں تھے؟ تو اس عورت نے

کہا، وہ تو پروانہ وار آپ پر نثار ہو رہے تھے اور لوگوں سے کہہ رہے تھے کہ اے مشرکو! اپنی قرابت کا لحاظ کرو ــــ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مت مارو، لیکن ان کی کون سنتا تھا۔

جوشِ انتقام

سیدنا امیر حمزہ نے جب یہ واقعہ سُنا، تو زار و قطار رونے لگے اور کہا جب تک میں اپنے بھتیجے کا انتقام نہ لوں، مجھ پر کھانا پینا حرام ہے ــــ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بدلہ لینے کے لیے سیدنا امیر حمزہ نے اپنی زرہ پہنی اور تلوار حمائل کی اور کمان ہاتھ میں لے کر گھوڑے پر سوار ہوئے، کوہِ صفا پر پہنچے تو وہاں تمام مشرکوں کو موجود پایا ــــ سیدنا امیر حمزہ کو جب انہوں نے ہتھیار اُٹھائے ہوئے پایا، تو سب مشرک ڈر گئے ــــ آپ جب اُن مشرکوں کے پاس پہنچے، تو اُن سے کہا، اے قریشیو! تم میں سے کس نے میرے بھتیجے کے ساتھ ظلم و زیادتی کی ہے۔ سب سے پہلے ابوجہل بولا: ہاں! میں نے کی ہے ــــ چنانچہ حضرت امیر حمزہ نے پہلے ابوجہل ہی کو پکڑ لیا اور اس کو اس قدر مارا کہ اُس کا سر کئی جگہ سے زخمی ہو گیا۔

اس کے بعد امیر حمزہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش کی کہ وہ کہاں ہیں؟ کیا دیکھا کہ آپ مسجدِ حرام میں ایک گوشہ میں رُو بقبلہ بیٹھے ہیں۔ حضرت امیر حمزہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب آئے اور کہا، اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا ابْنَ اَخِیْ۔ آپ نے کوئی توجہ نہ فرمائی۔ انہوں نے دوبارہ بات کی، تو آپ نے کوئی توجہ نہ فرمائی۔ جب تیسری مرتبہ آپ کو بلایا، تو آپ نے اپنا سرِ انور اٹھایا اور روتے ہوئے کہا بھتیجا کسے کہتے ہو ــــ؟ میں وہ ہوں جس کا نہ کوئی چچا ــــ نہ باپ نہ ماں ــــ نہ بھائی ــــ نہ کوئی دوست ــــ نہ کوئی ساتھی ــــ نہ کوئی مونس و غمخوار ــــ

رحمتِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

حضرت امیر حمزہ نے لات و عزیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ میں آپ کی مدد کے لیے آیا ہوں ــــ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے اس ذاتِ پاک کی قسم، جس نے مجھے ساری کائنات کا رسول بنا کر بھیجا ہے

اگر تو دشمنوں کے ساتھ مقابلہ کرے اور شمشیر کے ساتھ میرے دشمنوں سے اتنی جنگ کرے کہ تیرے سارے اعضاء ان کے خون سے تر ہو جائیں اور بے ادبوں کو اپنے گھوڑوں کے پاؤں تلے روند ڈالے، تو پھر بھی تو خدا سے دُور ہی رہے گا ——— تجھے میرے اللہ کی رضا حاصل نہ ہوگی، جب تک زبان سے کلمۂ شہادت اللہ تبارک و تعالیٰ کی الوہیت اور میری رسالت کا اقرار نہ کرے گا ——— فرمایا: چچا! اگر تو دولتِ ایمان کو قبول کرلے تو تیرے کافروں سے انتقام لینے سے زیادہ مجھے خوشی ہوگی ——— امیر حمزہ نے کہا میں نے قریش سے سُنا ہے ——— آپ کے پاس نہایت ہی شیریں کلام ہے جس کے ذریعے تم لوگوں کو مسحور کرلیتے ہو! آپ نے فرمایا، وہ میرے خالق و مالک ربّ العالمین کا کلام ہے، تو امیر حمزہ نے عرض کی پھر وہ مجھے بھی سنائیں۔

چنانچہ آپ نے سُورۂ مومن کی یہ آیاتِ مبارکہ تلاوت فرمائیں:

حٰمٓ ۚ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۙ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ۙ ذِي الطَّوْلِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝

یہ کتاب اللہ، عزّت اور علم والے کی نازل کردہ ہے، بخشنے والا گناہ کا، قبول کرنے والا توبہ کا، اور سخت عذاب دینے والا، اور بڑی بخشش والا، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، اُسی کی طرف لَوٹنا ہے۔

(پ ۲۴ - ع ٦)

حضرت امیر حمزہ نے عرض کیا، اس کلام سے یہ معلوم ہوا کہ آپ کا خدا گناہوں کو بخشنے والا ہے۔ پھر عرض کیا، مجھے اور سُنائیے، تو آپ نے سُورۂ طٰہٰ کی آیات یہاں تک تلاوت فرمائیں:

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ۝

زمین و آسمانوں میں اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے، سب اُسی کا ہے اور جو کچھ اس گیلی مٹی کے نیچے ہے۔

(پ ١٦ - ع ١٠)

امیر حمزہ کے دل پر ان آیات بیّنات کا گہرا اثر ہوا اور عرض کیا، مجھے ایک رات سوچنے

کا موقع دیجیے، میں کل آپ پر ایمان لے آوں گا۔

فرشتوں کی آمد

اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کی تشفّی و تسلّی کے لیے چار فرشتوں کو آپ کے پاس بھیجا اور ان کو حکم فرمایا کہ میرے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جو تمہیں حکم دیں، اسے بجالانا ——— جب یہ فرشتے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوئے، تو آپ نے اُن کا حال پوچھا اور فرمایا، تم فرشتوں کی کون سی جماعت سے تعلق رکھتے ہو اور تم میں کتنی طاقت ہے؟ ایک نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں دریاؤں اور سمندروں پر موکل فرشتہ ہوں — آپ حکم فرمائیں، تو میں تمام فرشتوں کو حکم دوں کہ وہ اپنا پانی باہر پھینک دیں اور تمام زمین طوفان نوح کی طرح غرق ہو جائے — آپ ان سرکش اور باغی لوگوں سے نجات پا جائیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا:

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ؕ

پھر دوسرے فرشتے سے پوچھا کہ تو کس قدر طاقت والا ہے — اُس نے عرض کی، میں فرشتۂ ہوا ہوں۔ اگر حکم دیں تو ایسی ہوا چلاؤں کہ قوم عاد کی طرح لوگوں کو تباہ کر ڈالے اور آپ اس بدبخت قوم سے نجات پا جائیں۔ آپ نے لاحول پڑھا۔

پھر تیسرے فرشتے سے پوچھا تو کون ہے اور تیرے اندر کتنی قوت ہے؟ تو اس نے کہا، میں سُورج پر مؤکل ہوں — اگر آپ چاہیں، تو میں سورج کو پہاڑوں کی چوٹیوں سے نیچے لے آوں اور اس کی گرمی سے کفار کے مغز کھول اٹھیں اور ہلاک ہو جائیں اور آپ اِن کے شر سے محفوظ ہو جائیں — آپ نے لاحول پڑھا۔

پھر چوتھے فرشتے سے بھی آپ نے پوچھا، تو اُس نے کہا کہ میں پہاڑوں پر مؤکل فرشتہ ہوں — اگر آپ فرمائیں، تو میں کوہ ابوقبیس کو جڑ سے اُکھاڑ کر مشرکین مکہ کے اوپر رکھ دوں اور سب کو خاک کا ڈھیر بنا ڈالوں اور آپ ان کے شر سے محفوظ ہو جائیں — آپ نے پھر لاحول پڑھا۔

دریائے رحمت

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا!
اے فرشتو! تمہیں میری اطاعت و فرمانبرداری کا حکم ہے۔
تو آپ نے فرمایا: میں دُعا مانگتا ہوں اور تم آمین کہنا ـــــ چنانچہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک کو بارگاہِ خداوندی میں دراز کیا اور عرض کیا؛

"الٰہی ہم سے انواع و اقسام کے عذاب و سزا کو اٹھا لے۔ میری قوم کو سیدھے راستے کی ہدایت پہنچا، انہیں راہِ راست پر رکھ، کیونکہ میری قوم میری سات کو نہیں جانتی اور میرے حق کو پہچانتی۔"

فرشتوں نے اس دُعا پر آمین کہی اور آپ تعریف و تحسین کی اور عرض کیا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ حق تعالیٰ نے انبیاء کرام کے اضطرار اور بے چینی کے وقت اُن کو اُن کے پاس بھیجا، تمام انبیاء کرام نے عذاب ہی کی اللہ تعالیٰ کے دربار میں دعا فرمائی آپ ہی ہیں، جنہوں نے ہدایت و اصلاح کی دُعا فرمائی ہے ـــــ حضور نبیٔ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا؛ اے فرشتو! میرے پروردگار نے مجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے ـــــ میں اس لیے نہیں آیا کہ لوگوں کے لیے عذاب کا سبب بن جاؤں۔
چنانچہ فرشتے واپس چلے گئے۔

سیدنا امیر حمزہ کا قبولِ اسلام

حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری توجہ امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے ایمان کی طرف تھی۔

چنانچہ آپ نے وہ ساری رات دُعا میں گزاری، اور یہ دُعا فرمائی؛

اَللّٰھُمَّ اَقِرَّ عَیْنِیْ بِاِسْلَامِ عَمِّیْ حَمْزَۃَ۔	اے اللہ! میری آنکھوں کو میرے چچا حمزہ کے اسلام قبول کرنے سے ٹھنڈا کر۔

(مدارج النبوۃ جلد ٢، رکن سوم)

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اُس رات سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ چالیس مرتبہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ عالیہ پر آئے اور محبت و اشتیاق کا اظہار فرماتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو حضرت حمزہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے چچا! آج تمہارا ایمان قبول کرنے کا وعدہ ہے، اسے پورا کیجیے ـــــ امیر حمزہ نے عرض کیا، ضرور پورا کروں گا، لیکن مجھے اللہ تعالیٰ کا کلامِ مقدس ضرور سنائیے جو کل سنایا تھا، چنانچہ صاحبِ قرآن حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۃ الرحمٰن کی ابتدائی چند آیات کی تلاوت فرمائی،

اَلرَّحْمٰنُ ہ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ہ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَہُ الْبَیَانَ ہ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ہ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ یَسْجُدٰنِ ہ (پ ٢٧-ع ١)	رحمان نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔ انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا اور اسے ماکان و مایکون کا بیان سکھایا۔ سورج اور چاند حساب سے ہیں اور ستارے اور درخت (اسی کو) سجدہ کرتے ہیں۔

جب آپ نے ان آیات کی تلاوت فرمائی تو حضرت امیر حمزہ نے عرض کیا کہ بس اتنا ہی کافی ہے اور رخِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرتے ہوئے کہا،

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّکَ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ط

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کلمۂ شہادت پڑھ کر اسلام میں داخل ہو گئے اور آپ کی وجہ سے اسلام کو مزید تقویت حاصل ہوئی اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے خُلقِ عظیم کی بدولت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو اسلام کی دولت حاصل ہوئی اور اہلِ اسلام کو امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی رفاقت و معیت مل گئی۔

سامعینِ محترم! حضور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ بارگاہِ عالیہ ہے جہاں اپنے اور غیروں کی جھولیاں بھر دی جاتی ہیں، آؤ مل کر عرض کریں ؎

واسطہ سیدِ کربلا کا، واسطہ فاطمہ کی رِدا کا
بھری جھولی بھی سرکار بھر دو، آپ نے سب کی جھولی بھری ہے
شہنشاہا جیبا مدینے دیا، خیر منگدا ہاں مَیں تیری سرکار چوں
صدقہ اپنے فقیراں دے سوہنیا، خالی جاواں نہ مَیں تیرے دربار چوں

وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ ہ

Scanned with CamScanner

شانِ صحابہ کرام

(رضی اللہ عنہم)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ○ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ○ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ○ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ط صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلٰنَا الْعَظِیْمِ ○ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ ط

قربان میں اُن کی بخشش پر، مقصد بھی زباں پر آیا نہیں
بن مانگے دیا اور اتنا دیا، دامن میں ہمارے سمایا نہیں
آوازِ کرم دیتا ہی رہا، تھک ہار گئے لینے والے
منگتوں کی ہمیشہ لاج رکھی، محروم کبھی لوٹایا نہیں
ایمان ملا اُن کے صدقے، قرآن ملا اُن کے صدقے
رحمان ملا اُن کے صدقے، وہ کیا ہے جو ہم نے پایا نہیں
وہ رحمت کیسی رحمت ہے، مفہوم سمجھ لو رحمت کا
اُس کو بھی گلے سے لگایا ہے، جسے کسی نے اپنا بنایا نہیں
غارِ حرا کی خلوت ہو یا جلوت قربتِ اَوْ اَدْنٰی
سرکار نے اپنی امت کو رکھا ہے یاد بھلایا نہیں
شفقت کا بھرم بھی تم سے ہے، رحمت کا بھرم بھی تم سے ہے
ٹھکرائے ہوئے انسانوں کو، تو نے تو کبھی ٹھکرایا نہیں
اُس محسنِ اعظم کے یوں تو خالد پہ ہزاروں احساں ہیں
قربان مگر اس احساں کے، احساں بھی کیا تو جتایا نہیں

حضراتِ محترم! ترقی کے اس دور میں ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ کامیاب ہو جائے، بامراد ہو جائے ـــــ اس کی زندگی ایک اچھی زندگی بن جائے ـــــ وہ صاحبِ عزت اور پُروقار ہو جائے ـــــ اس خواہش کی تکمیل کے لیے لوگوں کے مختلف خیالات اور نظریات ہیں کہ بندہ دُنیا میں اعلیٰ مقام کیسے حاصل کر سکتا ہے ـــــ اچھی زندگی والا کون ہے ـــــ؟ کوئی کہتا ہے کہ مال و دولت والا اچھا ہے ـــــ کوئی کہتا ہے کہ طاقت و ہمت والا اچھا ہے ـــــ کوئی کہتا ہے علم و ہنر والا اچھا ہے ـــــ کوئی کہتا ہے سیم و زر والا اچھا ہے ـــــ کوئی کہتا ہے کہ صاحبِ جائیداد اچھا ہے ـــــ کوئی کہتا ہے کہ صاحبِ تاج اچھا ہے ـــــ کوئی کہتا ہے کہ سفیر اچھا ہے ـــــ کوئی کہتا ہے کہ امیر اچھا ہے ـــــ کوئی کہتا ہے کہ وزیر اچھا ہے ـــــ مگر خدا کی قسم! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے در کا فقیر اچھا ہے۔

جو بھی تیرے فقیر ہوتے ہیں
آدمی بے نظیر ہوتے ہیں
تختِ سکندری بھی ہے ہیچ اُن کے آگے
بستر لگا ہوا ہے جن کا تیری گلی میں

یہ دُنیا دی ٹھاٹھ باٹھ ـــــ یہ امارت و وزارت ـــــ یہ مال اور دولت ـــــ یہ عارضی ہیچ در ہیچ بندے کو بامراد نہیں کر سکتی۔ اس لیے کہ آپ کا مشاہدہ ہے کہ ایک شخص آج وزیر ہوتا ہے ـــــ مگر چند دنوں کے بعد وہ اسیر ہوتا ہے ـــــ کبھی تخت پر اور کبھی تختے پر ؎

نہ وزیراں دے تے نہ امیراں دے
دیوے بلدے سدا فقیراں دے

غلامیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک ایسی سدا بہار دولت ہے جس میں خزاں نہیں

آتی ـــــ جنہیں یہ نصیب ہوجاتی ہے ـــــ وہ دُنیا کا جاہ وجلال تو درکنار ـــــ دربارِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم میں حاضر ہوجانے کے بعد نہ تو انہیں دوزخ کا ڈر ہے اور نہ ہی وہ جنّت کے طلب گار رہتے ہیں ؎

ہے جنت نیکو کاراں لئی، تے دوزخ ہے بدکاراں لئی
جیہڑے قیدی تیری زلفاں دے اوہ جنت دوزخ نہیں پُچھدے

سامعین محترم! جو زلفِ رسول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اسیر ہوگئے ـــــ وہ دُنیا و آخرت میں امیر ہوگئے ـــــ اس لیے کہ دنیا کی شاہی سے نبی کے در کی گدائی بہتر ہے۔

افضلیّت

حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ اقدس سارے نبیوں اور رسولوں سے افضل و اعلیٰ ہے ـــــ اور جن کی نسبت آپ سے ہوگئی، وہ تمام پچھلی اُمتوں سے اعلیٰ ہیں ـــــ قرآنِ حکیم میں ارشادِ ربّانی ہوتا ہے :

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ۔ (پ ۴ ۔ ع ۳) تم بہتر اُمت ہو، سب اُمتوں میں سے جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔

حضور تاجدارِ انبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی غلامی اختیار کرنے سے آپ کے اُمتی سابقہ تمام اُمتوں میں فضیلت حاصل کر گئے ـــــ آپ کا کلمہ پڑھنے والا ہر اُمتی صاحبِ عظمت ہے ـــــ مگر قربان جاؤں ـــــ اُن مقدس لوگوں پر جنہوں نے کلمہ پڑھا اور کلمے والے کی زیارت کا شرف حاصل کیا ـــــ جنہوں نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ پڑھا اور اللہ تعالیٰ کو دیکھنے والے کی معیّت و رفاقت کو پایا۔

کلمہ طیّبہ

کلمہ طیبہ میں بھی پڑھتا ہوں ـــــ تم بھی پڑھتے ہو، سب مسلمان پڑھتے ہیں ـــــ کسی کو کلمہ اُس کے باپ نے پڑھایا ـــــ کسی کو کلمہ مولوی صاحب نے پڑھایا ـــــ کسی کو کلمہ اُس کے پیر نے پڑھایا ـــــ کسی کو کلمہ کسی مفسّر نے پڑھایا ـــــ کسی کو کلمہ حضرت

محدّث نے پڑھایا ـــــ کسی کو کلمہ داتا ہجویری نے پڑھایا ـــــ کسی کو کلمہ خواجہ اجمیری نے پڑھایا ـــــ کسی کو کلمہ فریدالدین نے پڑھایا ـــــ کسی کو کلمہ نظام الدین نے پڑھایا ـــــ کسی کو کلمہ سُلطان العارفین نے پڑھایا ـــــ کسی کو کلمہ پیر جماعت علی شاہ لاثانی نے پڑھایا ـــــ کسی کو کلمہ حضرت مجدد الف ثانی نے پڑھایا ـــــ کسی کو کلمہ شاہ جیلانی غوثِ صمدانی (رحمہم اللہ تعالیٰ) نے پڑھایا ـــــ کسی کو کلمہ مولا علی نے پڑھایا ـــــ کسی کو کلمہ عثمانِ غنی نے پڑھایا ـــــ کسی کو کلمہ فاروقِ اعظم نے پڑھایا ـــــ کسی کو کلمہ صدّیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے پڑھایا ـــــ

اے صحابہ کرام! تمہاری عظمت پہ قربان جاؤں ـــــ تمہیں کلمہ، کلمے والے نے پڑھایا

اے صحابۂ عظام! تمہاری رفعتِ شان پہ قربان جاؤں ـــــ تم نے کلمہ پڑھا تو کلمے والے کو دیکھا ـــــ درود پڑھا، تو درود والے کو دیکھا ـــــ قرآن پڑھا تو قرآن والے کو دیکھا ـــــ اذان سُنی تو اذان والے کو دیکھا ـــــ خطبہ سُنا تو خطبے والے کو دیکھا ـــــ نماز پڑھی تو کالی کالی زُلفوں والے کو دیکھا ـــــ دُعا مانگی تو والضحیٰ چہرے والے کو دیکھا ؎

صحابہ وہ صحابہ، جن کی ہر صبح عید ہوتی تھی
نبی کا ذکر کرتے تھے، نبی کی دید ہوتی تھی

تمغۂ رضا

مومن کلمہ کا وِرد کرتا ہے کہ خدا راضی ہوجائے ـــــ نمازی نماز پڑھتا ہے کہ خدا راضی ہوجائے ـــــ روزہ دار روزہ رکھتا ہے کہ خدا راضی ہوجائے ـــــ حاجی حج کرتا ہے کہ خدا راضی ہوجائے ـــــ سخی زکوٰۃ و خیرات دیتا ہے کہ خدا راضی ہوجائے ـــــ قاری قرآن پڑھتا ہے کہ خدا راضی ہوجائے ـــــ عابد عبادت کرتا ہے کہ خدا راضی ہوجائے ـــــ زاہد زُہد کرتا ہے کہ خدا راضی ہوجائے ـــــ مجاہد جہاد کرتا ہے کہ خدا راضی ہوجائے ـــــ

مگر قربان جاؤں صحابہ کرام کی عظمتِ شان پر کہ اللہ نے اپنے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے ان جاں نثاروں اور وفاداروں کو تمغۂ رضا عطا فرما کر قرآن میں اعلان فرما دیا:

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَ رَضُوْا عَنْہُ ۔ (پ ۱۱ - ع)

اللہ اُن سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے۔

شانِ صحابہ

ربِّ کائنات نے ان پر راضی ہونے کے ساتھ ساتھ انہیں دُنیا و آخرت میں انعام و اکرام سے نوازا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ط لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ ٥

(پ ۱۰ — ع ۶)

اور وہ لوگ، جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی، وہی لوگ سچے مومن ہیں، اُن کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

اس آیۂ مقدسہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی عظمت کو بیان کیا گیا ہے کہ وہ جو ایمان لائے اور پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے محبوبِ مکرم رسولِ معظم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی رضا اور خوشنودی کی خاطر ہجرت کی ـــــ اپنا وطن چھوڑا ـــــ اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا ـــــ اور وہ لوگ جنہوں نے محض اللہ کے لیے ہجرت کرنے والوں کو جگہ دی اور خوش آمدید کہا ـــــ اُن کی ہر طرح سے امداد کی ـــــ یہ مہاجر و انصار، دونوں کے ہر طرح کے مومن کامل ہونے کی خوشخبری اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں ارشاد فرمائی اور انہیں مغفرت و بخشش اور پاکیزہ روزی کا مژدہ سُنایا گیا ہے۔

فضلِ خداوندی

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے صحابہ کی عظمت و شان کو قرآن میں جگہ جگہ بیان فرمایا۔ تو جب تک قرآن کے پڑھنے والا دُنیا میں ایک مومن بھی رہے گا، صحابہ کرام کی عظمتوں کے چرچے ہوتے رہیں گے۔ ارشاد ہوتا ہے:

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰکِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاھُوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰہِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ٥

(پ ۱۱ - ع ۲)

توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، دُنیا سے بے تعلق رہنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے، بُرائی سے لوگوں کو منع کرنے والے، حدود اللہ کی حفاظت کرنے والے اور مومنوں کو خوشخبری دے دو۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیۂ مقدسہ میں حضور صاحبِ خُلقِ عظیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی گیارہ عظمتوں کو بیان فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا: اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ان صحابہ کو جنت کی خوشخبری دے دو۔

سامعینِ محترم! اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں ان پر راضی ہونے اور اُن کے جنتی ہونے کا اعلان فرمایا ـــــ خوش بخت ہیں وہ لوگ جو ان جنتیوں سے پیار کرتے ہیں، اس لیے کہ یہ مومن تھے اور مومن گر تھے ـــــ صفِ اوّل کے متقی اور پرہیزگار تھے۔ یہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے مُرید بھی تھے اور مراد بھی ـــــ اخلاق و اعمال، سیرت و کردار میں بے مثال ـــــ ان کے قلوب خوفِ الٰہی، خشیتِ خداوندی سے لبریز تھے۔ امانت و دیانت، صداقت و عدالت، سخاوت و شجاعت اُن کا طرۂ امتیاز تھا۔ رحم دلی، مخلوقِ خدا کی خدمت، فقراء و مساکین کی امداد اور خبر گیری ان کا شیوہ تھا۔ یہ مہاجر تھے۔ انصار تھے ـــــ شہید تھے ـــــ مجاہد تھے ـــــ غازی تھے ـــــ نبی کے صحابی تھے۔

Scanned with CamScanner

ان غلامانِ مصطفےٰ کو کفار و مشرکین نے طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں دیں ـــــ مگر انہوں نے ہر دُکھ کو برداشت کیا ـــــ مصیبتوں کو گلے لگایا ـــــ اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر آگ کے انگاروں پر بھی کلمہ حق بلند کیا ـــــ ان کی راہ میں کانٹے بچھائے گئے ـــــ پتھروں کی بارش کی گئی ـــــ انہیں سُولی پر چڑھایا گیا ـــــ ان کے بچوں کو ستایا گیا ـــــ انہیں وطن چھوڑنے پر مجبور کیا گیا، سب کچھ ہونے کے باوجود انہوں نے دامنِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں چھوڑا ـــــ ان کے پائے استقلال میں ذرّہ برابر بھی فرق نہیں آیا ـــــ بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے تپتی ریت پر ظالموں کی اذیتیں اور صعوبتیں برداشت کیں ـــــ ان کی زبان پر مسلسل نامِ خدا اور ذکرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جاری رہا ـــــ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو کفار نے تختۂ دار پر لٹکا دیا ـــــ آپ نے موت کو قبول کیا، لیکن دامنِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو چھوڑنا پسند نہیں کیا ـــــ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بچوں کو قتل کیا گیا ـــــ اور پھر عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے کفار و مشرکین نے کہا کہ اب بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کلمہ پڑھو گے ـــــ؟ تو آپ نے فرمایا ـــــ جس کی ترجمانی شاعر نے یوں کی ہے ؎

رسول اللہ توں صدقے جان میری
ایہہ فانی زندگی قربان میری

اسی لیے تو انہیں بارگاہِ خداوندی سے انعام و اکرام، عزت و عظمت سے نوازا گیا ـــــ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى (پ ۱۹ ع ۱۹)
اور اس کے چُنے ہوئے بندوں پر سلام ہو۔

اس آیتِ مقدسہ کے تحت صاحب تفسیر مظہری بروایت حضرت امام مالک و حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ اس سے مراد صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین ہیں

سامعینِ محترم! اللہ تبارک و تعالیٰ ان پر سلام بھیج رہا ہے، اس لیے کہ انہوں نے محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کلمہ پڑھنے کے بعد اپنا سب کچھ اپنے نبی پر قربان کر دیا۔ اور اُن کا ایمان یہ تھا کہ ؎

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت، یہی آرزو ہے

سامعینِ محترم! قرآنِ حکیم کا مطالعہ کرنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو راہِ خدا میں اپنے ماننے والوں کی ضرورت پیش آئی تو انہوں نے اپنے حواریوں سے کہا:

مَنْ اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ (پ ۳ - ع ۱۳)
اللہ کی طرف سے میری مدد کرنے والے کون ہیں؟ حواریوں نے کہا ہم خدا کے دین کے مددگار ہیں۔

سامعینِ محترم! سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ایک جلیل القدر نبی تھے۔ آپ نے اپنی ساری اُمت کو فیضانِ نبوت سے فیض یاب فرمایا ـــــ آپ کی بارگاہ میں لوگوں کی دینی اور دُنیاوی حاجات پوری کی جاتی تھیں ـــــ آپ کے پاس بیمار و لاچار لوگ آتے تو تندرست ہو کر جاتے ـــــ برص کے مریض پر ہاتھ پھیرتے تو صحت یاب ہو جاتے ـــــ مادر زاد اندھے آتے، تو آپ کے دم سے آنکھوں والے ہو جاتے ـــــ حتیٰ کہ اگر مردے کو بھی آپ کی بارگاہ میں لایا جاتا تو آپ قم باذن اللہ کہہ کر زندہ فرما دیتے۔ اللہ کے نبی کی بارگاہ سے ظاہری و باطنی فوائد حاصل کرنے والی قوم کو جب اُن کے نبی نے راہِ خدا میں مدد کے لیے بُلایا ـــــ تو مفسرینِ کرام نے لکھا ہے کہ آپ کے دم کرانے والی قوم میں سے صرف بارہ حواری تھے، جنہوں نے نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ کہا۔

قومِ موسیٰ علیہ السّلام

حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی قوم پر اللہ تعالیٰ نے بیشمار انعامات فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن پر من و سلویٰ نازل کیا ——— اُن پر بادلوں نے سایہ کیا ——— مگر جب موسیٰ علیہ السّلام نے من و سلویٰ کھانے والی ——— قوم کو راہِ خدا میں لڑنے کے لیے بُلایا تو اُنہوں نے کہا:

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ — پس تم اور تمہارا رب جاؤ اور لڑو،
فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ (پ ۶ ع ۶) — ہم یہاں بیٹھیں گے۔

جاں نثارانِ مُصطفٰے

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جب جنگِ بدر کے متعلق اپنے صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور کہا کہ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ مشرکینِ مکہ پوری قوت اور طاقت سے مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کے لئے آرہے ہیں، اب کہو تمہارا کیا ارادہ ہے؟

مہاجرین میں سیدنا صدیقِ اکبر اور سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کیا:

جس کی ترجمانی حفیظ جالندھری نے اس طرح کی ہے ؎

ادب سے عرض کی صدیق و فاروق نے اُٹھ کر
ہمارا آپ پر قربان سب اولاد مال و زر
ہمارا سر ہے حاضر خواہ یہ کٹ جائے یا رہ جائے
سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلّم!

لَا نَقُوْلُ كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوْسٰى اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا وَلٰكِنْ نُقَاتِلُ عَنْ يَمِيْنِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ وَبَيْنَ يَدَيْكَ وَخَلْفَكَ۔
(بخاری ج ۲ ص ۵۶۴)

ہم قومِ موسیٰ کی طرح نہیں کہیں گے کہ آپ اور آپ کا خدا لڑے، بلکہ ہم آپ کے دائیں بائیں، اور آگے پیچھے لڑیں گے۔

سب صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر اپنی جانیں فدا کرنے کا عہد کیا، جس کی ترجمانی شاعر نے یوں کی ——— وہ عرض کرنے لگے ؎

نکل جائے دم، تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت، یہی آرزو ہے

عَمرو بن جموح

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ جو کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے صحابی تھے۔ جنگِ اُحد کے موقع پر اُن کے چار بیٹے لشکرِ اسلام میں شامل تھے ——— حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ ضعیف اور لنگڑے بھی تھے ——— مگر محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور شوقِ جہاد کی وجہ سے وہ بھی لشکرِ اسلام میں شامل ہونے کے لیے گھر سے چل پڑے۔ لوگوں نے آپ کو دیکھا تو کہا کہ اے عمرو! تم معذور ہو اور اللہ تعالیٰ کا بھی حکم ہے:

وَلَيْسَ عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ

یعنی آپ اگر جنگ پر تشریف نہ بھی لے جائیں، تو کوئی حرج نہیں ——— آپ کے چار بیٹے لشکرِ اسلام میں موجود ہیں ——— تو آپ نے فرمایا کہ میرے فرزند تو جنت میں چلے جائیں اور میں تمہارے سامنے بیٹھا رہوں ——— حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کی بیوی نے کہا: آپ ضعیف ہیں اور جنگ میں جانے سے رُکتے نہیں ——— مجھے نظر آتا ہے کہ تم بھاگ کر واپس گھر آؤ گے۔

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے کہنے کے باوجود اپنے ارادہ کو نہ بدلا بلکہ اپنے ہتھیار اُٹھائے اور بارگاہِ خداوندی میں ہاتھ اُٹھائے اور دُعا مانگی:

اَللّٰهُمَّ لَا تَرُدَّنِيْ اِلٰى اَهْلِيْ — اے اللہ! مجھے میرے گھر کی طرف نہ لوٹانا۔
مدارج النبوۃ ج ۲ ۔ ص ۱۲۴

نکل جائے دم اُن کے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت، یہی آرزو ہے

Scanned with CamScanner

بارگاہِ خداوندی میں دُعا کرنے کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں پیش ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا میں اپنے اس لنگڑے پاؤں سے جنت حاصل کروں ــــــ؟ عَذَرَكَ اللّٰهُ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ۔

اللہ تعالیٰ نے تمہیں معذور رکھا ہے، اس لیے تم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نے پھر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم) مجھے اجازت عطا کی جائے، میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں ــــــ چنانچہ وہ میدانِ جنگ میں پہنچے اور جامِ شہادت نوش کیا اور اُن کے بیٹوں نے بھی شہادت پائی۔

عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کی بیوی نے اپنے شوہر اور بیٹوں کے جسموں کو اونٹ پر خود رکھا تاکہ انہیں مدینہ طیبہ میں دفن کیا جائے ــــــ مگر اُونٹ زانو کے بل بیٹھ گیا۔ ہر چند کوشش کی، مگر وہ جانبِ مدینہ نہ چلا ــــــ یہ ماجرا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا، تو آپ نے فرمایا کہ یہ اونٹ مامور ہے ــــــ اور عمرو رضی اللہ عنہ کی بیوی سے فرمایا کہ عمرو نے گھر سے چلتے وقت کوئی خاص بات کہی تھی؟ تو اُن کی بیوی نے عرض کیا ــــــ ہاں ــــــ! انہوں نے اُحد شریف کی طرف جاتے وقت رُو بقبلہ ہو کر کہا تھا: ــــــ اے اللہ! مجھے میرے گھر کی طرف نہ لوٹانا ــــــ آپ نے فرمایا: یہی وجہ ہے کہ اُونٹ مدینہ طیبہ کی جانب نہیں جاتا ؎

نِکل جائے دم اُن کے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت، یہی آرزو ہے

قربان جاؤں صحابہ کی عظمت پر کہ جامِ شہادت نوش کرنے کے بعد بھی میدانِ جہاد سے واپس گھر جانا پسند نہیں کیا۔

کُشتی

جنگِ اُحد کے موقع پر جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غلاموں کو ساتھ لے کر آپ جانبِ اُحد شریف تشریف لے جارہے تھے

تو راستے میں ایک مقام پر آپ نے لشکر کو ٹھہرایا تاکہ لشکرِ اسلام کی گنتی کی جائے۔ جب لشکر کو ملاحظہ کیا گیا۔ کچھ مجاہدین ایسے تھے جو کہ کم عمر تھے جنہیں واپس جانے کا حکم دیا تھا جب نونہالانِ اسلام کو واپسی کا حکم دیا گیا تو ان میں سے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ تھے۔ جن کے متعلق سفارش کی گئی ــــــ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم، رافع تیر اندازی میں بڑی مہارت رکھتا ہے ــــــ لہٰذا اس کو جنگ میں جانے کی اجازت دی جائے ــــــ چنانچہ جب رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کو جہاد میں جانے کی اجازت مل گئی تو سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ وہ بھی کم عمر تھے۔ انہوں نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے رافع کو ساتھ جانے کی اجازت دے دی ہے اور مجھے واپسی کا حکم فرما رہے ہیں ــــــ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں رافع سے زیادہ طاقتور ہوں ــــ آپ ہماری کشتی کروا کر دیکھ لیں۔ قربان جاؤں اُن کے جذبۂ جہاد اور اُن کی محبتِ رسالت مآب پر ــــــ چنانچہ چشمِ فلک نے یہ نظارہ دیکھا کہ اُن ننھے ننھے صحابی مجاہدوں کے درمیان کشتی ہوئی۔ جب ایک نے دوسرے کو کلادے میں لے لیا ــــــ تو زبانِ حال چھوٹے نے بڑے سے کہا: بھائی! آپ کو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرما لیا ہے۔ اب تم اپنی پُشت لگوالو تاکہ میں بھی آپ کے ساتھ جا سکوں ــــــ اور ــــــ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص۱۱۱)

نِکل جائے دم اُن کے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت، یہی آرزو ہے

زید بن حارث

حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کی والدہ اپنے میکے ساتھ لے گئیں۔ آپ کی عمر اس وقت آٹھ برس تھی ــــــ ایک روز آپ اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ کسی شقی نے آپ کو وہاں سے اٹھا لیا اور مکہ مکرمہ کے بازارِ عکاظ میں فروخت کرنے کے لیے لے آیا۔ جہاں سے حکیم ابن حزام رضی اللہ عنہ نے اپنی پھوپھی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے لیے

انہیں چار سو درہم کے بدلے خرید لیا ــــــ زید اس طرح سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچ گئے ــــــ پھر جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہوا تو حضرت زید بھی اُن کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آ گئے ــــــ حضرت زید ہمہ وقت حضور سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتے اور آپ کی خدمت کرنے کی سعادت حاصل کرتے ۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کے والدین آپ کی جُدائی اور فرقت کی وجہ سے بیحد پریشان ہو گئے ــــــ دن رات اپنے گم شدہ بیٹے کے ہجر اور فراق میں تڑپتے رہتے ــــــ چنانچہ ایک دفعہ آپ کے علاقہ کے کچھ لوگ بیت اللہ شریف کی زیارت کرنے کے لیے مکہ معظمہ میں حاضر ہوئے تو انہوں نے حضرتِ زید رضی اللہ عنہ کو وہاں دیکھ لیا اور کہا زید! تمہارے ماں باپ تمہاری جُدائی کی وجہ سے بے حد پریشان ہیں اور تم یہاں ٹھہرے ہوئے ہو ــــــ زید نے اپنے سارے حالات بیان کیے اور انہیں بتایا کہ میں اب یہاں حضور رحمۃ للعالمین محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں ہوں اور اُن کی غلامی میں رہ رہا ہوں ۔ میری خیریت کے متعلق میرے والدین کو مطلع کر دینا ۔

جب یہ لوگ واپس اپنے علاقے میں پہنچے تو انہوں نے حضرت زید کے والد حارث کو خبر دی اور کہا کہ تمہیں مبارک ہو، تمہارا بیٹا زندہ ہے اور مکہ مکرمہ میں محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں زندگی بسر کر رہا ہے اور وہ خیریت سے ہے ۔

جناب حارث نے یہ اطلاع پاکر اپنے بھائی کعب کو ساتھ لیا اور رقم بھی ساتھ لے گئے تاکہ حضرت زید کا فدیہ ادا کر کے اُسے غلامی سے آزاد کرا کر اپنے ساتھ گھر میں لے آئیں ۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کے والد جنابِ حارث جب مکہ مکرمہ پہنچے تو انہوں نے لوگوں سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پتہ پوچھا ــــــ تو بتایا گیا کہ آپ اِس وقت بیت اللہ شریف میں ہوں گے ــــــ چنانچہ حضرت حارث اپنے بھائی کعب کے ساتھ

بیت اللہ شریف میں پہنچے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار کی حاضری اور آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور پھر دست بستہ عرض کی ــــــ حضور ــــــ! میں زید کا والد ہوں ــــــ میرے بچے کو کسی نے آٹھ سال کی عمر میں اٹھا لیا اور غلام بنا کر بیچ دیا۔ اور مجھے پتہ چلا ہے کہ اب وہ آپ کے پاس ہے ۔ آپ کریم ہیں، ہم پر رحم فرماتے ہوئے میرا بیٹا مجھے دے دیں اور اس کی قیمت مجھ سے لے لیں ــــــ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، نے فرمایا کہ ہم آپ سے زید کا کوئی فدیہ لینے کی حاجت نہیں رکھتے، آپ اسے ساتھ لے جا سکتے ہیں ــــــ مگر شرط یہ ہے کہ آپ زید کو ساتھ لے جانے کے لیے راضی کر لیں ــــــ چنانچہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا ــــــ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، زید! دیکھو یہ تمہارے والد ہیں ــــــ چنانچہ زید اپنے والد سے ملے ــــــ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ تمہیں اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں ــــــ تم اگر چاہو تو ہم تمہیں بخوشی آزادی بھی دیتے ہیں اور ان کے ساتھ اپنے وطن جانے کی اجازت بھی ــــــ جب حضرت زید رضی اللہ عنہ نے یہ بات سُنی تو عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں اپنے والد کے ساتھ نہیں جانا چاہتا ــــــ بلکہ میری تمنا ہے ؎

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت، یہی آرزو ہے

عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے آزادی نہیں چاہیے، میں آپ کے قدموں میں رہنا چاہتا ہوں۔ (مشکوٰۃ ص ۵۹۵)

بیوہ کا نذرانہ

رات کا پچھلا پہر تھا، مدینۂ طیبہ کی مقدس گلیوں میں نور کی بارش ہو رہی تھی ــــــ ہر طرف خاموشی کا عالم تھا ــــــ

اچانک ایک آواز فضا میں اُبھری ــــــ یہ آواز مسجدِ نبوی کے مؤذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی تھی ــــــ جو یہ اعلان فرما رہے تھے کہ گلشنِ اسلام کی آبیاری کے لیے

Scanned with CamScanner

خون کی ضرورت ہے ـــــ آج صبح فجر کی نماز کے بعد اسلام پر جان قربان کرنے والوں کا لشکر ایک مہم پر روانہ ہو رہا ہے ـــــ اہلِ ایمان اور اہلِ اسلام کو ہادیِ برحق صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ وہ دین کی سربلندی کے لیے اللہ کے راستے میں جہاد فی سبیل اللہ کے لیے تیار ہو جائیں مؤذن بلال رضی اللہ عنہ کی اس منادی سے مدینہ پاک کی بستی میں رہنے والوں کے قلوب میں راہِ خدا میں جان دینے کی تڑپ کا ایک طوفان برپا کر دیا ـــــ پھر کون تھا جو فرمانِ تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سُن کر جان کا نذرانہ دینے کے لیے تیار نہ ہوا؟

اس اعلانِ بلال رضی اللہ عنہ کو سُن کر لوگ جوق در جوق لشکرِ اسلام کے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو گئے ـــــ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی یہ آواز مدینہ طیبہ میں رہنے والی ایک بیوہ کے کانوں میں پہنچی، تو اُس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے ـــــ اُس کی سسکیاں ـــــ اور آہوں سے اُس کے ساتھ چمٹ کر سونے والا چھ سال کا بچہ بیدار ہو گیا ـــــ اُس نے علی الصبح ماں کو روتے ہوئے دیکھا ـــــ تو عرض کیا ـــــ امّی جان! کہو کیوں رو رہی ہو ـــــ ماں نے بچے کے ماتھے کو چوم کر کہا بیٹا! میرے زخموں کو نہ چھیڑو ـــــ ماں کی حالت دیکھ کر چھ سال کے بچے کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو گئے۔ ماں نے بچے کو روتا دیکھ کر کہا ـــــ نہ رو میرے لال ـــــ یتیموں کا رونا اللہ کے عرش کو ہلا دیتا ہے ـــــ بدر کی مقدس وادی میں سونے والے اپنے شہید باپ کی رُوح کو نہ تڑپا ـــــ چُپ ہو جا میرے لال ـــــ شہداء زندہ ہیں، تیرے باپ کی رُوح کو تیرے رونے سے اذیت و پریشانی ہو گی ـــــ تو ہی مجھ بیوہ کا ایک سہارا ہے۔ تیرے سوا دنیا میں میرا بازو پکڑنے والا کون ہے؟

بچہ روتا رہا اور اپنی ماں سے اُس کے رونے کی وجہ دریافت کرتا رہا ـــــ پھر ماں نے بچے کو تسلی دیتے ہوئے صُورتِ حال سے آگاہ کیا کہ بیٹا! آج صبح حضرت بلال نے منادی کی ہے کہ اسلام کے پودے کی آبیاری کے لیے اہلِ ایمان کے خون کی ضرورت ہے

آج مجاہدین کا ایک قافلہ میدانِ جہاد کی طرف روانہ ہو رہا ہے ـــــ کتنی خوش نصیب ہیں وہ مائیں جن کے لال میدانِ جہاد میں پہنچ کر خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا اور خوشنودی حاصل کریں گے ـــــ کاش! آج میرا بھی کوئی جوان بچہ ہوتا اور میں اُس کو لیکر دربارِ رسالت مآب میں حاضر ہوتی ـــــ یہی تصور ہے جس نے مجھے غمزدہ اور پریشان کر رکھا ہے ـــــ افسوس کہ میں آخرت کے بہت بڑے اعزاز کو حاصل کرنے سے محروم ہوں ـــــ چھ سال کے بچے نے ماں کو تسلی دیتے ہوئے عرض کی ـــــ امّاں حضور ـــــ! تمہاری گود تو خالی نہیں ـــــ مجھے لے جاؤ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کر کے اپنے ارمان پورے کر لو ـــــ یہ ٹھیک ہے کہ میں کم عمر ہوں۔ جنگ لڑنے کی صلاحیت نہیں رکھتا، لیکن حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہونے کے لیے تو عمر کی کوئی قید نہیں ـــــ آپ مجھے دربارِ رسالت میں لے چلیں اگر حضور نے ہماری قربانی قبول فرمالی تو زہے نصیب ـــــ اگر بچہ سمجھ کر واپس کر دیا تو کم از کم اس کا غم تو نہ ہو گا کہ ہم جان کا نذرانہ پیش کرنے سے محروم رہ گئے ـــــ جان چھوٹی یا بڑی بہر حال جان ہونے کی حیثیت سے تو برابر ہے ـــــ دونوں کی قیمت میں کوئی فرق نہیں ـــــ ماں نے بچے کی گفتگو کو سُنا اور فرطِ محبت سے اُس کے رخسار کو چُوم کر گلے سے لگا لیا ـــــ چنانچہ اُس بیوہ نے اپنے کم عمر بچے کو ساتھ لیا ـــــ مسجد نبوی کے قریب اُس مقام پر پہنچ گئی، جہاں اصحابِ رسول، مجاہدین جان کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے جمع ہو رہے تھے۔

یتیم بچہ

مسجد نبوی کے باہر قطار اندر قطار عشاق کھڑے تھے، جن پر رحمتِ خداوندی کی برسات ہو رہی تھی ـــــ جو لوگ جنگ پر جانے کے قابل تھے، اُنہیں لے لیا گیا ـــــ اسی دوران آپ کی نگاہِ مقدس لشکرِ اسلام کے ایک کنارے پر ایک برقعہ پوش خاتون پر پڑی، جو ایک چھوٹے سے بچے کی انگلی پکڑے کھڑی تھی ـــــ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا اس خاتون سے

کہو کہ کیا فریاد لے کر یہاں آئی ہے ——— حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے قریب پہنچ کر بڑے ادب و احترام سے پوچھا ——— اے صاحبہ! تم یہاں کس لیے آئی ہو ——؟ خاتون نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا: آج رات کے پچھلے پہر آپ اعلان کرتے ہوئے میرے گھر کے قریب سے گزرے۔ آپ کا اعلان سُن کر میرا دل تڑپ گیا ——— میرے پاس کوئی جوان بیٹا نہیں تھا، جس کے خون کا نذرانہ اسلام کی بارگاہ میں حاضر کیا جاتا ——— چھ سال کا یہ یتیم بچہ، جس کا باپ گزشتہ سال بدر کی لڑائی میں جامِ شہادت سے سیراب ہوا ——— یہی میری زندگی کا سرمایہ ہے جسے میں سرکارِ ابدِ قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں پر نثار کرنے کے لیے لائی ہوں ——— حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بچے کو گود میں اُٹھایا اور سرکار کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے سارا ماجرا عرض کر دیا ——— حضور رحمۃ للعالمین دُرِّ یتیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس یتیم بچے کو اپنی آغوشِ رحمت میں لے لیا ——— سر پر دستِ شفقت پھیرا ——— اور پیار کیا ——— پھر فرمایا ——— اے بیٹا! تم ابھی کم عمر ہو ——— اپنی ماں کی آغوش میں پلو بڑھو اور گلشنِ اسلام کی بہار بنو ——— جب تم جوان ہو جاؤ گے تو میدانِ جہاد تمہیں خود ہی بلا لے گا ——— پھر فرمایا بلال ——! جا کر اس بچے کی ماں سے کہہ دو کہ اس بچے کی ننھی سی قربانی قبول کر لی گئی ہے ——— قیامت کے روز وہ غازیانِ اسلام کی ماؤں کی صف میں اٹھائی جائے گی ——— آج سے وہ بچے کی پرورش خدا کی امانت سمجھ کر انجام دے گی ——— بارگاہِ خداوندی میں بال بال کا اجر محفوظ رہے گا۔ (سیرِ گلستان ص ۳۴)

سامعین محترم! صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو جب بھی حضور سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاد کے لیے بلایا تو وہ اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے فوراً حاضر ہو گئے ؎

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت، یہی آرزو ہے

قربان جاؤں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان و ایقان پر کہ انہوں نے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم پر اپنا تن، اپنا من، اپنا دھن، اپنا گھر، اپنا مال، اپنی جان غرض سب کچھ قربان کر دیا ——— ضعیفوں نے اپنے بڑھاپے کی پرواہ نہیں کی ——— جوانوں نے اپنی جوانی کو قربان کر دیا ——— بچوں نے بھی اپنی نوعمری کے باوجود اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کو عین سعادت جانا ——— عورتوں نے اپنے سہاگ لٹنے کی پرواہ نہیں کی ——— اُن سب کی زبان پر بس یہی ایک کلمہ تھا ——— اُن کے قلوب میں یہی ایک تڑپ تھی ——— اُن کی زندگی کا حاصل یہی تھا ——— جس کی ترجمانی شاعر نے یوں کی ہے ؎

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت، یہی آرزو ہے

اللہ رب العزت کے حضور دُعا ہے کہ ہمیں بجاہِ نبیٔ کریم رؤف و رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

Scanned with CamScanner

زکوٰۃ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ط اَمَّا بَعْدُ ط فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلٰنَا الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ ط

دردو آلام کے مارے ہوئے کیا دیتے ہیں
ہم تو بس اُن کی نگاہوں کو دُعا دیتے ہیں
جو بھی مجرم میری سرکار کے دامن میں چھپے
عرش والے اُسے جنّت کی سزا دیتے ہیں
عقل والوں کے نصیبوں میں کہاں ذوقِ جنوں
عشق والے ہیں، جو ہر چیز لٹا دیتے ہیں
اللہ اللہ کیے جانے سے نہ اللہ ملے
اللہ والے ہیں جو اللہ سے ملا دیتے ہیں
بندہ بننا ہے خدا کا تو گدا بن اُن کا
جو فقیروں کو شہنشاہ بنا دیتے ہیں
یاد آتی ہے مدینے کی ظہوری، جو ہمیں
غم کے مارے ہوئے کچھ اشک بہا دیتے ہیں

قابلِ صد احترام بزرگو، دوستو، بھائیو! میں نے آپ حضرات کے سامنے قرآن مجید فرقانِ حمید میں سے ایک آیتِ مقدسہ تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ (پ ۱۸ ع ۱۴) نور ۵۶

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اس آیتِ مقدسہ میں اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ نے اہلِ ایمان کو نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم فرمایا: اے نماز پڑھنے والو! اے میری بارگاہ میں سربسجود ہو کر لذتِ حضوری حاصل کرنے والو! اگر تمہارے پاس مال و زر ہو تو اس کی زکوٰۃ بھی ادا کیا کرو — تمہیں مال و دولت عطا کرنے والے خالق و مالک نے تمہارے مال میں، تمہارے غریب ساتھیوں کا بھی حصہ رکھا ہے، اُن کا حصہ انہیں دیتے رہو — اور اپنے دینی و دُنیاوی امور میں معلّمِ کائنات، محسنِ اعظم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی فرمانبرداری اور اتباع کرتے رہو — اقامتِ صلوٰۃ — ادائے زکوٰۃ — اور رسولِ اکرم شفیعِ معظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اطاعت — سے تمہیں یہ انعام ملے گا کہ اللہ ربّ العالمین جلّ وعلا تم پر رحم فرمائے گا — اپنے خالق و مالک کے کرم اور رحم کی طفیل تم دنیا و آخرت میں کامیاب ہو جاؤ گے۔

اجرِ عظیم

قرآن مجید فرقانِ حمید میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا مومنین کو ارشادِ مقدس ہے:

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللّٰہِ ط اِنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ (پ ۱ ع ۱۳)

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور جو بھلائی بھی تم اپنے لیے آگے بھیجو گے، اُس کو اللہ کے ہاں پاؤ گے۔ بے شک اللہ، جو تم کرتے ہو، وہ دیکھتا ہے۔

بقرہ = ۱۱۵

سامعینِ محترم! قرآنِ حکیم میں تقریباً چراسی مرتبہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم فرمایا ہے اور متعدد مقامات پر اقامتِ صلوٰۃ کے بعد ادائے زکوٰۃ کا حکم بیان ہوا ہے نماز مومن کی معراج ہے ـــــــ نماز کی ادائیگی سے بندہ رُوحانی و جسمانی طور پر طیب و طاہر ہو جاتا ہے ـــــــ نماز سے بندہ شیطان کی فریب کاریوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ط (پ ۲۱ - ع ۱)

بے شک نماز بے حیائیوں اور بُرائیوں سے روک دیتی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں جھکنے کی برکت سے بندے کے دل سے غرور و تکبّر ختم ہو جاتا ہے ـــــــ نماز سے خدا ترسی، مخلوقِ خدا سے رحم دلی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے ـــــــ نماز سے مالک کی خشیت و محبت حاصل ہو جاتی ہے ـــــــ نماز سے مالک کی فرمانبرداری اور وفاداری کی عظمت حاصل ہو جاتی ہے ـــــــ نماز کی ادائیگی سے ظاہری و باطنی پاکیزگی و طہارت نصیب ہوتی ہے ـــــــ اللہ تعالیٰ نے نماز کے بعد ادائے زکوٰۃ کا حکم اس لیے فرمایا، گویا مالک کی منشا و رضا یہ ہے کہ جب بندہ میرے دربار میں ـــــــ میری بارگاہِ معلّٰی میں جبینِ نیاز جھکانے سے رُوحانی اور جسمانی طور پر پاکیزگی حاصل کر گیا ہے ـــــــ اب وہ میرے دیئے ہوئے مال سے زکوٰۃ بھی ادا کرے تاکہ اس کا مال بھی طیّب و طاہر ہو جائے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ارشاد فرمایا:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِھِمْ صَدَقَۃً تُطَھِّرُھُمْ وَتُزَکِّیْھِمْ بِھَا وَصَلِّ عَلَیْھِمْ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ ط وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ط (پ ۱۱ - ع ۲)

اور ان کے اموال سے خیرات لو تاکہ وہ ان کو پاک و صاف کرلے اور ان کے لیے دعا کریں، اس لیے کہ آپ کی دعا اُن کے لیے سکون کا باعث ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے فرمایا کہ اہلِ ثروت اور مالداروں سے اُن کے اموال سے خیرات کو لے کر غریبوں، ناداروں، حقداروں، یتیموں اور بیکسوں، بے چاروں کو عطا کر کے ان مالداروں کے مال کو سُتھرا اور پاکیزہ کرو، ان کے لیے دُعائے خیر فرماؤ ـــــــ آپ کا ان کے لیے دُعا کرنا اُن کے لیے سکونِ قلب کا باعث ہوگا۔

فوائدِ زکوٰۃ

زکوٰۃ کے معنی ہیں "پاکیزگی اور بڑھنا" نشوونما پانا ـــــــ فروغ حاصل کرنا ـــــــ زکوٰۃ کی ادائیگی سے مال میں پاکیزگی آجاتی ہے ـــــــ اللہ کے راہ میں خرچ کرنے سے مال میں برکت اور اضافہ ہو جاتا ہے۔

سامعینِ محترم! ایک خالی ذہن میں سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ مال خرچ کرنے سے کیسے بڑھ سکتا ہے ـــــــ؟ تو آیئے! میں بیان کرتا جاؤں تاکہ مسئلہ آپ کے ذہن نشین ہو جائے کہ کچھ چیزیں ہیں جنہیں خرچ کیا جائے، تو اُن میں برکت آجاتی ہے، اضافہ ہو جاتا ہے ـــــــ عالم اپنا علم اگر لوگوں میں تقسیم کرے تو اس کے علم میں ضرور اضافہ ہوگا ـــــــ اور اگر وہ علم کو اپنے پاس رکھے اور کسی کو نہ سکھائے، تو وہ خود بھی علم سے ہاتھ دھو بیٹھے گا ـــــــ کنوئیں سے اگر پانی نہ نکالا جائے، تو پانی گندا اور بدبودار ہو جائے گا۔ پھر وہ پیاس بجھانے کی بجائے بیماری کا باعث بن جائے گا ـــــــ درخت کی کچھ شاخیں کاٹ دی جائیں، تو اُس کے پھل پھول میں اضافہ ہو جاتا ہے ـــــــ ایک کسان غلّہ کاشت کرتا ہے، دوسرا کاشت نہیں کرتا، بظاہر کاشت کرنے والے کی بوری خالی ہو گئی ـــــــ اور نہ کاشت کرنے والے کی بھر گئی ـــــــ لیکن جس کی بوری بھری رہی، وہ چند روز بعد ختم ہو جائے گی اور جس نے اپنی بوری کاشت کر لی، تو آپ جانتے ہیں جب فصل اُگے گی تو اُس کا مکان غلّے کی

Scanned with CamScanner

بوریوں سے بھر جائے گا ——— یہی حال اللہ تبارک و تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کا ہے ——— وہ جتنا فراخ دلی سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اتنی ہی زیادہ برکت عطا فرماتا ہے ـــ اللہ رب العزت جلّ وعلا کا ارشادِ مقدس ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ؕ

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں، اُن کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیں اگیں اور ہر بال میں سو سو دانے ہوں اور خدا جس کو چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے اور وہ بڑی وسعت والا ہے اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

(پ ۳ - ع ۳) بقرہ 261

جو لوگ اللہ کی رضا اور خوشنودی کی خاطر غریبوں، مسکینوں، ناداروں اور حقداروں کو خیرات دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، اُن کی مثال ایک دانے کی ہے، جیسے کسان بوتا ہے، تو ایک دانے کے بدلے سات سو دانہ حاصل کر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والے بھی اپنی خیرات سے سات سو گُنا زیادہ حاصل کرتے ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ چاہے تو اس سے بھی زیادہ اجر و ثواب عطا فرما دیتا ہے، اس لیے کہ وہ بہت زیادہ وسعت والا اور جاننے والا ہے۔

برکت

بعض لوگ اپنی رقم کو بینکوں میں جمع کرا دیتے ہیں ——— لوگوں کو سُود پر دیتے ہیں تاکہ ہماری رقم میں اضافہ ہو ——— لیکن مال و دولت دینے والے مالک کا فرمانِ اقدس ہے:

وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَاْ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ

اور جو چیز تم سود لینے کو دو کہ دینے والے کے مال کے مال بڑھیں، تو اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا اور جو زکوٰۃ تم اللہ کی رضا

وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ۝ (پ ۲۱ - ع ۷) روم 39

کے لیے دو، تو انہیں کے دو گنے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ، کا ارشادِ مقدس ہے:

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ (پ ۳ - ع ۶) بقرہ 276

اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو اور اللہ کو پسند نہیں آتا کوئی ناشکرا بڑا گنہ گار۔

جو رقم سُود پر دی جائے کہ اُس میں اضافہ ہو تو یاد رکھو اس طرح سے کبھی مال و دولت میں اضافہ اور برکت حاصل نہیں ہوگی، بلکہ مال ہلاک ہو جائے گا ——— آپ نے بھی مشاہدہ کیا ہوگا کہ سُودی کاروبار کرنے والے کا انجام بُرا ہی ہوتا ہے ——— آخر کار اپنی اصلی رقم سے بھی محروم ہو جاتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والے کے مال میں اضافہ ہوتا ہے اور برکت بھی ہوتی ہے۔

قرآن مجید فرقانِ حمید میں ارشادِ ربانی ہوتا ہے:

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

اور اُن کی مثال ہے جو اپنے مال اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور اپنے دل جمانے کو اس باغ کی سی ہے جو اونچی جگہ واقع ہو۔ اُس پر زور کی بارش ہو تو دُگنا پھل لائے اور اگر بارش نہ بھی ہو تو شبنم ہی کافی ہے اور خدا تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

(پ ۳ — ع ۴) بقرہ 265

جو خوش بخت لوگ خلوصِ نیت سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے

لیے اپنا مال راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں، تو۔ اُن کی یہ خیرات اُس باغ کی طرح ہے جو بلند مقام پر واقع ہو، جہاں تازہ ہوا ہو ——— اور گندی نالیوں کا گزر نہ ہو ——— دریا کی طغیانی کی تباہی کا بھی ڈر نہ ہو ——— اگر اُسے تیز بارش مل جائے تو اُس کا پھل دوگنا ہو جائے اور اگر بارش نہ بھی ہو تو شبنم کے قطرے ہی کافی ہیں ——— پھر بھی اس کے کاشت کرنے والا محروم نہیں رہتا۔ ایسے ہی راہِ خدا میں خرچ کرنے والا خلوصِ نیت سے کم خرچ کرے یا زیادہ ——— اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ سے اجر و ثواب سے محروم نہیں رہے گا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والا، اُس مالک کے دربار میں ہی اپنا مال پیش کرتا ہے، جہاں نفع ہی نفع ہے۔

قرضِ حسنہ

اللہ تبارک وتعالیٰ کا قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشادِ مقدس ہے،

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا	اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو،
الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا	اور اللہ کو قرضِ حسنہ دیتے رہو اور
حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ	نیک عمل تم اپنے لیے آگے بھیجو گے،
مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ	اُس کو خدا کے ہاں بہتر پاؤ گے،
خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَاسْتَغْفِرُوا	خدا سے بخشش مانگتے رہو، بیشک
اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ	خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

(پ ۲۹ - ع ۱۴)

دوسرے مقام پر ارشادِ مبارک ہوتا ہے:

مَنْ يُّقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا	کوئی ہے جو خدا کو قرضِ حسنہ دے
حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا	کہ وہ اُس کے بدلے، اُس کو کئی حصے
كَثِيْرَةً ؕ (پ ۲ - ع ۱۶)	زیادہ دے۔

راہِ خدا میں خرچ کیا ہوا مال، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل سے اپنے ذمہ قرضِ حسنہ لے لیا ——— یعنی مال تو تم راہِ خدا میں خرچ کرو گے، مسکینوں، ناداروں کو دو گے، لیکن اس کے بدلے میں اللہ تبارک وتعالیٰ تمہیں بے شمار مال و دولت اجر و ثواب دُنیا اور آخرت میں عطا کرے گا۔ طٰسٓ تلک اٰیٰتُ القرآن و کتاب مبین

ہدایت و رحمت

تمہیں اس کارِ خیر اور نیک عمل سے ہدایت و رحمت کی دولت بھی نصیب ہوگی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ	مومنین کے لیے ہدایت اور خوشخبری ہے
الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ	جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ
يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ	ادا کرتے ہیں اور آخرت پر ایمان
هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ (پ ۱۹ - ع ۱۶)	رکھتے ہیں۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ	اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی،
وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى	اور وہ اللہ کے سوا کسی سے نہ
اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ	ڈرا۔ پس وہی لوگ ہدایت یافتہ
الْمُهْتَدِيْنَ ۝ (پ ۱۰ - ع ۹)	ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ	اور میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی
شَيْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ	ہے۔ میں اِس کو اُن لوگوں کے لیے
يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ	لکھ دوں گا جو متقی ہیں اور زکوٰۃ
وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۝	دیتے ہیں اور ہماری آیتوں پر
(پ ۹ - ع ۹)	ایمان رکھتے ہیں

156

زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے لیے ہدایت کی خوشخبری اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی خاص رحمت کی نوید سُنائی گئی ہے جو کہ اہلِ ایمان کے لیے یقیناً باعثِ راحت ہے۔

فلاحِ دارین

زکوٰۃ ادا کرنے والوں کو زکوٰۃ ہدایت اور رحمتِ خداوندی کے حصول کا ذریعہ ہونے کے ساتھ ساتھ کامیابی کا زینہ بھی ہے ——— ارشادِ خداوندی ہوتا ہے:

اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ٥ (پ ۲۱ - ع ۱۰)

جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور وہی کامیابی پانے والے ہیں۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خَاشِعُوْنَ ٥ وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِلزَّکٰوۃِ فَاعِلُوْنَ ٥ (پ ۱۸ - ع)

تحقیق مومنوں نے کامیابی پائی جو اپنی نمازوں میں ڈرتے ہیں، یعنی عاجزی کرتے ہیں اور وہ لوگ جو لغو باتوں سے اعراض کرتے ہیں، وہ جو زکوٰۃ دیتے ہیں۔

غم سے نجات

زکوٰۃ کی ادائیگی سے بندہ دُنیا و آخرت کے رنج و غم اور حزن و ملال سے نجات حاصل کر لیتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ

تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کیے اور نماز کو قائم کیا اور زکوٰۃ

وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ لَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ٥ (پ ۳ ع ٦٤)

ادا کی، اُن کے لیے اللہ کے نزدیک اجر و ثواب ہے اور اُن پر نہ کچھ خوف ہے نہ غم۔

جنت کے وارث

زکوٰۃ دینے والے کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ سے جنت الفردوس عطا ہو جاتی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْوٰرِثُوْنَ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ٥ (پ ۱۸ ع ۱)

یہی لوگ وارث ہیں کہ فردوس کی میراث پائیں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

حفاظتِ مال

زکوٰۃ کی ادائیگی سے مال چوروں، ڈاکوؤں اور لٹیروں سے محفوظ ہو جاتا ہے اور قدرتی آفات سے بچ جاتا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بیت اللہ شریف میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے عرض کیا، ایک شخص کا بڑا نقصان ہوا کہ اُس کا مال دریا کی طغیانی بہا کر لے گئی ——— سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، جنگل ہو یا سمندر ——— گویا کسی جگہ بھی مال ضائع ہو جاتا ہے ——— اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کر کے اپنے اموال کی حفاظت کیا کرو ——— اپنے مریضوں کی بیماری کو صدقہ سے دور کیا کرو ——— آفات کے نزول کو دعاؤں سے دور کیا کرو ——— اس لیے کہ دُعا اس بلا کو بھی رد کر دیتی ہے جو نازل ہو گئی ہو ——— اور اُس بلا کو بھی جو ابھی نازل نہ ہوئی ہو۔

ایک اور مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، اپنے اموال کو زکوٰۃ کے ذریعہ سے محفوظ بناؤ اور اپنے بیماروں کو صدقہ سے فائدہ پہنچاؤ، مصیبت اور بلا کا علاج دعا سے کرو اور اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی سے گڑگڑاتے رہو ——— آپ نے ارشاد فرمایا جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کی، بے شک اللہ تعالیٰ نے اُس سے شر دُور فرمایا۔

سامعینِ محترم! زکوٰۃ کی ادائیگی سے مال میں پاکیزگی وطہارت آجاتی ہے ——— اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال میں برکت آجاتی ہے ——— زکوٰۃ سے مال میں وسعت آجاتی ہے ——— زکوٰۃ سے مال کی حفاظت ہو جاتی ہے ——— زکوٰۃ سے سکونِ قلب کی دولت مل جاتی ہے ——— زکوٰۃ حصولِ فلاح اور ذریعۂ نجات ہے ——— زکوٰۃ کی ادائیگی سے دُنیا میں عزت اور آخرت میں جنت عطا کی جاتی ہے ——— زکوٰۃ آفاتِ ارضی وسماوی سے بچا دیتی ہے ——— زکوٰۃ سے تقویٰ و پرہیزگاری میسر آتی ہے ——— زکوٰۃ دینے والا رحمتِ خداوندی کا حقدار بن جاتا ہے ——— زکوٰۃ باعثِ حصولِ برکات وحسنات ہے ——— زکوٰۃ دینے والا آباد ہے ——— اس کا منکر اور ادا نہ کرنے والا برباد ہے ——— اس مقام پر شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

دیوں مال خریدن جنت، بخت بُلند جہان دے
رب دی جنت رب دے مالوں، مُفت خریدے جاندے
اہلِ سخاوت مومن اوپر دائم فضل ربانا!
دائم غضب بخیلاں کارن سخت عذاب ٹھکانا

عذاب

سامعینِ محترم! یہ ایک مسلّمہ بات ہے کہ جس کام کے کرنے سے انسان کو نفع پہنچتا ہے ——— اُسے نہ کرنے والا یقیناً نقصان اور خسارے والا ہے — اللہ تبارک وتعالیٰ نے زکوٰۃ کے ادا کرنے والے کے لیے بے شمار انعام واکرام اور فوائد کا اعلان کیا ہے ——— اور راہِ خدا میں خرچ نہ کرنے والے کے لیے دردناک عذاب کی خبر دی ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ	اور وہ لوگ جو سونے چاندی کو جمع کرتے ہیں،
وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِیْ	اور اُس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے،

سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ	اُن کو دردناک عذاب کی خبر دے دو۔
اَلِيْمٍ ۝ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِیْ	جس دن سونا چاندی کو دوزخ کی آگ
نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا	میں گرم کیا جائے گا۔ پھر اُن سے اُن
جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ	کی پیشانیوں، کروٹوں اور پیٹھوں کو
هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ	داغا جائے گا۔ یہ ہے جو تم نے جمع
فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝	کیا تھا۔ آج اپنے جمع کیے ہوئے کا مزہ
(پ ۱۰ – ع ۱۱)	۲۴ چکھو۔

وہ سونا چاندی جس سے زکوٰۃ نہ ادا کی جائے، بروزِ محشر اُسے گرم کر کے زکوٰۃ نہ دینے والے کو داغا جائے گا اور اُس کا طوق بنا کر اُن کی گردنوں میں ڈالا جائے گا۔

ارشادِ خداوندی ہے:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ	اور وہ لوگ گمان نہ کریں جو اس میں بُخل
بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ	کرتے ہیں، جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے
خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ	دیا ہے، اُن کے لیے یہ اچھا ہے، بلکہ
سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ	یہ اُن کے لیے بہت بُرا ہے عنقریب بروزِ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ (پ ۴، ع ۱۸)	قیامت اُن کے گلے میں اس مال کا طوق پہنایا جائے گا

مال ودولت اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، اس سے بندے کی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ انسان غربت وافلاس سے نجات پا جاتا ہے ——— اور یہ ایک فطرتی عمل ہے کہ جیسے جیسے مال آتا جاتا ہے، بندہ کے دل میں اس کی لگن اور طلب بڑھتی جاتی ہے۔ وہ اس کو جمع کرنے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کرتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بار بار بندے کو اپنے راستے میں خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے تاکہ اس کا دل مال ودولت کی محبت سے آزاد رہے۔

Scanned with CamScanner

گنجا سانپ

احادیثِ مبارکہ میں مال کو راہِ خدا میں خرچ کرنے کی برکات اور نہ خرچ کرنے کے نقصانات کا ذکر کیا گیا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اُس نے اس کی زکوٰۃ نہ ادا کی، تو قیامت کے روز اُس کا یہ مال گنجے سانپ کی صورت اختیار کرے گا جس کی آنکھوں میں دو سیاہ نقطے ہوں گے اور وہ سانپ بطورِ طوق اُس کی گردن میں ڈالا جائے گا۔ پھر سانپ اُس کے منہ کے دونوں کناروں یعنی باچھوں کو پکڑ کر کہے گا،

أَنَا مَالُكَ أَنَا كَنْزُكَ ۔ (بخاری - مشکوٰۃ ص ۱۵۵)

میں ہوں تیرا مال، میں ہوں تیرا خزانہ۔

آگ کا عذاب

زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے بروزِ محشر اللہ تعالیٰ کے عذاب میں گرفتار ہوں گے ـــــ قرآنِ حکیم میں ہے،

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۨ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهٗ أَخْلَدَهٗ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ وَمَا أَدْرٰكَ مَا الْحُطَمَةُ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ ۔ (پ ۳۰ - ع)

خرابی ہے ہر اُس شخص کے واسطے جو پس پُشت عیب نکالے اور طعنہ دینے والا ہو۔ جس نے اُسے گِن گِن کر رکھا، وہ خیال کرتا ہے کہ اُس کا مال ہمیشہ اُس کے پاس رہے گا، ہرگز نہیں۔ وہ برباد کرنے والی آگ میں ڈال دیا جائے گا تو کیا جانے کہ حطمہ کیا ہے، وہ اللہ کی آگ ہے جو دلوں تک پہنچ جائے گی۔

مال جمع کرنے والے اس کو گِن گِن کر رکھنے والے شاید سمجھتے ہوں کہ اُن کا یہ مال ہمیشہ ان کے پاس رہے گا، نہیں نہیں، کبھی ایسا نہیں ہو سکتا ـــــ وہ مال جس میں سے زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہو، وہ اپنے مالک کو جہنم میں پہنچا دے گی اور ذلت و رسوائی اُن کا مقدر ہو گی ارشادِ خداوندی ہے۔

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَا آتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ط وَأَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ (پ ۵ - ع ۳)

جو لوگ بخیلی کرتے ہیں اور لوگوں کو بخیلی کی تلقین کرتے ہیں۔ جو کچھ اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اُسے چھپاتے ہیں اور کافروں کے لیے ہم نے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

سخاوت

حضور ختم المرسلین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلسَّخَاءُ شَجَرَةٌ فِي الْجَنَّةِ فَمَنْ كَانَ سَخِيًّا أَخَذَ بِغُصْنٍ مِّنْهَا فَلَمْ يَتْرُكْهُ الْغُصْنُ حَتّٰى يُدْخِلَ الْجَنَّةَ ۔ (مشکوٰۃ ص ۱۶۷)

سخاوت جنت میں ایک درخت ہے، پس جو سخی ہے، اُس نے اس درخت کی شاخ کو پکڑ لیا اور وہ شاخ اُسے نہ چھوڑے گی، یہاں تک کہ اُس کو جنت میں داخل کر دے گی۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَالشُّحُّ شَجَرَةٌ فِي النَّارِ فَمَنْ كَانَ شَحِيْحًا أَخَذَ بِغُصْنٍ مِّنْهَا فَلَمْ يَتْرُكْهُ الْغُصْنُ حَتّٰى يُدْخِلَهُ النَّارَ ۔ (مشکوٰۃ ص ۱۶۷)

اور بخیلی ایک درخت ہے، جو آگ میں ہے، پس جو بخیل ہے اُس نے اُس کی شاخ کو پکڑ لیا اور اُس کو نہیں چھوڑے گی حتیٰ کہ اُس کو دوزخ میں ڈال دے گی۔

سامعینِ محترم! سخی کے لیے نوید جنت ہے ـــــ اور بخیل کا ٹھکانہ دوزخ ہے ـــــ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والے پر اللہ جل شانہ کی رحمت ہے ـــــ اور بخیل کا مال اُس کے لیے زحمت ہے۔

Scanned with CamScanner

دُعا

حضور نبی کریم رسولِ عظیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ارشادِ گرامی ہے کہ ہر روز صبح کے وقت دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، جن میں سے ایک کہتا ہے

اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا۔ — اے اللہ! سخی کو مالا مال کر

اور دوسرا فرشتہ کہتا ہے:

اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا — اے اللہ بخیل کو بربادی دے۔ (مُسلم، بخاری، مشکوٰۃ ص۱۶۴)

یعنی فرشتے سخی کے لیے دُعا مانگتے ہیں! اے اللہ! اس کو آباد کر دے اور بخیل کے لیے بددُعا کرتے ہیں! اے اللہ! اسے برباد کر دے

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنْفِقْ یَا ابْنَ اٰدَمَ اُنْفِقْ عَلَیْكَ (مسلم۔ بخاری۔ مشکوٰۃ ص۱۶۴) — اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے انسان تُو خرچ کر، میں تجھ پر خرچ کروں

قربان جاؤں فضلِ خداوندی پر کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اے بندے! تو میری راہ میں خرچ کر، مَیں تجھ پر خرچ کروں، یعنی تجھ پر اپنی عنایات کا دروازہ کھول دوں — بندہ اللہ کریم کے دربار میں فانی مال پیش کرے اور اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو باقی رہنے والا اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔

قُربتِ خداوندی

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلسَّخِیُّ قَرِیْبٌ مِّنَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْجَنَّةِ قَرِیْبٌ مِّنَ النَّاسِ بَعِیْدٌ مِّنَ النَّارِ وَالْبَخِیْلُ بَعِیْدٌ مِّنَ اللّٰہِ بَعِیْدٌ مِّنَ الْجَنَّةِ بَعِیْدٌ مِّنَ النَّاسِ قَرِیْبٌ مِّنَ النَّارِ وَلَجَاهِلٌ سَخِیٌّ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ عَابِدٍ بَخِیْلٍ۔ (ترمذی۔ مشکوٰۃ ص۱۶۴)

سخی اللہ کے قریب ہے، جنت کے قریب ہے، لوگوں کے قریب ہے، آگ سے دُور ہے اور بخیل اللہ سے دُور ہے۔ جنت سے دُور ہے۔ لوگوں سے دُور ہے۔ آگ کے قریب ہے۔ اور جاہل سخی، افضل ہے کنجوس عابد سے۔

سامعینِ محترم! یہ یاد رکھو کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کی آزمائش کرتا ہے۔ مال و دولت کا نہ ہونا بھی امتحان ہے اور اس کی فراوانی بھی امتحان ہے۔ خوش بخت ہیں وہ لوگ جو ہر حال میں اپنے مالک کی رضا اور خوشنودی حاصل کرتے ہیں۔

آزمائش

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ بنی اسرائیل میں تین آدمی تھے — کوڑھا — گنجا — اندھا — اللہ تعالیٰ نے اُن کی آزمائش کرنا چاہی تو اُن کے پاس ایک فرشتہ بھیجا جو پہلے کوڑھے کے پاس آیا اور اُس سے کہا

کی حاجت اس ویلے تینوں کی چاہوے دل تیرا
کہن لگا دو چیزاں رب تھیں تت منگے دل میرا

فَقَالَ اَیُّ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیْكَ۔ (مشکوٰۃ ص۱۶۵) — فرشتے نے کہا: تجھے کون سی چیز زیادہ پسند ہے؟

تو اُس کوڑھی نے کہا —

اوّل ایہہ جو بدن میرے دی ہووے دُور بیماری
میرے جیہا نہ عاجز کوئی اندر خلقت ساری
بڑا احسان جے اللہ میرا خلقت نال رلا دے
دوجا مال اُنٹھاں دا دیوے شوق دلے دا چا آوے

Scanned with CamScanner

قَالَ لَوْنٌ حَسَنٌ وَجِلْدٌ حَسَنٌ — اچھا رنگ اور اچھی جلد اور مجھ سے
وَيَذْهَبُ عَنِّي الَّذِيْ قَدْ — یہ بیماری جاتی رہے، جس کی وجہ سے
قَذِرَنِي النَّاسُ۔ — لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔

کوڑھے کا یہ سوال سُن کر اس فرشتے نے جو کہ انسانی شکل میں اُس کے پاس بطور دل ـــــ یا طبیب آیا تھا۔

فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ عَنْهُ قَذَرُهُ — پس اُس نے اُس کوڑھی پر اپنا ہاتھ پھیرا، تو
وَاُعْطِيَ لَوْنًا حَسَنًا وَجِلْدًا۔ — اُس کی بیماری جاتی رہی اور اُس کا اچھا رنگ اور
(مشکوٰۃ ص ۱۶۵) — اچھی جلد عطا ہوگئی۔

فرشتہ جو کہ انسانی شکل میں تھا، جب اُس نے کوڑھی پر اپنا ہاتھ پھیرا تو اُس کی بیماری جاتی رہی، وہ تندرست ہوگیا۔ اُس کی رنگت اور جلد درست ہوگئی اور وہ حسین و جمیل ہوگیا۔

فَاَيُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَيْكَ — تجھے کون سا مال زیادہ پسند ہے تو
قَالَ الْاِبِلُ۔ — اُس نے کہا، اُونٹ۔

چنانچہ اُس کے خواہش کے مطابق اُسے ایک اُونٹنی لاکر دے دی اور اُس کے لیے برکت کی دُعا کی گئی۔

گنجا

پھر وہ فرشتہ گنجے کے پاس پہنچا اور اُس سے کہا، بتا تجھے کس چیز کی خواہش ہے؟

فَاَيُّ شَيْءٍ اَحَبُّ اِلَيْكَ۔ — تجھے کون سی چیز زیادہ پسند ہے؟

اُس نے کہا میرے سر پر خوبصورت بال ہوں اور میری یہ بیماری رفع ہوجائے جس کی وجہ سے لوگ مجھے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ـــــ پھر فرشتے نے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرا، تو اس کے سر پر خوبصورت بال آگئے۔ پھر اُس سے پوچھا کہ تجھے کونسا مال پسند ہے؟ تو اُس نے گائے طلب کی۔

فَاُعْطِيَ بَقَرَةً حَامِلًا وَقَالَ — پس اُسے ایک گابھن گائے دی گئی
بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ (مشکوٰۃ) — اور کہا کہ اللہ تجھے برکت دے۔

نابینا

فرشتہ تیسرے آدمی کے پاس پہنچا جو کہ آنکھوں کی بینائی سے محروم تھا۔ اُس سے کہا، تجھے کون سی چیز پسند ہے؟

قَالَ اَنْ يَّرُدَّ اللّٰهُ اِلَيَّ بَصَرِيْ — اُس نے کہا کہ اللہ میری آنکھیں لوٹا دے
فَاُبْصِرُ بِهِ النَّاسَ (مشکوٰۃ) — تاکہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔

فرشتے نے نابینے کا سوال سُنا،

فَمَسَحَهُ فَرَدَّ اللّٰهُ اِلَيْهِ — پس اُس اندھے پر ہاتھ پھیرا تو اللہ
بَصَرَهُ قَالَ فَاَيُّ الْمَالِ اَحَبُّ — نے اُس کی بینائی لوٹا دی پھر پوچھا
اِلَيْكَ۔ (مشکوٰۃ ص ۱۶۶) — تجھے کون سا مال زیادہ پسند ہے؟

تو وہ اندھا جو آنکھوں والا ہوچکا تھا، کہنے لگا: مجھے بکری پسند ہے چنانچہ اُسے بکری دے دی اور برکت کی دعا دی۔

سامعینِ محترم! اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو فرشتہ انسانی شکل میں بھیجا، اُس نے جب کوڑھے کے جسم پر ہاتھ پھیرا، تو اُس کی بیماری جاتی رہی اور حسین و جمیل ہوگیا۔ گنجے کے سر پر ہاتھ پھیرا، تو اُس کے سر پر خوبصورت بال آگئے ـــــ نابینا پر ہاتھ لگایا، تو اُس کو آنکھیں عطا ہوگئیں ـــــ یہاں سے معلوم ہوا کہ مقبولانِ بارگاہ کو یہ عظمت حاصل ہے کہ اُن کے ہاتھ اگر بیماروں کو مس ہوجائیں تو بیماریاں جاتی رہتی ہیں، بلکہ اُن کے جسمِ مطہر کے ساتھ لگنے والے کرتے میں بھی یہ طاقت ہے کہ اُس سے آنکھیں روشن ہوجاتی ہیں، جیساکہ قرآن حکیم میں سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر بڑی تفصیل سے موجود ہے کہ بھائیوں نے جناب یوسف علیہ السلام سے کہا کہ باپ کی آنکھیں فراق کی وجہ سے سفید ہوگئی ہیں، تو جناب سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا — میرا یہ کُرتا لے جاؤ، اسے میرے باپ
فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ — کے چہرے پر ڈالو، اُن کی آنکھیں
بَصِيْرًا ہ (پ ۱۳ - ع ۴) — کھُل جائیں گی۔

لے جاوَ ایہہ کُرتا میرا منہ پدرتے پاوَ
بینائی وچہ اکھیاں آوے ویکھ لوو آزماوَ

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اعلان عام فرمایا تھا،

وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ — اور میں شفا دیتا ہوں مادرزاد اندھے اور
وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ — سفید داغ والے کو اور اللہ کے حکم سے میں مردے
(پ ۳ - ع ۱۲) — زندہ کرتا ہوں۔

سامعین محترم! ایک فرشتہ انسانی شکل میں آکر کوڑھی، گنجے اور نابینے پر ہاتھ پھیر دے، تو انہیں اچھی صحت، خوبصورت بال اور آنکھیں عطا ہوسکتی ہیں، سیدنا یوسف علیہ السلام کے کرتہ کی برکت سے سیدنا یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں روشن ہوسکتی ہیں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ سے برص کے مریضوں کو شفا، مادرزاد اندھوں کو آنکھیں مل سکتی ہیں۔ مُردے اللہ کے حکم سے زندہ ہوسکتے ہیں ـــــ تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کیوں نہ دافع البلاء والوبا اور شافع خطاء ہوگی۔ آپ کی بارگاہ سے کیوں نہ رُوحانی وجسمانی مصیبتوں سے نجات حاصل ہوگی۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

تمہیں حاکم برایا — تمہیں قاسم عطایا
تمہیں دافع بلایا — تمہیں شافع خطایا — کوئی تم سا کون آیا
وہ اِلٰی لا الٰہ فارغ — کرو عرض سب کے مطلب
کہ تمہیں کو تکتے ہیں سب — کرو اُن پہ اپنا سایا — بنو شافع خطایا!

بہرحال فرشتہ انسانی شکل میں آیا اور اُس نے کوڑھی، گنجے اور نابینا پر ہاتھ پھیرا تو

اُنہیں بارگاہِ خداوندی سے صحت یابی مل گئی اور اُنہیں اپنی اپنی پسند کے مال بھی عطا ہوگئے۔ پھر کوڑھی جو کہ تندرست ہوگیا تھا، اُس کے اُونٹوں میں اتنی برکت آگئی کہ اُس کے پاس اونٹوں کی قطاریں جمع ہوگئیں ـــــ گنجے کے سر پر خوبصورت بال اور اُس کی گایوں میں اتنی برکت ہوئی کہ اُس کی گایوں کا گلّہ بن گیا ـــــ اندھے کو آنکھیں مل گئیں اور اُس کے پاس بکریوں کا ریوڑ بن گیا ـــــ الغرض تینوں آدمی جو کہ بیمار اور غریب تھے ـــــ تندرست، خوبصورت، حسین وجمیل اور امیر ہوگئے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں، پھر وہی فرشتہ سائل کی شکل میں اُن کے پاس آیا۔ پہلے وہ کوڑھی کے پاس پہنچا اور

فَقَالَ اَنَا رَجُلٌ مِسْكِيْنٌ — کہا کہ میں ایک مسکین ہوں۔

سفر کی وجہ سے میرے سارے اسباب جاتے رہے ہیں۔ تو اب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور تیری مدد کے بغیر میں گھر نہیں پہنچ سکتا۔

اَسْئَلُكَ بِالَّذِيْ اَعْطَاكَ — اس خدا کے نام پر تجھ سے سوال کرتا ہوں،
اللَّوْنَ الْحَسَنَ وَالْجِلْدَ — جس نے تجھے اچھی رنگت اور اچھی جلد
الْحَسَنَ (مشکوٰۃ ص۱۶۶) — عطا کی ہے۔

فرشتے نے سائل بن کر کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے نام پر ایک اونٹ دے دے تو اُس امیر نے کہا کہ مجھ پر بہت سے حقوق ہیں ـــــ یعنی میرے بچے اور نوکر ہیں جن کے خرچ کے باعث ان کے اخراجات بھی پورے نہیں ہوتے، تجھے کہاں سے دوں؟ ـــــ فرشتے نے کہا کہ شاید میں تجھے پہچانتا ہوں، تو وہی ہے، جو کوڑھا تھا ـــــ اور فقیر تھا ـــــ اور لوگ تجھ سے نفرت کرتے تھے ـــــ اور اللہ تعالیٰ نے تجھے ٹھیک کیا اور مال و دولت بھی عطا کردیا۔ اس پر مالدار نے کہا: میں تو اس مال و دولت کا اپنے آباؤ اجداد سے وارث ہوں ـــــ فرشتے نے کہا:

إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ إِلَىٰ مَا كُنْتَ ۔ — اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تجھے جیسا تو پہلے تھا، ویسا ہی کر دے ۔

پھر فرشتہ گنجے کے پاس آیا، اُس سے بھی نامِ خدا پر سوال کیا اور اس نے بھی وہی جواب دیا جو کوڑھی نے دیا تھا کہ مَیں جدّی پُشتی امیر ہوں ۔ فرشتے نے کہا : اللہ تجھے ویسا ہی کر دے، جیسا پہلے تھا ۔

پھر فرشتہ نابینے کے پاس آیا اور اپنی حاجت پیش کی اور کہا :

أَسْئَلُكَ الَّذِي رَدَّ عَلَيْكَ الْبَصَرَ شَاةً ۔ — تجھ سے میں اللہ کے نام سوال کرتا ہوں جس نے تجھے آنکھیں دیں، مجھے ایک بکری دے دو ۔

تو اُس نابینا شخص نے کہا کہ میں اندھا تھا، اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے بینائی عطا فرمائی ـــــ تو اے سائل ! تو میرے مال میں سے جتنا چاہے لے لے جو چاہے چھوڑ دے ۔ اللہ کی قسم ! آج تو جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کے نام پر لے گا، میں دے دوں گا ـــ اس پر فرشتے نے کہا ـــــ تم سب کی آزمائش کی گئی ۔ اللہ تعالیٰ

فَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْكَ وَسَخِطَ عَنْ صَاحِبَيْكَ (مسلم ۔ بخاری ۔ مشکوٰۃ ص ۱۶۶) — تجھ سے راضی اور تیرے دو ساتھیوں سے ناراض ہو گیا

سامعینِ محترم ! غور فرمائیں آج یہی حال ہمارے کچھ صاحبِ ثروت مالداروں کا ہے، جب اُن کے پاس دنیاوی مال کی فراوانی ہو جاتی ہے تو وہ اپنے سابقہ حالات کو بھول جاتے ہیں ـــــ فقیروں مسکینوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ـــ اُن پر طرح طرح کے آوازے کستے ہیں ـــــ اُن کو بیوقوف ـــ ناسمجھ ـــ بے عقل سمجھتے ہیں ـــــ تو یاد رکھو مال و دولت کا آجانا عقلمند اور ہنرمند ہونے کی دلیل نہیں ـــــ اگر رزق کی عطا عقل سے ہوتی، تو کم عقل والے بھوکے مر جاتے ۔ لیکن آپ نے مشاہدہ کیا ہو گا کہ کئی لوگ جو اتنی زیادہ سمجھ بوجھ کے مالک نہیں ہوتے،

طریقہ و سلیقہ سے بات نہیں کر پاتے، حتّٰی کہ بعض تو اپنا نام بھی نہیں لکھنا جانتے ـــ مگر مال و دولت کے ڈھیر اُن کے پاس ہیں ـــــ کوٹھیوں اور بنگلوں میں اُن کی رہائش ہے ـ اور بعض لوگ تعلیم یافتہ بھی ہوتے ہیں اور صاحبِ عقل و ہنر بھی ـــــ مگر انہیں دو وقت سکون کی روٹی بھی میسّر نہیں آتی ـــــ روزی، رازق و مالک کی عطا ہے ـــــ وہ جسے چاہے، جتنا چاہے عطا فرما دے ـــــ یہ اُس کی تقسیم ہے ـــــ لیکن جنہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا ہے، انہیں چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے محبت کرے، اپنے مال سے اُن کی مدد اور خدمت کر کے اُن سے دُعائیں لے ۔ ہر مانگنے والے کو ایک جیسا نہ سمجھے ـــــ پتہ نہیں کہ اُس کے دروازے پر سائل کی شکل میں کون کھڑا ہے ـــ ؟ ربِ کریم نے اپنے محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حکم فرمایا ہے :

وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ (پ ۳۰ ع) — اور سائل کو مت جھڑکنا

حضرت اُمِّ بجید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسُولِ مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے عرض کیا کہ جب بھی کوئی غریب میرے دروازے پر کھڑا ہوتا ہے اگر میرے گھر میں کوئی چیز نہ ہو تو شرما جاتی ہوں ۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا :

اِدْفَعْ يَدَهُ وَلَوْ ظِلْفًا مُحْرَقًا (مشکوٰۃ ص ۱۶۶) — تو اُس کے ہاتھ میں کچھ دے دو، اگرچہ جلی ہوئی کھُری ہی ہو ۔

یعنی سائل کو خالی ہاتھ نہ لوٹاؤ، کچھ نہ کچھ ضرور دے کر بھیجو ۔ اگر دینے کی اعلیٰ چیز نہیں تو ادنیٰ ہی دے ڈالو ۔

سامعینِ محترم ! اللہ تبارک و تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال میں سے اس کی راہ میں خرچ کرنا خالق و مالک کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے ـــــ اور مال و دولت سے فقراء و مساکین کا حصّہ نہ نکالنا ـــــ بالخصوص زکوٰۃ کا ادا نہ کرنا غضبِ الٰہی کو دعوت دینا ہے ـــ

Scanned with CamScanner

قارُون کی تباہی

حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک شخص قارون تھا اور یہ آپ کے چچا کا بیٹا تھا، اُس کے پاس مال و دولت کی فراوانی کا یہ حال تھا ـــــ قرآنِ حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاٰتَیْنٰہُ مِنَ الْکُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَہٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِی الْقُوَّةِ۔ (پ ۲۰ - ع ۱۱)	اور ہم نے اُس کو اتنے خزانے دیئے، جن کی کنجیاں ایک زور آور جماعت پر بھاری تھیں۔

اِتنا مالدار وہ شخص تھا کہ اُس کے خزانوں کی کنجیاں زور آور جماعت پر بھاری تھیں، تو خود سوچو اُس کے مال و زر کا کیا حال ہوگا ـــــ؟ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشادِ مقدس ہے کہ قارُون سے کہا گیا:

اَحْسِنْ کَمَآ اَحْسَنَ اللّٰہُ اِلَیْکَ (پ ۲۰ ع ۱۱)	نیکی کر جیسا کہ اللہ نے تجھ پر احسان کیا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے تجھے مال و دولت سے سرفراز کیا ہے اور تو بھی اُس کی راہ میں خرچ کر جب اُس نے اپنے مال و اسباب کا حساب لگایا تو بہت ساری رقم بنتی تھی جو اسے راہِ خدا میں دینا ضروری تھی - تو اُس بدبخت نے کہا ـــــ اس میں اللہ تعالیٰ کا مجھ پر کیا احسان ہے۔ (معاذ اللہ)

اِنَّمَآ اُوْتِیْتُہٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ (پ ۲۰ - ع ۱۱)	یہ تو مجھے ایک علم سے ملا ہے، جو میرے پاس ہے

اُس لعین نے راہِ خدا میں خرچ کرنے کی بجائے حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے مخالفت و عداوت شروع کردی - چنانچہ قارون مال سمیت زمین میں دھنسا دیا گیا - قرآن حکیم میں ہے:

فَخَسَفْنَا بِہٖ وَبِدَارِہِ الْاَرْضَ (پ ۲۰ ــ ع ۱۱)	پس ہم نے اس کو اور اُس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا۔

سامعینِ محترم! اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ نہ مال رہا نہ مال والا رہا - اسی لیے بار بار قرآن کریم نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے فوائد اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے کے نقصانات کا ذکر کیا ہے۔

ثعلبہ بن حاطب

یہ شخص مدینہ طیبہ میں ایک غریب آدمی تھا - ایک روز حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ میرے لیے دُعا فرمائیں کہ میں مالدار ہو جاؤں۔

سامعینِ محترم! آج ہم میں سے بھی تقریباً ہر شخص کی یہ خواہش ہے کہ میں مالدار بن جاؤں - بعض لوگ مسجد میں بھی اسی نیت سے آتے ہیں کہ وہ مالداروں میں سے ہو جائیں - کئی پیروں کے پاس جاتے ہیں کہ وہ مالدار ہو جائیں، مزاروں، درباروں کی حاضری دیتے ہیں کہ مالدار ہو جائیں - بعض لوگوں پر مال کی محبت نے اس قدر غلبہ حاصل کر لیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہر قیمت پر مال ملے خواہ جھوٹ بولنا پڑے، بلیک مارکیٹنگ کرنی پڑے، سمگلنگ کرنی پڑے، مال ملے چاہے رشوت سے ملے، حرام ملے، ملاوٹ اور چور بازاری سے حاصل ہو ـــــ نماز جاتی ہے تو جائے، گاہک نہ جانے پائے۔

سامعینِ محترم! اسلام ہمیں مالدار ہونے سے منع نہیں کرتا ـــــ دین ہمیں دنیا کمانے سے منع نہیں کرتا ـــــ اسلام دینِ فطرت ہے، اس میں اجازت ہے کہ ہم بہتر دنیا مانگ سکتے ہیں، لیکن اسلام نے ہمیں طلب کرنے کا طریقہ سلیقہ بھی بتایا کہ اللہ تعالیٰ سے یوں مانگو،

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً ط

اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما ـــــ لیکن وہ دنیا جو ہمارے لیے بہتر ہو ـــــ اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما۔

مولا کریم! دُنیا میں دے، مگر وہ جو بھلائی والا ـــــ جس کے پا لینے کے بعد تجھ سے

بھی ملتا رہوں، تیرے ذکر سے بھی میری زبان تر رہے ۔ میرے دل میں تیرا گھر رہے ۔ میرے سامنے تیرے محبوبِ کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا سنگِ در رہے ــــ مولا! ایسی دولت نہ دینا، جس سے میں تجھے بھول جاؤں ۔ تیرے محبوبِ مکرّم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی چوکھٹ سے دُور ہو جاؤں۔

مَیں بیان کر رہا تھا کہ ثعلبہ نے حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بارگاہ میں عرض کیا: یا رسول اللہ صلّی اللہ علیک وسلّم! دُعا فرمایئے کہ میں مالدار ہو جاؤں ۔ سرکارِ دوجہاں شفیعِ مجرماں صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے سوالی کا سوال سُنا تو فرمایا،

اے ثعلبہ! کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ تو میری طرح رہے ۔ اگر میں چاہتا تو یہ پہاڑ سونے کے بن جاتے اور میرے ساتھ ساتھ چلتے۔

ثعلبہ آپ کا یہ فرمان سننے کے بعد پھر کہنے لگا: حضور! دُعا کریں کہ میں مالدار ہو جاؤں اور میں خدا کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں اور یہ وعدہ بھی کرتا ہوں کہ جس ذات پاک نے آپ کو نبی برحق بنا کر مبعوث فرمایا اگر اللہ نے مجھے دولت دی تو میں ہر حقدار کا حق ادا کروں گا۔

سامعینِ مکرّم! ابوبکر کو صدیق، عمر کو فاروق، عثمان کو ذوالنورین، علی کو شیرِ خدا (رضی اللہ عنہم) بنانے والے اور فقیروں، بے نواؤں کو تاجِ سُلطانی عطا کرنے والے آقا و مولیٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نگاہِ نبوت سے دیکھ رہے تھے کہ جس چیز کا ثعلبہ مطالبہ کر رہا ہے وہ اس کے حق میں بہتر نہیں، اس لیے آپ اسے بڑے حکیمانہ انداز میں روک رہے تھے۔

ثعلبہ مسلسل مالدار ہونے کی دُعا کرانے کے لیے اصرار کرتا رہا ــــ حضور نبی کریم صاحبِ خُلقِ عظیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا: اے ثعلبہ!

قَلِیْلٌ تُطِیْقُ شُکْرَہٗ خَیْرٌ مِّنْ کَثِیْرٍ لَّا تُطِیْقُہٗ۔ تھوڑا مال لو جس کا شکریہ ادا کرسکو، اس سے زیادہ مال اچھا نہیں، جس کا شکر ادا کرنے سے تم قاصر رہو۔

ثعلبہ نے پھر اپنی عرض دہرائی، تو سرکارِ مدینہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی:

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْہُ مَالًا — اے اللہ! اس کو مال دے دے

منگتوں کو سُلطان بنایا میرے کملی والے نے
جب اپنا دربار لگایا، میرے کملی والے نے

پھر چشمِ فلک نے یہ نظارہ دیکھا کہ ادھر محبوبِ کبریا علیہ التحیۃ والثناء نے دُعا کے لیے اپنے لَب کھولے، ادھر اللہ تعالیٰ نے ثعلبہ کے لیے رزق کے دروازے کھول دیئے۔ اسی لیے تو ہم کہتے ہیں ؎

منگتے ہاتھ ہاتھ نہ لوٹیں، اُن کے کرم کی بات نہ پوچھو
اُن کا کرم پھر اُن کا کرم ہے، اُن کے کرم کی بات نہ پوچھو

ثعلبہ کی بکریوں میں تھوڑے عرصہ میں اتنا اضافہ ہوگیا کہ مدینہ پاک کی بستی میں کسی حویلی میں بھی اتنی گنجائش نہ تھی، جہاں ثعلبہ کی بکریاں سما سکیں ۔ چنانچہ وہ اپنی بکریاں لے کر جنگل میں چلے گئے ــــ مالدار ہونے سے قبل ثعلبہ کا اکثر وقت مسجد کی چار دیواری میں گزرتا تھا اور مسجد میں زیادہ رہنے کی وجہ سے لوگ انہیں حمامۃ المسجد یعنی مسجد کی کبوتری کہا کرتے تھے مگر اب اُس کی حالت مال نے ایسی کر دی کہ وہ دن کے وقت مسجد کو نہ آتا، بلکہ رات کو آجاتا۔ پھر اتنا مال میں مگن ہوا کہ وہ نہ دن کے وقت مسجد میں آتا اور نہ ہی رات کے وقت، بلکہ فقط ساتویں دن جمعہ کے روز مسجد میں حاضری نصیب ہوتی ۔ کچھ عرصہ تک جمعہ پڑھتا رہا پھر اُس نے جمعہ بھی چھوڑ دیا اور عید کے روز ہی نماز میں نظر آتا۔

دعوتِ فکر

سامعینِ محترم! تقریباً یہی حالت ہمارے یہاں مالدار لوگوں کی ہے ــ میں سب لوگوں کی بات نہیں کرتا۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ایسے بھی ہیں، جو مالدار ہونے کے ساتھ ساتھ پورے پورے دین دار بھی ہیں ــ اُن کا مال انہیں مسجد کی حاضری سے نہیں روکتا ۔ مگر اکثر دیکھنے میں یہ آیا کہ مالدار لوگ عموماً مسجد سے دُور ہی رہتے ہیں ۔ آپ میری اس بات کا مشاہدہ

Scanned with CamScanner

کسی مسجد کے نمازیوں کی صفوں میں بھی فرما سکتے ہیں ـــــــ مالداروں سے اگر کہا جائے کہ جناب! کیا وجہ ہے تم مسجد میں نظر نہیں آتے؟ تو بڑی سادگی سے کہہ دیتے ہیں مولوی جی! دل تو بہت چاہتا ہے، مگر کیا کریں وقت ہی نہیں ملتا ـــــــ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ دنیا کمانے کے لیے تو صبح و شام دوڑ لگی ہوتی ہے اور دین کے لیے کوئی وقت نہیں۔ آخر یہ دنیا تو ہمارے ساتھ نہیں جائے گی۔ روزِ محشر، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کے متعلق جب پرسش ہوگی، تو اگر یہی جواب وہاں بھی دیا کہ مولا کریم! مجھے فرصت نہیں ملی تھی تو کیا یہ عذر چل جائے گا اور ایسا بہانہ قابلِ قبول ہوگا۔؟

میرے ساتھیو! یہ مال تھوڑا بھی ہوگا تو وقت گزر ہی جائے گا۔ اگر زیادہ ہوا تو وقت پھر بھی گزر جائے گا، لیکن اگر اسی مال کو جمع کرتے کرتے یہاں سے اپنے مالکِ حقیقی کو ناراض کر کے چلے گئے اور خالی ہاتھ قبر میں پہنچے تو پھر یہ مال ہمارے کام نہیں آئے گا۔

جس اولاد کے لیے تو مال جمع کر رہا ہے، جب تیری رُوح تیرے جسم سے پرواز کر جائے گی، یہ تیرے گلے سے تیرے کپڑے بھی اتار لیں گے۔ اگر انگلی میں چاندی کا ایک چھلہ بھی ہوا، تو وہ بھی اُتار کر اپنی جیب میں ڈال لیں گے اور تجھے یہاں سے خالی ہاتھ رخصت کریں گے۔ اب بھی وقت ہے کہ اپنی عاقبت کی فکر کر، اپنے مالکِ حقیقی کا تابعدار اور فرمانبردار بن کر اُس کے رسولِ مکرم نبیٔ معظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اپنا تعلق مستحکم کر، جو تیری قبر میں تیرا ساتھ دیں گے اور حشر میں تیری بخشش کا ذریعہ بنیں گے ؎

تُوں کچّا تیرے یار کچّے، مگر کچیاں دے مَت مار ہوئی
اِکو یار جیہڑا اُو فادار تیرا، اوہدی کملیا کدے نہ سار نہ ہوئی

سامعینِ محترم! دُنیا کے مال کی محبت کی وجہ سے ثعلبہ دین سے دور ہو گیا۔ اوّل اُس نے مسجد کی حاضری چھوڑ دی اور صرف عید کے روز ہی نمازیوں کی صف میں نظر آتا ـــــــ پھر جب مال کی فراوانی اور بڑھی، تو اُس نے نمازِ عید کی حاضری بھی ترک

کردی ـــــــ اور پھر جب مال کی فراوانی کے باعث زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم آیا تو نبیٔ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دو عاملوں کو ثعلبہ کے پاس بھیجا کہ اُس سے اُس کے مال کی زکوٰۃ وصول کر کے لاؤ ـــــــ چنانچہ جب عامل اُس کے پاس پہنچے اور اُس سے زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے کہا تو اُس بدبخت نے زکوٰۃ دینے سے صاف انکار کر دیا اور کہنے لگا یہ تو مجھ پر جزیہ ہے، تم جاؤ میں اس پر سوچ و بچار کروں گا۔

چنانچہ جب وہ عامل مایوس ہو کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچے اور ثعلبہ کے متعلق بتایا کہ وہ زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے تیار نہیں، تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ثعلبہ ہلاک ہو گیا، اُس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے:

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ
اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ
وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝
فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا
بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝

(پ ۱۰ ـ ع ۱۶)

اور ان میں کچھ لوگ وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا۔ اگر اللہ اپنے فضل سے ہمیں عطا کرے گا تو ہم ضرور خیرات کریں اور ضرور نیکو کار ہو جائیں گے۔ پس جب اللہ نے اپنے فضل سے عطا کیا، تو بخل کرنے لگے اور اس سے رُوگردانی کر لی۔

بخیل کی مُذمّت

ثعلبہ بخیل کی مذمت اس آیت میں بیان فرمائی گئی کہ میری مخلوق میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو میرا فضل مانگتے ہیں، مجھ سے مال و دولت کا سوال بھی کرتے ہیں اور وعدے کرتے ہیں کہ اے اللہ! تو اگر مال دے گا، تو ہم ضرور صدقات و خیرات دیا کریں گے، غریبوں مسکینوں کی مدد کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کریں گے، لیکن جب انہیں اللہ کا فضل یعنی مال و دولت مل جاتا ہے، تو وہ سب کیے ہوئے عہد اور قول و قرار بھول جاتے ہیں اور مال و زر پر سانپ بن کر بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر نہ وہ اپنے وعدے کی پابندی کی ضرورت محسوس

کرتے ہیں، نہ ہی اپنے مال وزر سے اہلِ حقوق کی مدد کرتے ہیں، بلکہ عطا کرنے والے مولا کو بھی بھول جاتے ہیں ——— یہی حال ثعلبہ کا ہوا ——— بخیلی اور ناشکری کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا ہو گیا ——— اور اُس کے دل کی دُنیا برباد ہو گئی ——— اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے ،

فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰی یَوْمِ یَلْقَوْنَهٗ بِمَاۤ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ ۝	پس اُس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ نے ان کے قلوب پر نفاق مسلط کر دیا، اس دن تک جب ملیں گے اُس کو۔ اس لیے کہ انہوں نے اللہ سے کیے ہوئے وعدے کی خلاف ورزی کی اور اس لیے کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے۔
(پ ۱۰ ـ ع ۱٦)	

وہ بدنصیب جنہوں نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے منہ موڑا اور اپنے کیے ہوئے وعدوں کو بھول گئے اور اپنے خالق و مالک کی بارگاہ سے رُوگردانی کی۔ اللہ نے اُن کے وہ دل جو پہلے ہی نفاق کی مرض سے آلودہ تھے، مسلسل بدعملی، وعدہ خلافی کی وجہ سے اُن پر نفاق کے عذاب کو اور زیادہ کر دیا۔ اب انہیں مرتے دم تک اللہ تعالیٰ کے غضب سے نجات نہ ملے گی اور آخرت میں دردناک عذاب ان کا مقدر ہو گا۔

سامعینِ کرام! ثعلبہ نے جب زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو اُس کی مذمت میں قرآن مجید کی آیت نازل ہوئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ثعلبہ برباد ہو گیا۔ جب اُس کی ذلت و رسوائی ہوئی، تو وہ اپنا مال لے کر دربارِ رسالت میں حاضر ہوا تو رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اپنا مال واپس لے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے تیرا مال قبول کرنے سے منع فرما دیا ہے۔ چنانچہ وہ رونے لگا اور سر پر خاک ڈالتا ہوا واپس ہو گیا۔ پھر سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں وہ زکوٰۃ لے کر حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا، تیری زکوٰۃ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہیں کی تو اسے مَیں کیسے لے سکتا

ہوں۔ پھر عہدِ فاروقی میں حاضر ہوا اور زکوٰۃ پیش کی، سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی یہ کہہ کر رد فرما دی کہ جب تیری زکوٰۃ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قبول نہیں کیا، تو میں کس طرح قبول کر سکتا ہوں؟ چنانچہ وہ اسی حال میں عہدِ عثمانی میں مر گیا۔

درسِ عبرت

سامعینِ محترم! ثعلبہ، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی تھا، جسے حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت، صحبت، معیت اور رفاقت نصیب ہوئی ——— اور اُس نے زکوٰۃ کی ادائیگی نہ کی، تو اللہ تعالیٰ کے غضب میں گرفتار ہو گیا ——— اب اُن مالداروں کو سوچنا چاہیے جن کے پاس نہ نماز ہے نہ روزہ ——— نہ حج ہے نہ خیرات ——— نہ تقویٰ ہے نہ پرہیزگاری ——— اگر وہ اپنے مال سے زکوٰۃ ادا نہیں کریں گے تو وہ کیونکر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ سکیں گے ——— آؤ مل کر عہد کرو جنہیں اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے، وہ اس کی زکوٰۃ ادا کریں گے۔ غرباء، فقراء، مساکین اور یتیموں کا حصہ جو اُن کے مال میں ہے، انہیں پہنچائیں گے ——— زکوٰۃ کی ادائیگی سے دل کی دُنیا آباد ہو جاتی ہے ——— زنگ آلود دل صاف ہو جاتے ہیں ——— دل سے مال کی محبت جاتی رہتی ہے اور یہ جلوہ گاہِ محبوب بن جاتا ہے، اسی لیے صاحبِ دل، صاحبِ نظر اور اہلِ بصیرت لوگوں نے اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دیا۔

احادیثِ مبارکہ گواہ ہیں کہ جب محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راہِ خدا میں دینے کی ترغیب دی تو عورتوں نے اپنے زیورات اُتار کر دے دیئے۔ صحابہ کرام نے اپنے باغات پیش کر دیئے ——— حضرت سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کا آدھا مال بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کر دیا ——— حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گھر کی کل کائنات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں یہ کہتے ہوئے

رکھ دیا ——— جس کی ترجمانی علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے یوں کی ہے ؎

پروانے کو چراغ، ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اتنا مال پیش کیا کہ اُن کو غنی کا لقب مل گیا ——— سیدنا مولا علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ نے اتنی خیرات کی کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی شان میں سورۃ دہر کی آیات کو نازل فرما دیا ——— ان کی غریب پروری، خدا ترسی، رحم دلی اور مخلوقِ خدا کی خدمت کی وجہ سے اہلِ اسلام انہیں مشکل کشا کہتے ہیں ؎

مولا علی، علی ہے، مولا علی علی
شیرِ خدا علی ہے مشکل کشا علی

سامعینِ محترم! جنہیں راہِ خدا میں کچھ پیش کرنے کی عظمت و برکت سمجھ میں آگئی۔ انہوں نے صرف مال و زر ہی نہیں، بلکہ اپنی جان تک راہِ خدا میں دے دی اور پھر بھی دل کی حسرت پوری نہ ہوئی ——— اور بزبانِ حال کہا ——— کاش ہمارے پاس کوئی چیز اپنی ہوتی جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش کرتے ؎

جان دی ہوئی اُسی کی تھی!
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

شریعت کے حکم کے مطابق مال کا چالیسواں حصہ دینا فرض ہے ——— یعنی اگر کسی کے پاس دو سو درہم ہوں، تو اُس میں سے پانچ درہم دینے ہوں گے ——— مگر اہلِ عشق کے نزدیک دو سو درہم میں سے پانچ رکھے جائیں اور بقیہ تمام اللہ کریم کی راہ میں دے دیے جائیں ——— آؤ ہم سب مال کو اللہ کی راہ میں پیش کر کے دینے والے کو راضی کر لیں۔ آؤ دستگیرِ بیکساں، والیِ دو جہاں، محبوبِ رب العالمین، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرتِ طیبہ سے اس کی راہ میں دینے کا طریقہ سیکھیں جس کے گھر میں فاقہ بھی ہوتا تو پھر

بھی سوالی کو خالی نہ لوٹایا جاتا ——— آؤ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مقدس زندگیوں سے سبق حاصل کریں ——— آؤ آلِ رسول سے راہِ خدا میں گھر بار لٹانے کا طریقہ سیکھیں ——— آؤ نبی کی بیٹی کی بارگاہ میں اپنی جبینِ عقیدت جھکا کر سخاوت کا طریقہ سیکھیں، جس نے اپنی چادر تک اُتار کر مسکین کو دے دی تھی ؎

عقل والوں کے نصیبوں میں کہاں ذوقِ جنوں
عشق والے ہیں جو ہر چیز لٹا دیتے ہیں

حج کی سعادت

کون مسلمان ہے، جس کے دل میں اللہ کے گھر کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے در کی حاضری کی تڑپ نہیں۔ ہر مومن مسلمان خواہ غریب ہو یا امیر، اُس کی خواہش ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو زیارتِ حرمین شریفین سے مشرف فرمائے۔ تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ دمشق میں ایک غریب آدمی علی بن الموفق تھا، جو نہایت ہی مسکین آدمی تھا ——— جوتے مرمت کر کے اپنی گزر اوقات کرتا، مگر اُس کے دل میں تڑپ تھی کہ اُسے بھی حج کی سعادت نصیب ہو ——— اُس نے تیس سال کے عرصہ میں اپنی حلال کی کمائی میں سے تھوڑی تھوڑی بچت کر کے تین سو درہم جمع کیے اب اُس کے پاس اللہ کے گھر پہنچنے کا زادِ راہ جمع ہو گیا اور اُس نے حج کرنے کا ارادہ کیا ——— جوں جوں حج کا زمانہ قریب آتا گیا، تو اُس کے دل کی دھڑکن تیز ہوتی، اس لیے کہ اس کی عمر بھر کی خواہش کی تکمیل ہونے والی تھی۔ بیت اللہ شریف کے انوار و تجلیات، کعبے کے طواف، حجرِ اسود کے بوسہ لینے اور مقامِ ابراہیم پر نوافل ادا کر کے صفا مروہ پر سعی کرنے کا تصور اُس پر عجیب کیفیت طاری کر دیتا تھا، درِ محبوب اور کوچۂ حبیبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حاضری کا خیال آتے ہی دل میں ایک تلاطم بپا ہو جاتا۔ پھر وہ زندگی اور ہر لمحہ جو انتظار میں گزر رہا تھا، وہ حسین سے حسین تر ہوتا گیا ؎

افسانۂ حیات کے عنواں بدل گئے   آیا مدینہ یاد تو ارماں بدل گئے

Scanned with CamScanner

آخر کار وہ مقدس گھڑیاں قریب آئیں۔ جب اس عاشقِ صادق نے جانبِ کعبہ سفر شروع کرنا تھا ــــــ صبح قافلہ حج کے لیے روانہ ہو رہا تھا ــــــ تیاری تو مکمل ہو چکی تھی۔ اپنے عزیز و اقارب سے ملاقات کرنے کے بعد رات یہ اپنے بیوی بچوں کے پاس بیٹھا ہوا تھا ــــــ اُس کے مکان کے ساتھ جس مکان کی دیوار ملتی تھی، اُن کے گھر سے گوشت پکنے کی مہک آئی ــــــ اور گھر والوں نے اس مسافرِ مدینہ سے گوشت کھانے کی خواہش کا اظہار کیا، تو اُس نے کہا کہ میں اپنے پڑوسی سے پکا ہوا تھوڑا سا گوشت لے آتا ہوں تاکہ یہ تمہاری خوشی پوری ہو جائے ــــــ آخر ہمسائے کا بھی ہمسائے پر کچھ تو حق ہوتا ہے ــــــ یہ مسافرِ مدینہ اپنے ساتھ والے گھر پہنچا اور اُن سے تھوڑا سا پکا ہوا گوشت طلب کیا، تو انہوں نے کہا ــــــ جناب ہم آپ کو ضرور دیتے ــــــ لیکن اس کا کھانا تمہارے لئے جائز نہیں ــــــ مسافرِ مدینہ نے کہا ہم اِسے کیوں نہیں کھا سکتے ــــــ؟ اس پر صاحبِ خانہ کی آہ نکل گئی اور کہا، حاجی صاحب! ہمارے گھر میں مسلسل سات روز کا فاقہ تھا ــــــ ہمیں کھانے کے لیے کچھ میسر نہیں۔ یہ مردار کا گوشت ہے جو ہم نے اپنے فاقہ کش بچوں کی زندگی بچانے کے لیے پکا رکھا ہے۔ اس کو ہم بقدرِ ضرورت کھا سکتے ہیں، لیکن تمہیں کھانے کی اجازت نہیں۔ مسافرِ مدینہ نے جب یہ بات سُنی تو آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے ــــــ واپس گھر گیا، اور تین سو درہم جو تیس ۳۰ سال میں حج کے لیے جمع کئے تھے، وہ سارے کے سارے لا کر اُن فاقہ مستوں کی جھولی میں ڈال دیئے۔

صبح ہوئی تو لوگ اس عازمِ حج کو الوداع کہنے کے لیے اس کے دروازے کے پاس جمع ہو گئے ــــــ مکان کے باہر اہلِ محبت کا عظیم اجتماع ہو گیا ــــــ اس انتظار میں کہ دیارِ حبیب کا مسافر جب قافلے میں شمولیت کے لیے نکلے، تو اس کو مبارکباد دی جائے۔ اسے اپنا اپنا پیام و سلام پیش کیا جائے، دُعاؤں کی درخواستیں پیش کی جائیں۔ لوگ انتظار میں تھے، مگر اُس کا دروازہ بند تھا ــــــ جونہی دروازہ کھُلا تو معانقہ اور مصافحہ کے لیے آگے بڑھنے والوں کا تانتا بندھ گیا ــــــ اُس عازمِ حج نے اپنی زبان کو جنبش دے کر کچھ کہنے کی بڑی کوشش کی، مگر بار آور ثابت نہ ہو سکی ــــــ تاہم اُس نے جذبات و احساسات پر بڑے حوصلے سے قابو پایا اور بھرّائی ہوئی آواز میں کہا ــــــ وہ حج کے لیے نہیں جا رہا ــــــ اُس کا یہ کہنا تھا کہ پورا اجتماع جو اسے الوداع کہنے کے لیے آیا تھا، اُس پر سکتے کا عالم طاری ہو گیا۔ سب کی خوشیوں پر پانی پھر گیا ــــــ کسی نے اُس کو بُرا بھلا کہا کہ یہ ہے ہی ایسا، اس میں خرچ کرنے کا پہلے ہی حوصلہ نہیں تھا ــــــ یہ صرف نماز ہی پڑھ سکتا ہے جو مفت پڑھی جا سکتی ہے ــــــ بہر حال جو کسی کے ذہن میں آیا کہہ کر چلا گیا اور وہ قافلہ جو حج کے لئے روانہ ہونا تھا، رخصت ہو گیا۔

بیت اللہ شریف میں لوگوں کا عظیم اجتماع ہوا۔ چار سُو سے آنے والے حجاج کی لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ کی آواز نے عجیب سماں باندھا ــــــ منیٰ و عرفات اور مزدلفہ میں حجاج کرام نے خوُب عبادتیں کیں اور حج کے ایام بہت خوب گزرے۔

عجب خواب

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ بھی اس سال حج کی سعادت حاصل کرنے کے لئے مکہ معظمہ زاداللہ شرفہا پہنچے ہوئے تھے۔ حرم شریف میں بیٹھے بیٹھے اُونگھ آ گئی، تو خواب میں کیا دیکھا کہ دو فرشتے آسمان سے نازل ہوئے اور ایک دوسرے سے گفتگو کرنے لگے۔ ایک نے کہا کہ اس سال کتنے لوگوں نے حج کی سعادت حاصل کی ہے ــــــ دوسرے نے کہا چھ لاکھ۔ پھر اُس نے پوچھا کہ اس سال کتنے لوگوں کا حج قبول ہوا؟ تو فرشتے نے کہا، کسی ایک کا بھی قبول نہیں ہوا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے سُنا تو ایک اضطراب کی سی کیفیت طاری ہو گئی اور خیال آیا لوگ دور دراز کی مسافت طے کر کے طرح طرح کی مشقتیں برداشت کر کے یہاں پہنچے ہیں، لیکن کسی ایک کا بھی قبول نہیں ہوا۔ ابھی یہ خیال آیا ہی تھا کہ دوسرے فرشتے نے کہا دمشق میں

ایک جوتے مرمت کرنے والا رہتا ہے جس کا نام علی بن الموفق ہے، وہ حج پر نہیں آیا مگر اُس کو حج قبول کا ثواب دیا گیا ہے اور اُس کی طفیل چھ لاکھ حاجیوں کا حج قبول کر لیا گیا ہے۔ اس خواب سے جب آپ بیدار ہوئے تو شوق ہوا کہ اُس شخص کی زیارت کی جائے جس کے طفیل چھ لاکھ مسلمانوں کے حج کو شرفِ قبولیت حاصل ہوا ہے — چنانچہ آپ دمشق گئے اور پتہ پوچھ کر علی بن الموفق کے گھر پہنچے اور اُن کی زیارت کی اور اپنا خواب سنا کر پوچھا تم نے کون سا نیک عمل کیا، جس کے طفیل اللہ تعالیٰ نے تمہیں اتنی عزت بخشی — یہ سوال سُن کر اُس مردِ خدا کی چیخ نکل گئی اور بے ہوش ہو گیا —— جب ہوش آیا تو کہنے لگا۔ حضورِ والا! مجھے عرصہ تیس سال سے زیارتِ حرمین شریفین کی آرزو تھی اور میں جوتے مرمت کر کر کے حلال روزی میں سے بچا کر تین سو درہم جمع کیے تھے اور جب میں نے حج کی تیاری کی۔ صبح قافلہ کے ساتھ حج کو جاتا تھا —— تو اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ میرے ہمسائیگی میں رہنے والے ایک پڑوسی اور اُس کے بچے مسلسل کئی روز سے فاقہ کش ہیں۔ چنانچہ میں نے اپنی حج کی ساری رقم انہیں دے دی۔ (تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۱۵۷)

سامعینِ محترم! راہِ خدا میں جتنا خلوصِ نیت سے خرچ کیا جائے مالک اتنا ہی زیادہ اجر و ثواب عطا فرماتا ہے، جتنی اپنی پونجی خرچ کی جائے گی۔ اتنا پُر عظمت انعام و اکرام سے نوازا جاتا ہے —— خداوندِ عالم کا ارشادِ مقدس ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ (پ ۴ - ع ۱)

تم ہرگز بھلائی کو حاصل نہ کر سکو گے جب تک اپنی محبوب چیز اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو گے۔

آؤ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی محبوب چیزوں کو خرچ کریں —— اور اُس کی اور اُس کے محبوبِ مکرم رسولِ محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا اور خوشنودی حاصل کریں، اور زکوٰۃ و خیرات کی ادائیگی کر کے خود کو دوزخ کے عذاب سے بچائیں۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ

اعمالِ صالحہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۝ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝ صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلٰنَا الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ الْاَمِيْنُ ۝

دل میرا دُنیا پہ شیدا ہو گیا — اے میرے اللہ یہ کیا ہو گیا
کچھ میرے بچنے کی صُورت کیجیے — اب تو جو ہونا تھا مولیٰ ہو گیا
رَبِّ سَلِّم وہ اِدھر کہنے لگے — اُس طرف پار اپنا بیڑا ہو گیا
دُور ہو مجھ سے جو اُن سے دُور ہے — اُس پہ میں صدقے جو اُن کا ہو گیا
اُن کے جلووں میں ہیں یہ دلچسپیاں — جو وہاں پہنچا، وہیں کا ہو گیا
تیرے ٹکڑوں سے پلے دونوں جہاں — سب کا اس در سے گزارا ہو گیا
اُن کے صدقے میں عذابوں سے چھُٹا — کام اپنا، نام اُن کا ہو گیا
سر وہی جو اُن کے قدموں سے لگا — دل وہی جو اُن پہ شیدا ہو گیا
حُسنِ یوسف پہ زلیخا مٹ گئیں — آپ پر اللہ پیارا ہو گیا
جا پڑا جو دشتِ طیبہ میں حسن — گلشنِ جنت گھر اُس کا ہو گیا

Scanned with CamScanner

قابلِ صد احترام بزرگو، دوستو! آج میں نے آپ حضرات کے سامنے قرآن مجید فرقانِ حمید میں سے تیسویں پارہ کی ایک سورۃ مقدس کی تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیا ہے آج کے اس پاکیزہ اجتماع میں اس کا لفظی ترجمہ اور تفسیر پیش کی جائے گی۔ اللہ تبارکُ تعالیٰ کی بارگاہِ عالیہ میں دُعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن پڑھنے، اُس کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ اللہ تبارکُ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۵ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝ (پ ۳۰ — ع ۲۸)

قسم ہے زمانے کی، بے شک انسان خسارے میں ہے، مگر جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔

سامعین محترم! یہ سورۃ الفاظ کے لحاظ سے چھوٹی ہے، مگر معانی و مطالب و مفہوم اور فوائد کے لحاظ سے ایک بحرِ بیکراں ہے — ایک مومن مسلمان اگر اس ایک سورت پر ہی عمل پیرا ہو جائے، تو اُس کی ساری زندگی کے لیے کافی ہے۔

قسم

اللہ تبارکُ تعالیٰ نے اس سورۃ کی ابتدا میں قسم ارشاد فرمائی ہے؛ وَالْعَصْرِ — قسم ہے زمانے کی — آپ جانتے ہیں اگر ہمیں اپنی کسی بات کا کسی شخص کو یقین دلانا مقصود ہو تو ہم اس بات کے بیان کے ساتھ قسم اٹھاتے ہیں — کہتے ہیں — میں اللہ کی قسم اٹھاتا ہوں — میں قرآن کی قسم اٹھاتا ہوں۔

حضراتِ محترم! قسم اٹھانے والے شخص کو بڑی احتیاط کرنی چاہیے۔ ایک مسلمان اور سچے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی اور غلام ہونے کی وجہ سے جھوٹی قسم سے بچنا چاہیے۔ جھوٹی قسم کھانا اللہ کے غضب کو دعوت دیتی ہے — اس لیے بات بات پر اللہ کی

قسم نہ اٹھائی چاہیے — اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے،

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَیْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَیْنَ النَّاسِ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (پ ۲ - ع ۱۲)

اور اللہ کو اپنی قسموں کو نشانہ نہ بناؤ کہ احسان اور پرہیزگاری اور لوگوں میں صلح کرنے کی قسم کر لو اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

اے ایمان والو! تم اللہ کے نام کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ جیسے کسی چیز کو نشانہ بنا کر مشق کے لیے اس پر بار بار تیر لگاتے ہو، ایسے ہی رب کی قسمیں بار بار نہ کھاؤ۔ یہ حکم اس لیے دیا جا رہا ہے تاکہ تم بھلائی کرو اور پرہیزگار بن جاؤ، لوگوں میں صلح کراؤ۔ ہمیشہ سوچ بچار سے کام لو۔ اللہ تعالیٰ علیمٌ بذات الصدور ہے اور وہ تمہاری ہر بات سُنتا ہے اور تمہارے ہر کام اور ہر فعل سے خبردار ہے۔

فریب کاری

بعض دکانداروں کی عادت ہوتی ہے کہ سودا بیچتے وقت درود شریف پڑھتے ہیں تاکہ گاہک کو پتہ چل جائے کہ صاحب بہت دیانت دار ہیں — تو فقہاء کرام نے سودا بیچتے وقت درود شریف پڑھنے اور قسم کھانے سے منع فرمایا ہے۔

کچھ دکانداروں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ سودا بیچتے ہوئے گاہک کو خوش کرنے کے لیے کہہ دیتے ہیں کہ خدا کی قسم! میں نے تم سے ایک پیسہ بھی نہیں کمایا — حالانکہ انہوں نے گاہک سے نفع حاصل کیا ہوتا ہے — اگر کوئی اُن سے پوچھے صاحب! آپ کیوں جھوٹی قسم کھا رہے ہیں — تو بڑی سادگی سے جواب دیتے ہیں، میں نے خریدار سے یہی کہا ہے کہ خدا کی قسم، میں نے تم سے ایک پیسہ بھی نفع نہیں لیا، تو یہ قسم جھوٹی کیسے ہو سکتی ہے؟ میں نے تو اس سے پچاس روپے نفع لیا ہے — ایک پیسہ تو نہیں لیا — اللہ تعالیٰ ایسی فریب کاریوں سے ہر مسلمان کو محفوظ فرمائے۔

اسی طرح ایک اور دکاندار تھا جو اپنے خریداروں سے کہتا مجھے گلمے کی قسم ـــــ لیکن کہتا اس انداز سے کہ گاہک کو کلمے کی قسم سُنائی دے ـــــ تو جب کوئی دوست اسے منع کرتا ـــــ بھائی دکانداری میں قسمیں نہ کھایا کرو، اس سے برکت جاتی رہتی ہے۔ تو اُس نے کہا، میں کب قسم اُٹھاتا ہوں، میں کلمے کی نہیں، گلمے کی قسم اُٹھاتا ہوں ـ حقیقت یہ ہے کہ اس طرح سے بندہ کسی کو دھوکا نہیں دیتا، بلکہ خود دھوکے میں پڑ رہا ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک کو ناراض کر کے اپنے رزق اور کاروبار میں بے برکتی کا سامان کر رہا ہے۔

جاہل

ایک گاؤں میں کسی شخص کی چوری ہو گئی ۔ اسی گاؤں کا ایک آدمی چور تھا ـــ جو کہ چوری کی وارداتوں میں مشہور ہو گیا تھا ۔ لوگوں کو اُس چوری پر بھی اسی پر شک گزرا تو پنچائت میں اُس کو بلایا گیا اور اس سے پُوچھ گچھ کی گئی تو اُس نے کہا نہ میں چور ہوں ـــــ اور نہ ہی مجھے چوری کا علم ہے ـــ پنچائت نے کہا اگر تو اس بات میں سچا ہے تو اس بات کی قسم دے گا ـــــ جب پانچ دس اشخاص نے اسے قرآن اُٹھانے کو کہا تو وہ چور دل ہی میں پریشان ہوا کہ نہ جانے قرآن کتنا وزنی ہوگا جو یہ میرے سر پر رکھنا چاہتے ہیں ـــــ اس لیے کہ اس بدبخت نے نہ قرآن کبھی دیکھا نہ پڑھا ۔ چور نے کہا ـــ جناب میں قرآن نہیں اٹھا سکتا ۔ تو پنچائت نے کہا: اس کا مطلب ہے پھر تم چور ہو ـــــ چور نے ایک لمحہ توقف کر کے کچھ ہمت کی اور کہنے لگا کہ اگر تم مجھ سے قرآن اٹھوانا ہی چاہتے ہو ـــ تو وہ قرآن مجھے دکھا دو جو تم میرے سر پر رکھنا چاہتے ہو ـــــ چنانچہ جب اُسے قرآن دکھا دیا تو کہنے لگا کہ تم مجھ کو یوں ہی ڈرا رہے تھے ۔ لاؤ بے شک میرے سر پر ایسے چالیس قرآن رکھ دو، میں اُٹھا لوں گا ـــــ یہی حال جہلاء کا ہے، ذرا ذرا سی معمولی بات پر قرآن اُٹھا لیتے ہیں، قرآن کوئی معمولی کتاب نہیں ـــ یہ خالقِ ارض و سماوات کا مقدّس کلام ہے یہ کتابِ ہدیٰ ہے ـــــ دونوں جہان کی بادشاہ ہے ۔

جہیز کی تیّاری

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک ضعیف العمر شخص حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ حضرت! میں ایک بے اولاد شخص تھا ۔ ساری جوانی گزر گئی اور اولاد سے محروم رہا ـــــ پھر بڑھاپے میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھ پر اپنا خاص فضل فرمایا اور مجھے ایک بچّی عطا فرما دی ـ میں نے خوشی میں منّت مانی کہ اللہ اِسے زندگی دے تو میں اس کے جہیز میں دُنیا کی ہر چیز دوں گا ـــــ اب وہ میری بچی جوان ہو گئی ہے اور میں نے اس کی شادی کی تاریخ بھی طے کر لی ہے ـ میں بوڑھا ہوں اور غریب بھی ـــــ میرے پاس اتنا مال نہیں کہ میں اپنی بچی کے جہیز میں ہر چیز دے سکوں ـــ اب آپ ارشاد فرمائیں کہ میری منّت کا کیا حکم ہے ـــ ؟

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے سائل کا سوال سُن کر فرمایا: کیا تمہارے گھر میں قرآن ہے ـــ ؟ غریب سائل نے کہا ـــ ہاں ـــــ پھر اس طرح کرو کہ تم اپنی بچی کو جہیز میں قرآن کریم دے دو، تمہاری منّت پوری ہو جائے گی ۔

سامعینِ محترم! قرآنِ کریم صاحبِ عظمت کتابُ اللہ تعالیٰ کا نام بڑی شان والا ہے ۔ اس کی قسم اُٹھاتے وقت پوری پوری احتیاط کرنی چاہیے ۔ جھوٹ بولنا بدترین جرم ہے ـــــ اللہ ربّ العزّت کا ارشاد ہے:

لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ٥ (پ۳ ـ ع ۱۴)	جھوٹ بولنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے ۔

وَالعصر

حضراتِ محترم! ہم نے اپنی بات کی پختگی اور سچائی کا یقین دلانا ہو تو ہم اللہ کی قسم کھاتے ہیں، قرآن کریم کی قسم کھاتے ہیں، لیکن وہ عظیم ذات، جس کی شان، قرآن نے یوں بیان فرمائی ہے:

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ٥ (پ ۵ ـ ع ۱۵)	اور اللہ سے زیادہ سچی بات کس کی ہے ۔

تو اتنی بڑی سچی ذات کی قسم ارشاد فرما کر کوئی بات کہے تو وہ بات کتنی شان والی ہوگی؟ اُس کی عظمت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝

سامعین محترم! وَالْعَصْرِ کے متعلق مفسرین کرام کے کئی اقوال ہیں کہ عصر سے کیا مراد ہے ـــــ کچھ مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے مراد نماز عصر کا وقت ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے عصر کے وقت کی قسم ارشاد فرمائی ہے ـــــ اس لیے کہ اس وقت ملائکہ کرام کی ڈیوٹی تبدیل ہوتی ہے ـــــ صبح سے آئے ہوئے فرشتے چلے جاتے ہیں، اور رات کے فرشتے آجاتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے جب انسان کا رشتۂ حیات منقطع ہوتا ہے اور اس دُنیا سے جب بندہ کوچ کرتا ہے اور اُس کی زندگی کا سورج غروب ہوتا ہے ـــــ اُس کی رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کرتی ہے ـــــ جب انسان کی موت کا وقت ہوتا ہے، تو خواہ دن ہو یا رات، مرنے والے کو یُوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے عصر کی نماز کا وقت ہے ـــــ سورج غروب ہونے والا ہے ـــــ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس وقت عصر کی قسم ارشاد فرمائی:

وَالْعَصْرِ ـــــ مجھے عصر کے وقت کی قسم۔

بعض مفسرین نے اس سے مراد لیا ہے کہ اے بندے! مجھے زمانے کی قسم ـــــ جس میں انسان کی زندگی کے شب و روز گزر رہے ہیں ـــــ کوئی آرہا ہے ـــــ کوئی جارہا ہے ـــــ کسی کو شاہی عطا کی جارہی ہے ـــــ کوئی معزول ہو رہا ہے ـــــ وَالْعَصْرِ، مجھے زمانے کی قسم ـــــ کچھ نے اس سے مراد وہ وقت لیا ہے، جس وقت گنہگار، اپنے رب سے استغفار کرتے ہیں ـــــ یا ـــــ ابرار، نیکوکار، اُس سے بخشش طلب کرتے ہیں ـــــ سرکار اعلیٰ حضرت عظیم البرکت

الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ترجمہ یوُں فرمایا:

وَالْعَصْرِ ـــــ اور زمانہ محبوب کی قسم

اے محبوب! تیرے مقدس دَور کی قسم ـــــ جس میں گلشنِ اسلام کو بہار ملی ـــــ مخلوقِ خدا کو اپنے خالق و مالک کی معرفت و محبت نصیب ہوئی ـــــ اعرابی تیرے دیدار کی برکت سے صحابی بن گئے ـــــ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو شان والا ـــــ اور تیرا زمانہ بھی شان والا ہے ـــــ مجھے ـــــ تیرے شان والے زمانے کی قسم ـــــ

قرنی

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ـــــ سب زمانوں سے اچھا زمانہ، میرا زمانہ ہے۔

قرنی کے چار حرف ہیں ـــــ حضور تاجدارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چار یار ہیں ـــــ قرنی میں بھی چار حرف ہیں ـــــ ق ـــــ ر ـــــ ن ـــــ ی ـــــ

خلیفۂ اوّل سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نام کا آخری حرف ـــــ قاف۔

دوسرے خلیفہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے نام کا آخری حرف ـــــ را ـــــ

تیسرے خلیفہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے نام کا آخری حرف ـــــ نون ـــــ

چوتھے خلیفہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نام کا آخری حرف ـــــ ی ـــــ

اس میں اشارہ ہے کہ اے جہان والو! سب سے اچھا زمانہ میرا ہے ـــــ میرے صدیق و عمر کا ہے ـــــ عثمان و علی کا ہے ـــــ

محمد ماہ گردد چار اختر ابوبکر و عمر، عثمان و حیدر

سامعینِ محترم! اگر ہم نے اپنی بات میں پختگی کرنا ہو تو ہم اللہ تعالیٰ کی قسم، اُٹھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قسم ارشاد فرماتا ہے اس مقام پر امامِ اہلِ سنت، مجدد دین ملت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ عرض کرتے ہیں: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلامِ مجید نے کھائی شہا، تیرے شہر و کلام و بقا کی قسم

ایک اور پنجابی شاعر یوں عرض کرتا ہے ؎

رب آکھیا سوہنیا محبوبا تیرے سو سو ناز اُٹھاناں ہاں
لوکی میریاں قسماں کھاندے نے تے میں تیریاں قسماں چاہناں ہاں

قرآن کریم میں اللہ ربّ العزّت کا ارشادِ مقدس ہے :

وَالضُّحٰى وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى - (پ ۳۰ - ع)

اے محبوب! تیرے رُخِ انور کی قسم، تیری عنبریں زلفوں کی قسم

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ (پ ۱۴ ع ۵)

اے محبوب! مجھے تیری جان کی قسم، یہ کافر اپنے نشے میں اندھے ہو رہے ہیں۔

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ (پ ۳۰ ع ۱۵)

مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب صلی اللہ علیک وسلم، اس شہر میں تم تشریف فرما ہو۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ ( )

اے محبوب! مجھے تیرے رب کی قسم، وہ ہرگز ایمان والے نہ ہوں گے، جب تک تجھے اپنا حاکم نہ بنائیں۔

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝ (پ ۳۰ - ع ۲۸)

اے محبوب! مجھے تیرے زمانے کی قسم! بے شک انسان خسارے میں ہے۔

لوکی میریاں قسماں کھاندے نے، میں تیریاں قسماں چاہناں ہاں

خسارہ

سامعینِ محترم! اللہ تبارک و تعالیٰ نے زمانۂ محبوبِ مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی قسم ارشاد فرما کر اعلان کیا ہے کہ انسان خسارے میں ہے ــــ نقصان میں ہے ــــ گھاٹے میں ہے ــــ اس لیے کہ

اس کا اصل سرمایۂ حیات گناہوں کی وجہ سے برباد ہو رہا ہے ــــ یہ دنیا کی محبت مال و دولت کی محبت میں گم ہے اور آخرت کمانے کی بجائے کھیل کود، لہو و لعب میں مشغول ہو کر اپنی زندگی تباہ کر رہا ہے ــــ انسان ایک تاجر ہے ــــ زندگی دکان ہے ــــ عمل سودا ہے ــــ اگر یہ اچھا سودا، یعنی نیک عمل کمائے گا، تو اس کا خریدار رحمان ہوگا ــــ اور اگر سودا اچھا نہیں تو اس کا خریدار شیطان ہوگا ــــ رحمان کی بارگاہ سے جنت ملے گی اور شیطان اسے جہنم میں پہنچا دے گا ــــ مومن کو چاہیے کہ دنیا دنی زندگی سے دھوکا نہ کھائے۔

زندگی بڑھ رہی ہے؟

انسان سمجھتا ہے کہ اس کی زندگی بڑھ رہی ہے ــــ کہتا ہے کہ بچہ بارہ برس کا ہو گیا ــــ جوان پچیس سال کا ہو گیا ــــ لیکن غور تو کرو کہ ہماری عمر بڑھ رہی ہے یا کم ہو رہی ہے ــــ حقیقت یہ ہے کہ جو بارہ سال کا ہوا ــــ اس کی زندگی کے بارہ ۱۲ سال ختم ہو گئے ــــ جو پچیس ۲۵ سال کا ہوا، اُس کی زندگی کے پچیس ۲۵ سال کم ہو گئے ــــ جو پچاس ۵۰ سال کا ہوا، اُس کی زندگی کے پچاس ۵۰ سال گزر گئے۔ انسان کی زندگی بڑھ نہیں رہی، بلکہ کم ہو رہی ہے۔

حضرت بابا فرید الدین گنجِ شکر رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر کیا خوب کہا ہے ؎

اُٹھ جاگ فریدا سُتیا، تیری داڑھی آیا بھور
تیرا اگا نیڑے آ گیا، تیرا پچھا رہ گیا دُور

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قسم ارشاد فرما کر اعلان فرمایا کہ انسان خسارے میں ہے ــــ تو آؤ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں : اے خلّاقِ دو جہاں، اے وارثِ انس و جاں، اے ہمارے پروردگار! کیا تیری مخلوق میں ایسے بھی لوگ ہیں جو خسارے سے بچ گئے ــــ اور نفع حاصل کر گئے ــــ تو اللہ ربّ العزّت نے فرمایا ــــ ہاں میری مخلوق میں

وہ لوگ خسارے اور نقصان سے محفوظ ہیں۔

إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (پ۳۰ - ع۲۸)

مگر وہ جو ایمان لائے اور جنہوں نے عمل نیک کیے، جنہوں نے ایک دوسرے کو حق کی تلقین کی، ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔

مراتب

سبحان اللہ! قربان جاؤں اہلِ ایمان پر جنہوں نے نیک اعمال اختیار فرما کر دُنیا اور آخرت کا نفع حاصل کر لیا اور قرآن پاک نے متعدد مقامات پر اُن کے اجر و ثواب، مرتبہ و مقام کا بیان فرمایا۔ ارشادِ خداوندی ہوتا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ (پ ۶ ع ۶)

اللہ نے وعدہ کیا اُن سے جو ایمان لائے اور عمل نیک کیے کہ اُن کے لیے مغفرت، اور اجرِ عظیم ہے۔

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدُهُمْ مِنْ فَضْلِهِ (پ۶-ع۴)

پس وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے انہیں اس کا بھرپور اجر ملے گا۔ اللہ اپنے فضل سے انہیں اور زیادہ دے گا۔

فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ (پ۱۷-ع۱۴)

پس جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اُن کے لیے مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ (پ ۱۱ - ع ۶)

بے شک جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے، ان کا رب ان کے ایمان کی وجہ سے انہیں ہدایت دے گا۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوبَىٰ لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ (پ۱۳-ع۱۰)

اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے، اُن کے لیے خوشی اور اچھا انجام ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ (پ۳۰ - ع ۲۳)

بے شک جو ایمان لاتے اور عمل نیک کیے۔ وہی تمام مخلوق میں بہتر ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (پ۱ - ع)

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے۔ یہ لوگ جنت والے ہیں، اور ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

سامعینِ محترم! اِن آیاتِ بیّنات میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے دولتِ ایمان حاصل کرنے کے بعد نیک عمل کرنے والوں کی عظمت و شان بیان فرمائی کہ ان خوش بخت لوگوں کی مغفرت اور اجرِ عظیم اور عزت کی روزی اللہ کریم نے اپنے ذمۂ کرم پر لے لی ہے، اور اُن کے نیک عمل کا بھرپور صلہ، اُن کو بارگاہِ خداوندی سے عطا کیا جائے گا — انہیں ایمان کی پختگی اور ہدایت نصیب ہوگی اور اُن کے لیے دُنیا و آخرت میں خوشی اور اچھے انجام کی نوید ہے اور انہیں اللہ کی مخلوق میں بہتر قرار دیا گیا ہے۔ انہیں جنت کا اعلیٰ مقام دیا جائے گا، جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ انہیں ان کے اعمالِ صالحہ کا بھرپور انعام دیا جائے گا — اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا (پ۱۵- ع۱۶)

ہم اُن کے اجر کو ضائع نہیں کرتے جس کے کام اچھے ہوں۔

بلکہ نیک عمل کرنے والے کو اُس کے عمل سے بہتر جزا عطا کی جاتی ہے۔ قرآن حکیم میں ارشادِ خداوندی ہے:

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا (پ۸ ع۷)

جو ایک نیکی کرے، اُس کے لیے اُس جیسی دس ہیں۔

Scanned with CamScanner

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا۔ (پ ۲۵-ع ۱۲)

جو نیکی کرے، اُس کے لیے اس سے بہتر ہے۔

ایمان و عمل

ہمارا اللہ کریم ہے، رحمٰن ہے، رحیم ہے، وہ اپنے بندوں پر اپنی نوازشات اور عنایات فرماتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے نیک عمل کے بدلے میں بے پناہ رحمتوں سے نوازتا ہے۔

حضراتِ محترم! جو آیات بیّنات میں نے تلاوت کی ہیں، اُن میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایمان کے بعد عملِ صالحہ کا ذکر فرمایا ہے۔ یعنی ایمان کے بعد عمل کیے بغیر بندہ منزلِ مقصود پر نہیں پہنچ سکتا ـــــ گویا کہ دین کی بنیاد ایمان ہے ـــــ اور اعمالِ صالحہ اُس کی عمارت ـــــ تو بغیر مضبوط بنیادوں کے عمارت کا استحکام نہیں ہو سکتا ـــــ ایمان نور ہے ـــــ عمل راستہ ہے ـــــ نُور کی روشنی حاصل کرنے کے بعد راستہ پر چلنا ہوگا، وگرنہ منزل نہ ملے گی۔

صوفیائے کرام فرماتے ہیں ـــــ ایمان بیج ہے ـــــ اور نیک عمل، پانی ہے ـــــ ایمان کو اعمالِ صالحہ سے سیراب کیا جائے ـــــ تو پھر دین کی کھیتی آباد ہو سکتی ہے ـــــ تب ہی اس سے پھَل پھُول حاصل کیے جا سکتے ہیں ـــــ عملِ صالحہ سے توکّل و یقین ـــــ زہد و تقویٰ ـــــ صدق و صفا ـــــ محبت و حیا ـــــ ہدایت و قناعت ـــــ ذوق و شوق ـــــ رغبت و خوف ـــــ نورانیتِ قلب ـــــ علم و حلم ـــــ عزّت و شرف ـــــ معرفتِ خداوندی کا حصول ہوتا ہے۔

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم نے کلمہ پڑھ لیا ہے ـــــ اور اب ہمیں نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ اور عملِ صالحہ کی کوئی ضرورت نہیں ـــــ کلمہ کی برکت سے ہماری بخشش ہو چکی ہے، ہمیں جنّت کی ٹکٹ مل چکی ہے۔

اور کچھ لوگ کہتے ہیں عمل کرو، اس سے ہی نجات ہو گی۔ اس سے ہی بیڑا پار ہوگا ـــــ صرف نیک عمل سے ہی جنّت میں جانا ممکن ہے۔

تو یاد رکھو کہ عملِ صالحہ کے بغیر منزلِ مقصود نہیں ملتی ـــــ اور صرف عمل پر ہی بھروسہ کر کے بندہ کامیاب نہیں ہو سکتا ـــــ بلکہ عملِ نیک بھی کرے اور اپنے خالق و مالک کے فضل اور حضور رحمۃ للعالمین صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی رحمت کا امیدوار رہے ـــــ بغیر کرمِ خداوندی کے عمل بھی فائدہ نہیں دے سکتا۔

عارف کھڑی شریف حضرت میاں محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے ؎

جے میں ویکھاں عملاں وَلّے کجھ نہیں میرے پَلّے
جے میں ویکھاں رحمت ولّے بَلّے بَلّے بَلّے
عدل کریں تے تھر تھر کنبن اُچّیاں شاناں والے
فضل کریں تے بخشے جاون اَیڈ گناہاں والے

میزان

ایمان کے ساتھ عملِ صالحہ ضروری ہے اور اس کی قدر و منزلت کا علم میزانِ عمل پر پہنچ کر ہوگا ـــــ اللہ ربّ العزّت کا ارشادِ گرامی ہے

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ۨالْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ۝ (پ ۸-ع ۸)

اُس دن اعمال کا وزن ہونا برحق ہے، پس جن کے بھاری ہوئے ترازو تو وہی لوگ کامیاب ہوئے اور جن کے ہلکے ہوئے ترازو، تو یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو نقصان پہنچایا بوجہ ہماری آیتوں کو نقصان پہنچانے کے

روزِ محشر جب میزانِ عدل قائم ہوگا اور اعمال کا وزن کیا جائے گا، تو وہی لوگ کامیاب و کامران ہوں گے، جن کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا اور جن کی بُرائیوں والا پلڑا بھاری ہوگیا تو وہی لوگ خسارے اور نقصان والے ہوں گے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشادِ مبارک ہے:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ (پ ۳۰ ع ۲۴)

جو ایک ذرّہ برابر بھلائی کرے گا، اُسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ برابر بُرائی کرے گا، اُسے دیکھے گا۔

نیکی بھی ایک بیج ہے ـــــ اور برائی بھی ایک بیج ہے ـــــ جو نیکی کرے گا، وہ اُس کا اچھا پھل پائے گا اور جو بُرائی کرے گا، اُس کو بُرا انجام دیکھنا پڑے گا۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

عمل سے زندگی بنتی ہے، جنّت بھی جہنّم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

نیکی کرنے والا اپنا ہی فائدہ کرتا ہے اور بُرائی کا ارتکاب کرنے والا اپنا ہی نامۂ اعمال سیاہ کرتا ہے

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا (پ ۱۵ ع ۱)

اگر تم بھلائی کروگے تو اپنا ہی بھلا کروگے اور اگر بُرا کروگے تو اپنا ہی بُرا کروگے۔

اللہ ربّ العزت نے بار بار انسان کو خبردار کیا کہ اے اللہ کے نیک بندے! نیک عمل اختیار کر ـــــ وہ دن قریب ہے، جب تجھے اپنے مالک کی بارگاہ میں پیش ہوکر اپنے کیے ہوئے عملوں کا جواب دینا ہوگا۔

قرآنِ حکیم میں ارشادِ خداوندی ہوتا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِي وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْئًا ۭ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۔ (پ ۲۱ ع ۱۳)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اُس دن سے خوف کرو، جس دن کوئی باپ اپنے بچے کے کام نہ آئے گا اور نہ بچہ اپنے باپ کو نفع دے گا۔ بیشک اللہ کا وعدہ سچّا ہے، تو تمہیں دُنیا کی زندگی دھوکا میں نہ ڈال دے۔

آج انسان دنیا کے کاروبار میں مشغول ہوکر آخرت کو بھول چکا ہے اور نیک اعمال کے لیے اُس کے پاس کوئی وقت نہیں۔ روزِ محشر پتہ چلے گا کہ نیکی کی قدر کیا ہے؟

ایک نیکی

روایت ہے کہ بروزِ محشر ایک شخص کے اعمال کا وزن کیا جائے گا، تو اُس کے نامۂ اعمال میں ایک نیکی کی کمی ہوگی۔

اگر اُس کے پاس مزید ایک نیکی ہو تو وہ جنّت میں داخل ہونے کا حقدار ہوگا ـــــ وہ شخص اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرے گا: اے اللہ! مجھے اجازت عطا فرما تاکہ میں کسی سے ایک نیکی مانگ کر لے آؤں اور جنّت میں پہنچ سکوں۔

چنانچہ اُسے اجازت مِل جائے گی، وہ اپنے باپ کے پاس جائے گا اور کہے گا:

اے میرے والدِ محترم! میں تیرا بیٹا ہوں، دُنیا میں تو مجھ سے بڑی شفقت کرتا تھا تو میرے آرام کی خاطر ہر تکلیف برداشت کرتا تھا۔ دنیا میں اگر کوئی میری طرف بُری نگاہ سے دیکھتا تھا، تو تُو اُس کی آنکھ پھوڑنے کو تیار ہوجاتا تھا۔ اگر کوئی میری طرف بُرے ارادہ سے انگلی کرتا تھا، تو تُو اُس کی انگلی کاٹنے کو تیار ہوجاتا تھا۔ آج تیرا بیٹا بڑی مشکل میں مبتلا ہے۔ میرے نامۂ اعمال میں صرف ایک نیکی کی کمی ہے ـــــ اگر تو مجھے اپنے نیک اعمال میں سے صرف ایک نیکی دے دے تو تیرا بیٹا دوزخ سے آزاد ہوکر جنّت میں پہنچ سکتا ہے ـــــ بیٹے کا سوال سننے کے بعد باپ کہے گا:

"میں نیکی نہیں دے سکتا، اس لیے کہ مَیں تجھ سے بھی زیادہ محتاج ہوں"
وہ شخص باپ سے مایوس ہو کر اپنی ماں کو تلاش کر کے اُس کے پاس پہنچے گا — اور کہے گا: اے مادرِ مہربان! میں تیرا بیٹا ہوں۔ دنیا میں تو نے مجھ سے محبت و شفقت سے میری پرورش کی۔ اگر میں روتا تھا، تو تیری آنکھوں سے نیند اُڑ جاتی تھی — میرے آرام کی خاطر ساری ساری رات بیداری میں گزار دیتی تھی — تو میرے سُکھ کو اپنا سُکھ اور میرے دُکھ کو اپنا دُکھ سمجھتی تھی — آج تیرا پیارا لاڈلا بیٹا، مشکل میں مبتلا ہے۔ اگر تو مجھے نیکیوں میں سے ایک نیکی دے دے تو میں جہنم سے آزاد ہو کر جنت میں پہنچ سکتا ہوں — تو دُنیا میں صدقے واری جانے والی ماں بیٹے سے کہے گی:
"میں تجھے ایک نیکی نہیں دے سکتی، اس لیے کہ میں تجھ سے زیادہ محتاج ہوں"
قرآنِ حکیم نے میدانِ محشر کے اس نفسی نفسی کے عالم کو اس طرح بیان کیا ہے:

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ	اس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی
وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَ	سے اور ماں اور باپ اور بیوی اور
بَنِيْهِ۔ (پ ۳۰ - ع ۵)	بیٹوں سے۔

غرضیکہ وہ ایک نیکی کا متلاشی اپنے والدین سے مایوس ہو کر اپنے بھائیوں، عزیزوں اور دوستوں کے پاس جائے گا اور ہر جگہ سے مایوسی ہو گی — اور پھر میدانِ محشر میں پریشانی کے عالم میں گھوم رہا ہو گا — تو اُس کی ملاقات ایک ایسے شخص سے ہو جائے گی جو اُس کی طرح پریشان ہو گا — جب دونوں کی ملاقات ہو گی، تو ایک دوسرے سے پریشانی کا سبب پوچھیں گے — ایک نیکی کا متلاشی اپنا حال بیان کرے گا کہ میرے اعمال کا وزن ہو چکا ہے — اور اگر میرے پاس ایک اور نیکی ہوتی، تو میں اللہ تعالیٰ کے غضب سے نجات پا سکتا تھا — میں صرف ایک نیکی کو لینے کے لیے اپنے ماں باپ، بھائی، عزیز رشتہ داروں کے پاس گیا ہوں، مگر

مجھے کوئی بھی ایک نیکی دینے کے لیے تیار نہیں ہوا — وہ شخص اس کی بات سن کر کہے گا — کہ تُو تو اس لیے پریشان ہے کہ تیرے نامۂ اعمال میں ایک نیکی کی کمی ہے — اور میں وہ بدنصیب ہوں کہ جس کے نامۂ اعمال میں ایک ہی نیکی ہے۔ تو ایسا کر کہ میری ایک نیکی تُو لے لے — اور جنت میں چلا جا — چنانچہ وہ ایک نیکی لے کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو جائے گا اور عرض کرے گا مولا کریم میں نیکی لے آیا ہوں — اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائے گا کہاں سے لایا ہے؟ عرض کرے گا مولا! میدانِ محشر میں میرے جیسا ہی ایک پریشان حال شخص تھا — اُس کے پاس ایک ہی نیکی تھی اور اُس نے مجھے دے دی — یہ سُن کر اللہ ربّ العالمین جلّ شانہٗ کا دریائے رحمت جوش میں آ جائے گا — اور حکم ہو گا اُس ایک نیکی والے کو بھی لے آ — اور دونوں جنت میں داخل ہو جاؤ۔
(مواہبِ لدنیہ، مدارج النبوۃ ج ۱، ص ۲۷۹)

عارفِ کھڑی شریف نے کیا خوب کہا ہے:

عدل کریں تے تھر تھر کنبن اُچیاں شاناں والے
فضل کریں تے بخشے جاون ابڈ گناہاں والے
رحمت دا دریا الٰہی ہر دم وگدا تیرا
جے اک قطرہ بخشیں مینوں کم ہو جاندا میرا
وڈیاں مہراں والیا سائیاں ربّ غریب نوازا
اپنے فضل کرم تھیں کھولیں رحمت دا دروازہ

سامعینِ محترم! وہ مالک علیٰ کلّ شیءٍ قدیر ہے، وہ چاہے تو ایک نیکی کی کمی کی وجہ سے پکڑ لے — اور اگر چاہے تو ایک نیکی والے کی بخشش فرما دے۔ بہرحال نیکی کی قدر و منزلت کا پتہ حشر کے میدان میں چلے گا۔ بندہ نیک عمل بھی کرے اور اس کی رحمت اور فضل

Scanned with CamScanner

کا امیدوار بھی رہے۔

فیصلۂ قدرت

ایک بندے کا حساب ہونے کے بعد دونوں پلڑے برابر ہو جائیں گے اور اس سے یہ کہا جائے گا کہ نہ تو جنّت میں جا سکے گا اور نہ ہی دوزخ میں جا سکے گا ـــــ پھر ایک فرشتہ کاغذ کا ایک ٹکڑا لائے گا، جس پر "اُف" یعنی باپ کی نافرمانی لکھی ہوگی، اسے پلڑے میں رکھ دے گا، جس سے بدیوں کا پلڑا بھاری ہو جائے گا ـــــ وہ جہنمی درخواست کرے گا کہ مجھے ایک دفعہ پھر بارگاہِ خداوندی میں لے چلو۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے اپنے باپ کے نافرمان، تو نے میرے دربار میں حاضر ہونے کی درخواست کس لیے کی ہے ـــــ؟ وہ بندہ عرض کرے گا: اے اللہ! میں اپنے باپ کا نافرمان تھا اور مجھے جہنّم کی طرف لے جایا جا رہا ہے ـــــ مگر میں نے دیکھا کہ میرا باپ بھی دوزخ کی طرف لے جایا جا رہا ہے ـــــ میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے باپ کو نجات اور رہائی دے دے اور اس کے عوض میرے عذاب کو دوگنا کر دے۔

اس شخص کی اس بات پر اللہ تعالیٰ تبسم فرمائے گا، جیسا کہ اُس کی شان کے لائق ہے اور فرمائے گا: اے میرے بندے! تو نے دُنیا میں باپ کی نافرمانی کی اور آخرت میں اس کے ساتھ مہربانی کی، لہٰذا تو اپنے باپ کا ہاتھ پکڑ لے اور دونوں جنّت میں چلے جاؤ۔ (مواہب لدنیہ، مدارج النبوۃ ج ۱، ص ۲۷۹)

وڈیاں مہراں والیا سائیاں رب غریب نوازا
اپنے فضل کرم تھیں کھولیں، رحمت دا دروازہ

دریائے رحمت

میدانِ محشر میں ایک شخص کے نامۂ اعمال کا وزن کرنے کے بعد فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اس کو دوزخ میں

پھینک دو ـــــ چنانچہ فرشتے اُسے پکڑ کر دوزخ کی طرف لے جانے لگیں گے، تو وہ اللہ تعالیٰ کا حکم سُن کر فرشتوں کے ساتھ تیز تیز قدم اُٹھاتا ہوا چل پڑے گا، حتیٰ کہ دوزخ کے کنارے تک پہنچ جائے گا ـــــ اور ایک دوسرے شخص کے نامۂ اعمال کا وزن کرنے کے بعد فیصلہ ہوگا کہ اسے بھی جہنّم میں ڈالنے کے لیے لے جاؤ ـــــ چنانچہ اسے بھی جہنّم کی طرف لے جایا جائے گا ـــــ یہ شخص رُک رُک کر آہستہ آہستہ چلے گا ـــــ اور بار بار پیچھے کی طرف مُڑ مُڑ کر دیکھے گا ـــــ حتیٰ کہ یہ بھی دوزخ کے کنارے تک پہنچ جائے گا ـــــ اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ سے حکم ہوگا: اے فرشتو! ان دونوں کو واپس میرے دربار میں لے آؤ ـــــ چنانچہ اُن گنہ گاروں کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اُس بندے سے فرمائے گا جو دوزخ کی جانب تیز تیز قدم اُٹھا کر گیا ـــــ کہ اے میرے بندے! تو دوزخ کی جانب دوڑ کر کیوں گیا ـــــ؟ تو وہ عرض کرے گا، اے اللہ! میں نے ساری زندگی تیری نافرمانی میں گزاری، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج مجھے دوزخ میں ڈالنے کا حکم ہوا ـــــ میں نے سوچا میرے مولا نے مجھے دوزخ کی طرف جانے کا حکم دیا ہے ـــــ آج ہی اِسے مان لوں۔

پھر جہنّم کی طرف رُک رُک کر، ٹھہر ٹھہر کر، پیچھے مُڑ مُڑ کر دیکھ کر جانے والے سے پوچھا جائے گا کہ تجھے جب فیصلہ ہو جانے کے بعد دوزخ کی طرف جانے کا حکم ہوا تو کیوں آہستہ آہستہ چلتا تھا ـــــ؟ وہ عرض کرے گا ـــــ مولا کریم! تیری بارگاہ سے جو میرا فیصلہ ہوا، بالکل برحق ہے ـــ میں اسی قابل تھا کہ مجھے دوزخ میں ڈالا جاتا ـــــ مگر میں رُک رُک کر اس لیے چلتا تھا کہ تیرا ارشادِ گرامی ہے:

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۔ اللہ کی رحمت سے بے اُمید نہ ہونا۔ (پ ۲۴ ـ ع ۱۳)

میں پیچھے مُڑ مُڑ کر دیکھتا تھا کہ شاید تجھے میری بے بسی پر رحم آ جائے — دونوں دوزخیوں کی بات سُن کر اللہ کا دریائے رحمت جوش میں آ جائے گا، اور فرمائے گا — ان دونوں کو جنت میں لے جاؤ۔

وڈیاں مہراں والیا سائیاں رب غریب نوازا
اپنے فضل کرم تھیں کھولیں رحمت دا دروازہ
نیکی نہیں پلّے بے شک ہاں مجرم امتی یار دا سمجھ کے بری کردے
تینوں واسطہ زلف محبوب دے والے میری کھوٹی قسمت نوں کھری کردے

سرکارِ اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اس مقام پر بارگاہِ خداوندی میں عرض کرتے ہیں ؎

کریم اپنے کرم کا صدقہ، لئیم بے قدر کو نہ شرما
تو اور رضا سے حساب لینا رضا بھی کوئی حساب میں ہے

آؤ مِل کر نیک عمل کرنے کا عہد کریں، سابقہ گناہوں کی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور اُس کی بارگاہ میں اُس کا فضل، اُس کے کرم و رحم کی اپیل کریں — اے اللہ! ہم اس قابل نہیں ہیں کہ تجھے حساب دے سکیں — ہمارے نامۂ اعمال میں کوئی ایسی نیکی نہیں، جو تیرے غضب سے بچا سکے — مولا کریم! تو ہم پر رحم فرما — اے اللہ! اگر ہمارے گناہ سرِ محشر کھلیں گے تو دُنیا کہے گی تیرے محبوب کے امتی کتنے گناہ گار، کتنے سیاہ کار ہیں — اے اللہ! اپنے محبوب کریم نبی رؤوف و رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے حیاء کا صدقہ ہمیں بخش دے — آمین!

وڈیاں مہراں والیا سائیاں رب غریب نوازا
اپنے فضل کرم تھیں کھولیں رحمت دا دروازہ

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ ٥

برکاتِ اسلام

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ٥ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ٥ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ ٥ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ٥ اَمَّا بَعْدُ ط فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ٥ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلٰنَا الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ

کوئی سلیقہ ہے آرزو کا، نہ بندگی میری بندگی ہے
یہ سب تمہارا کرم ہے آقا کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے
تجلیوں کے کفیل تم ہو، مُرادِ قلبِ خلیل تم ہو
خدا کی روشن دلیل تم ہو، یہ سب تمہاری ہی روشنی ہے
کسی کا احسان کیوں اُٹھائیں، کسی کو حالات کیوں بتائیں
تجھی سے مانگیں گے تم ہی دو گے، تمہارے دَر سے ہی لَو لگی ہے
عطا کیا مجھ کو دردِ اُلفت، کہاں تھی یہ پُر خطا کی قسمت
میں اِس کرم کے کہاں تھا قابل، حضور کی بندہ پروری ہے
عمل کی میرے اساس کیا ہے، بجُز ندامت کے پاس کیا ہے
رہے سلامت بس اُن کی نسبت، میرا تو بس آسرا یہی ہے
اُنہی کے دَر سے خدا ملا ہے، اُنہی سے اُس کا پتہ چلا ہے
وہ آئینہ جو خدا نما ہے، جمالِ حُسنِ حضور ہی ہے
یہی ہے خالد اساسِ رحمت، یہی ہے خالد بنائے اُلفت
نبی کا عرفان زندگی ہے، نبی کا عرفان بندگی ہے
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

معزز سامعین حضرات! آپ اگر کوئی مشینری یا الیکٹرانک سامان خریدیں، تو اُس کے ساتھ ایک "بک" ایک کتاب ہوتی ہے جس میں مشینری کا نقشہ اُسے چلانے اور استعمال کرنے کا طریقہ، اُس کی سُتھرائی، صفائی اور خراب ہونے کی صورت میں اُس کی مرمت کا طریقہ درج ہوتا ہے ـــــ جو لوگ مشینری کو اُس کی کتاب کی رہنمائی سے استعمال کرتے ہیں ـــــ وہ اس سے پورا پورا فائدہ حاصل کرتے ہیں اور جو اس کتاب کی رہنمائی پر عمل نہیں کرتے، وہ اس سے نفع حاصل کرنے کی بجائے نقصان اٹھاتے ہیں۔

کتابِ ہُدیٰ

خالقِ کائنات اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو اپنی قدرت کا عظیم شاہکار بنایا اور اسے زندگی گزارنے کے لیے ظاہری باطنی صفائی اور ستھرائی کی رہنمائی کے لیے ایک عظیم کتاب قرآن حکیم کو نازل فرمایا، جس میں ہر مومن مسلمان کے لیے اُس کی زندگی کے آغاز سے لے کر انتہا تک، بلکہ اُس کے بعد والی زندگی کے ہر دور کو بڑے واضح طور پر بیان فرمایا ہے ـــ یہ کتاب انسان کے لیے زندگی کے ہر لمحہ کے لیے رہبر و رہنما ہے ـــــ ایک مومن اس پر عمل پیرا ہو کر دُنیا و آخرت کی کامیابیوں سے ہمکنار ہو سکتا ہے ـ اس کتابِ ہدیٰ کو چھوڑ کر انسان دُنیاوی پریشانیوں، ظاہری، باطنی، رُوحانی اور جسمانی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے ـ اس لیے ضروری ہے کہ انسان اپنے پیدا کرنے والے خالق و مالک کی ہدایات پر عمل کرے تاکہ اُس کی زندگی خوشگوار طریقہ سے گزر سکے۔

مُعلّمِ انسانیّت

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس عظیم کتابِ ہدیٰ کی تعلیم کے لیے محسنِ کائنات فخرِ موجودات نبیِّ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب فرمایا ـــــ کائنات میں قرآنِ عظیم جیسی کوئی کتاب نہیں ـــــ اور حضور سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا کوئی مُعلّم نہیں ـــــ اسی لیے قرآنِ حکیم میں ارشادِ خداوندی ہوتا ہے،

قَدْ جَآءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۙ (پ ۶ ع ۷)	تحقیق اللہ کی طرف سے تمہاری طرف ایک نور آیا اور روشن کتاب ـ

دوسرے مقام پر ارشادِ ربانی ہے،

قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ۝ (پ ۶ - ع ۴)	تحقیق تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس ایک روشن دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف نورِ مبین (یعنی قرآن حکیم) نازل فرمایا۔

ان دو آیات میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن اور صاحبِ قرآن کی جلوہ گری کو یکجا بیان فرما کر اس امر کا اعلان فرما دیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ ذاتِ اقدس ہے جو قرآنِ کریم کی عظمتوں، رفعتوں کو بیان کرتے ہیں اور قرآنِ کریم وہ عظیم کتاب ہے، جو صاحبِ قرآن کے مرتبہ و مقام کی بُلندیوں کے چرچے کرتی ہے ـــــ قرآنِ کریم جیسی کوئی کتابِ ہدیٰ نہیں ـــــ قرآن ہدایت ہے ـــــ رحمت ہے ـــــ شِفا ہے ـــــ رہبر و رہنما ہے ـــــ اس کو نازل فرمانے والا رب العالمین ہے ـــــ اس کو لانے والا جبریلِ امین ہے ـــــ اور جس پر نازل ہوا وہ رحمۃ للعالمین ہے ـــــ اس پر عمل کرنے والے کا مقام علیین ہے ـــــ اور اس سے روگردانی کرنے والے کی جگہ اسفل السافلین ہے ـ

دینِ اسلام

اللہ رب العزت نے اس مقدس کتاب میں ہماری زندگی کا مکمل دستور العمل بیان فرما دیا ـــــ قرآن اپنے ماننے والوں کے لیے ایک عظیم راہِ حق کی خوشخبری دیتا ہے ـــــ زندگی گزارنے کے لیے بہترین راہ پر گامزن ہونے کی نوید سناتا ہے ـــــ اچھی زندگی اور اعلیٰ راستہ کا انتخاب فرماتا ہے، جس کو اختیار کرنے سے دین و دُنیا کی بھلائیاں حاصل ہو جاتی ہیں، اس پر عمل کرنے سے خالق و مالک کی رضا اور خوشنودی اور ہادیِ برحق حضور تاجدارِ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی اطاعت اور فرمانبرداری کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے اور زندگی حَیٰوۃً طَیِّبَۃً کا مظہر بن جاتی ہے۔ قرآن کریم نے ہمارے لیے اُس دین کا انتخاب کیا ہے، جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا ——— جسے اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (پ ۳ - ع ۱۰) — تحقیق اللہ کے نزدیک پسندیدہ دین اسلام ہے

دینِ اسلام، وہ پسندیدہ دین ہے جو مکمل، کامل اور اکمل ہے — اس کی تعلیم دینے کے لیے اللہ رب العزت نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب فرمایا، جنہوں نے دین کے صرف اصول ہی نہیں بیان فرمائے، بلکہ ارشاداتِ خداوندی پر عمل کرکے اس کا بہترین نمونہ پیش فرمایا ——— قرآن قال ہے ——— اور نبی کی ذات حال ہے۔ اگر قرآن کا عملی نمونہ دیکھنا ہو تو ذاتِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں دیکھا جا سکتا ہے، اسی لیے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا؛

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (پ ۲۱ ع ۱۸) — بے شک تمہاری رہنمائی کے لیے اللہ کے رسول کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ترسیٹھ سالہ زندگی مبارک کی ہر ادا بے مثال ہر ہر لمحہ کائناتِ عالم کے لیے سبق آموز ہے — شاعر نے اس مقام پر یوں عرض کیا ہے

تیری صورت، تیری سیرت زمانے سے نرالی ہے
تیری ہر ہر ادا پیارے دلیل بے مثالی ہے

ایک اور شاعر بارگاہِ رسالت مآب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت یوں عرض کرتا ہے ؎

میرے حضور کا کونین میں جواب نہیں
غروب ہو سکے یہ وہ آفتاب نہیں

تکمیلِ دین

حضور رحمۃ للعالمین ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفقت و رحمت کی برکت سے ہمیں دینِ کامل نصیب ہوا ——— دین کی تکمیل ہونے پر اعلان فرمایا؛

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (پ ۶ - ع ۵)
آج ہم نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی، اور ہم نے تمہارے لیے دین اسلام پسند کر لیا۔

یہ دین مکمل ہے ——— قیامت تک اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہوگا ——— اس کی تابعداری ذریعہ نجات ہوگی اور اس سے رُوگردانی دُنیا و آخرت کے خسارے کا باعث ہوگی ——— ارشادِ خداوندی ہوتا ہے ؛

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝ (پ ۳ - ع ۱۷)
اور جو کوئی تلاش کرے اسلام کے علاوہ کوئی اور دین، تو وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارے والوں میں سے ہوگا۔

قرآن حکیم نے دینِ اسلام کے سوا کسی اور دین کو تلاش کرنے والوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا ہے ؛

اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰہِ یَبْغُوْنَ وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّ اِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ ۝ (پ ۳ - ع ۱۷)
کیا اللہ کے دین کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرتے ہو، حالانکہ اُسی کے حضور سر جھکا دیا ہے ہر چیز نے جو آسمانوں اور زمین میں ہے خوشی سے یا مجبوری سے اور اُس کی طرف سب لوٹائے جائیں گے۔

Scanned with CamScanner

اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور زمین و آسمان کی ہر چیز سرِ تسلیم خم کرتی ہے ۔ خوشی سے، مجبوری سے، تو کیا اُس قادرِ مطلق کے دین کو چھوڑ کر کسی اور دین کے متلاشی ہو؟ کسی اور ضابطۂ حیات کو اپنانا چاہتے ہو ۔۔۔ یاد رکھو! دُنیاوی زندگی کے چند یوم گزار کر تمہیں اپنے خالق و مالک کے حضور پیش ہونا ہے، اس لیے آج ہی اُس کی فرمانبرداری اختیار کرو تاکہ ہماری دنیا و آخرت بہتر ہو جائے ۔ ارشادِ خداوندی ہوتا ہے:

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ ط (پ ۵ - ع ۱۵)

اور کون بہتر ہے اُس شخص سے جس نے جھکا دیا اپنا چہرہ اللہ کے لیے اور وہی نیکی کرنے والا ہے۔

دینِ اسلام کی فرمانبرداری نیکوکار بننے کا ذریعہ ہے اور ہدایت یافتہ ہونے کی سند ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا (پ ۳، ع ۱۰)

پس وہ اگر اسلام لے آئیں تو وہ ہدایت پا گئے۔

قرآن حکیم میں ارشادِ ربانی ہوتا ہے:

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ط وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا ط (پ ۸ - ع ۲)

اور جس کے لیے اللہ ارادہ فرماتا ہے کہ ہدایت دے، تو اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جس کے لیے ارادہ فرماتا ہے اسے گمراہ کر دے تو بنا دیتا ہے اُس کے سینہ کو تنگ بہت تنگ۔

اللہ تبارک و تعالیٰ جس خوش نصیب شخص پر راضی ہوتا ہے، اُس کا سینہ کھول دیتا ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوتا ہے، اُس کا سینہ تنگ در تنگ ہو جاتا ہے اور وہ راہِ حق سے دُور ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا (پ ۲۹، ع ۱۱)

تو جنہوں نے اسلام قبول کیا، انہوں نے حق کی راہ تلاش کر لی۔

دامنِ اسلام

اسلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین ہے۔ اسلام کے دامن سے وابستگی حصولِ ہدایت و رحمت ہے۔

اسلام کی فرمانبرداری راہِ حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ مقدس ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً ط وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ط اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○ (پ ۲ - ع ۹)

اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو ۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اللہ ربّ العزت جلّ و عُلا نے اس آیت میں اہلِ ایمان سے فرمایا، تم مکمل طور پر اسلام میں داخل ہو جاؤ ۔ یہ مکمل ضابطۂ حیات اور دستورِ زندگی ہے ۔ سیاسیات، معاشیات میں اس سے رہنمائی حاصل کرو ۔ اسلام تمہاری ترقی کا ضامن ہے ۔ اس کی برکتیں تم اُس وقت حاصل کرو گے، جب تم مکمل طریقے سے خود کو اس نظام کے حوالے کر دو گے ۔ اپنی زندگی کے ہر معاملہ کی رہنمائی اس سے حاصل کرو گے ۔ یہ نہ ہو کہ تم ظاہری طور پر اپنے ملک کا نام اسلامی رکھ لو ۔ اپنے شہروں کا نام اسلام کے ساتھ منسوب کرو، مگر اُس ملک کی وادیوں میں اس اسلامی نام والے شہر کی شاہراہوں، گلی کوچوں اور بازاروں میں ضابطۂ اسلام کی کھلی خلاف ورزیاں کی جائیں ۔ اس اسلام کے نظام کی مخالفت کی جائے ۔ یہ اپنی ہی ذات کو دھوکا دینے کے مترادف ہے ۔۔۔ اے ایمان والو! تمہارا ظاہر و باطن ایک ہونا چاہیے ۔ اگر تم زبان سے خود کو اسلام کا دعویدار کہتے ہو تو اپنے عمل کو بھی اس کے مطابق کرو ۔۔۔ حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

Scanned with CamScanner

زباں سے کہہ بھی دیا لآ اِلٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

اسلام کے دامن سے وابستگی کے بعد مسلمان کو کسی ازم کو قبول کرنے کی ضرورت نہیں —— چشمِ فلک گواہ ہے کہ —— قوم سوشلزم —— کمیونزم —— کیپٹل ازم —— کو آزمانے کے بعد اسے مسترد کر چکی ہے —— اسلام ہی ایک ایسا نظامِ حیات ہے، جس نے انسانیت کو تحفظ فراہم کیا ہے —— یہی وہ ضابطہ حیات ہے ہے جس کو اپنانے سے سکون و چین نصیب ہوتا ہے —— اس کی مثال یوں سمجھیے کہ اگر بچہ رو رہا ہو تو اُس کو باپ گود میں اٹھائے —— بھائی اُٹھائے —— یا کوئی اور چپ کرانے کی کوشش کرے، تو یہ یقینی بات ہے کہ بچے کو جو سکون ماں کی گود سے ملتا ہے، وہ کسی دوسری جگہ سے نہیں مل سکتا —— تو یاد رکھو مومن مسلمان کو جو سکون اسلام کی تابعداری سے میسر آسکتا ہے، وہ کسی دوسرے ازم سے نہیں مل سکتا ہے۔

اسلام ہی وہ مذہب ہے جو غمخواری، خدا ترسی، رحم دلی اور ہمدردی کا درس دیتا ہے —— یہی وہ نظام ہے کہ خلیفہ وقت کو لوگوں کا سردار نہیں بلکہ خدمت گزار ہونے کا سبق دیتا ہے۔

خدمت

مدینہ طیبہ کے نواح میں ایک ضعیفہ جو کہ آنکھوں کی بصارت سے محروم تھی اور کوئی عزیز و اقارب نہ ہونے کی وجہ سے کوئی اُس کا پُرسانِ حال نہ تھا —— سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ روزانہ رات کے وقت اُس کے گھر تشریف لے جاتے اور اُس کا پانی بھر دیتے اور دیگر گھریلو کام بھی کر دیتے —— ایک رات جو آپ اُس ضعیفہ کا کام کاج کرنے کے لیے آئے تو کیا دیکھا کہ آج اُس کا کام آپ کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی کوئی کر گیا ہے —— یہ معاملہ مسلسل کئی بار پیش آیا تو آپ بڑے حیران ہوئے —— چنانچہ آپ نے اُس

شخص کے متعلق جاننے کے لیے ذرا وقت سے پہلے ہی وہاں پہنچ گئے —— تو آپ نے کیا دیکھا کہ اُس ضعیفہ کا پانی بھرنے والا اور خدمت کرنے والا —— خلیفۃ المسلمین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے —— (تاریخ الخلفاء ص ۵۹)

اسلام وہ پاکیزہ دین ہے جس نے آدمی کو انسان بنایا، گویا انسانیت کا دوسرا نام اسلام ہے —— اسلام ہمیں رُوحانی، جسمانی پاکیزگی کا درس دیتا ہے —— یورپین قوم کو ناز ہے کہ وہ ترقی یافتہ قوم ہیں۔ کاروں اور جہازوں میں سفر کرتے ہیں۔ اعلیٰ اعلیٰ بنگلوں میں رہتے ہیں —— بظاہر بڑی سج دھج نظر آتی ہے —— لیکن اگر غور کرو، تو تمہیں پتہ چلے گا کہ وہ لوگ جانوروں سے بھی بدتر ہیں —— اُن کی خوراک ناپاک، اُن کا لباس ناپاک —— کُتے جیسے ناپاک اور پلید جانور اُن کے بستر پر سو جاتے ہیں، اور انہیں کوئی نفرت نہیں ہوتی —— حتیٰ کہ وہ پلید اور نجس کُتے کو چوم لیتے ہیں۔

اسلام وہ پاکیزہ و مقدس دین ہے، جس نے اپنے ماننے والوں کو روحانی و جسمانی طور پر طیب و طاہر کیا ہے —— حتیٰ کہ سوچ اور تصور و خیال کو بھی پاک رکھنے کا حکم دیا ہے —— ہمارے ظاہر و باطن کو پاکیزہ کیا ہے —— اسلام ہی وہ نظامِ حیات ہے جس نے امیر و غریب کی تفریق ختم کر کے مساوات کا عملی نمونہ پیش کیا۔ قلندرِ لاہوری حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

نظامِ عدل

ہادیٔ برحق حضور تاجدارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تمام دُنیائے انسانیت کے لیے جو عدل و انصاف کا نظام

پیش کیا، اس کی مثال نہیں مل سکتی ـــــ قرآن حکیم کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے اُن بتوں کو پاش پاش کر دیا جو عدل و انصاف کے قیام کی راہ میں رکاوٹ بن جایا کرتے تھے ـــــ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۝ (پ ۲۶ - ع ۱۴)

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں مختلف خاندان بنا دیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا اللہ کی بارگاہ میں وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ بیشک اللہ سب کچھ جاننے والا، ہر چیز سے باخبر ہے۔

جاہلیت کے دَور میں لوگ غرور و تکبر کی بُرائی میں بُری طرح مبتلا تھے۔ مال و دولت، سیم و زر، رنگ و نسل، معیارِ برتری تھا ـــــ انسانی شرافت، اخلاق کی برتری کی کوئی قیمت نہ تھی، لیکن بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہی وہ ذات ہے جس نے لوگوں کو یہ درس دیا کہ تم سب اولادِ آدم ہو ـــــ تم میں سے عزت و توقیر والا وہ ہے جس کے اعمال اچھے اور صالح ہیں۔

حجۃ الوداع

حجۃ الوداع کے موقع پر حضور تاجدارِ دو جہاں سرورِ کون و مکاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو خطبہ ارشاد فرمایا وہ آج بھی تاریخ میں سنہری حرفوں میں لکھا ہوا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! سُن لو تمہارا پروردگار ایک ہے۔ کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ـــــ اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی برتری حاصل نہیں ـــــ نہ کسی گورے کو کالے پر، نہ کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت حاصل ہے، مگر تقویٰ و پرہیزگاری کے ساتھ۔

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ط

"تم میں سے زیادہ عزت والا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔"

قربان جاؤں! فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر، آپ نے جس مساوات کا درس دیا، قیامت تک کوئی اس کی مثال پیش نہیں کر سکتا۔ قرآن حکیم میں ارشادِ خداوندی ہے:

قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ ۔ (پ ۸ - ع ۱۰)

اے محبوب! آپ اعلان کر دیجئے کہ میرے رب نے مجھے حکم دیا کہ میں انصاف کروں۔

اور اہلِ ایمان سے بھی حکم فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ ۔ (پ ۵ - ع ۱۷)

اے ایمان والو! انصاف پر مضبوطی سے قائم ہو جاؤ۔

انصاف

بنی مخزوم کی ایک عورت نے کسی کا زیور چرا لیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس چوری کی حد مقرر کرنے کا حکم فرمایا۔ مہاجرین نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو سفارشی بنا کر دربارِ رسالت میں بھیجا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی بات سُن کر غضب سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا چہرہ مبارک سُرخ ہو گیا اور فرمایا: اے اسامہ! کیا تو اللہ کی حد قائم کی ہوئی کے بارے میں سفارش کرتا ہے؟ تم سے پہلے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان قوموں کو ہلاک کر دیا، جن میں سے اگر کوئی شریف آدمی چوری کرتا، تو اس کو معاف کر دیا جاتا اور اگر کوئی کمزور یا ضعیف اور غریب چوری کرتا تو اس پر حد قائم کی جاتی۔ شہنشاہِ عدل و انصاف، کشورِ فضل و احسان، تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

وَاللَّهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ

خدا کی قسم! بفرضِ محال اگر میری اپنی لختِ جگر فاطمہ اس جرم کی مرتکب ہوتی

Scanned with CamScanner

یَدَھَا۔ (مقالات ج ۱، ص ۲۴۷) تو میں اُس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

عدل

پیکرِ عدل و انصاف حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت کا یہ اثر ہوا کہ عہدِ فاروقی میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے جب مصر کو فتح کیا تو سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے انہیں مصر کا گورنر مقرر فرما دیا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا ایک بیٹا تھا، جسے گھوڑا دوڑانے کا بہت شوق تھا ـــــ ایک مصری کا اُن کے ساتھ گھوڑا دوڑانے کا مقابلہ ہوا اور اُس مصری کا گھوڑا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے سے آگے نکل گیا اور وہ جیت گیا ـــــ فاتح مصر کے بیٹے کو بڑا غصہ آیا ـــــ اور اُس نے اُس جیتنے والے مصری کے جسم پر کوڑے برسا دیے اور کہا:

خُذْهَا وَاَنَا ابْنُ الْاَكْرَمِيْنَ۔

کہ تم میرے کوڑے برداشت کرو، اس لیے کہ میں ایک معزز گھرانے کا چشم و چراغ ہوں۔ مصری مار کھانے کے بعد دادرسی کے لیے مدینہ طیبہ پہنچا اور عدالت فاروقی کا دروازہ کھٹکھٹایا اور اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا تذکرہ کر کے انصاف کی فریاد کی۔ چنانچہ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور اُن کے بیٹے کو اپنی عدالت میں طلب کیا اور مقدمہ کی سماعت فرمائی ـــــ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے کا جرم ثابت ہو گیا تو آپ نے فیصلہ فرماتے ہوئے فرمایا: اے مصری!

فَاضْرِبْ بِهَا ابْنَ الْاَكْرَمِ۔

کہ عزت والے گھرانے کے اس چشم و چراغ، یعنی فاتح مصر کے بیٹے پر تم بھی ویسے ہی کوڑے برساؤ، جس طرح اُس نے تجھے مارا تھا۔ مصری نے پوری قوت سے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے کے جسم پر کوڑے برسا کر اپنا بدلہ لے لیا۔ (مقالات ج ۱، ص ۲۴۸)

آؤ عدل و انصاف کی عظمت کا ایک اور نظارہ دیکھیں۔

سُلطان مُراد

مُلکِ خجند میں سُلطان مراد کے دورِ حکومت میں ایک شہر میں معمار تھا، جس کے فنِ تعمیر کا بہت شہرہ تھا۔ شہنشاہِ خجند سُلطان مراد نے ایک مسجد بنانے کا ارادہ کیا اور اُس نامور معمار کو بُلایا اور اُسے کہا کہ شاہی خزانے سے جتنا چاہو خزانہ خرچ کرو اور ایک پُرشکوہ مسجد تعمیر کر دو۔ بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں اُس معمار نے بڑی لگن اور محنت سے کام کیا۔ بالآخر مسجد تیار ہو گئی، اور بادشاہ مسجد کو دیکھنے کے لیے آیا اور اُسے مسجد کا نقشہ اچھا نہ لگا ـــ اور بجائے خوش ہونے کے، معمار پر ناراض ہو گیا اور غصہ و جلال میں معمار پہ برسنے لگا ـــــ حتیٰ کہ اُس نے اُس کاریگر کا ایک ہاتھ کاٹ دیا ـــــ اسلامی دورِ حکومت تھا ـــــ وہ غریب معمار سیدھا قاضی کی عدالت میں پہنچا اور اپنا حال بیان کیا ـــــ میرا ہاتھ بلاوجہ کاٹ کر مجھے اذیت دی گئی اور مجھے بے قصور معذور کر دیا گیا ہے ـــــ قاضی نے پوچھا کہ یہ ظلم تیرے ساتھ کس نے کیا ہے ـــــ معمار نے کہا، جناب والا! میرے ہاتھ کاٹنے والا سُلطان وقت ہے۔

سامعینِ محترم! آج کا کوئی مجسٹریٹ یا حاکم ہوتا تو وہ کہتا بھئی ہم تو خود بادشاہِ وقت کے نوکر اور غلام ہیں، ہم اُسے عدالت میں کیسے بُلا کر اس کے جُرم کے بارے میں پوچھ سکتے ہیں ـــــ؟ ہم اگر ایسا کہیں تو ہمیں اپنی نوکری اور جان کا خطرہ ہے۔ مگر وہ حکومت اسلامی تھی ـــــ قاضی نے اُسی وقت بادشاہِ وقت کو اپنی عدالت میں طلب کیا ـــــ یہ ہے نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ـــــ یہ ہے عدالتِ اسلام یہ ہے نظامِ اسلام کی شان ـــــ بادشاہ کو قاضی کا حکم پہنچا تو وہ عدالت میں پیش ہو گیا ـــــ پھر چشمِ فلک نے یہ منظر دیکھا کہ ایک طرف غریب معذور معمار ـــ اور دوسری طرف شہنشاہِ وقت عدالت کے کٹہرے میں کھڑا ہے ـــــ قاضی نے پوچھا اے سُلطان مراد! کیا تو نے اس مزدور کے ہاتھ کو کاٹا ہے ـــــ؟ کیا اس کے ہاتھ

Scanned with CamScanner

کاٹنے کے اختیارات تجھے حاصل تھے ـــــ ؟ کیا تجھے معلوم نہ تھا ـــــ

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ ‌ ‌ ‌ اور خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے

يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ (پ ۲ع ۵) ‌ ‌ ‌ اے عقلمندو!

سُلطان مراد نے قرآن کریم کی یہ آیتِ مقدسہ سُنی۔ اللہ ربّ العزّت کا فرمان سُنا تو چہرے کا رنگ فق ہو گیا ـــــ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اس کی ترجمانی یوں فرماتے ہیں ؎

رنگِ شاہ از ہیبت قرآں پرید
پیشِ قاضی چوں خطا کاراں رسید

قرآن کریم کی ہیبت و جلالت سے بادشاہ کا رنگ فق ہو گیا اور خطا کاروں کی طرح قاضی کی عدالت میں پیش ہوا۔

بادشاہ نے اعترافِ جُرم کر لیا ـــــ اور کہا ہاں مجھ سے یہ غلطی ہوئی ہے کہ میں نے اس معمار کے ہاتھ کو بلا وجہ کاٹ ڈالا ہے اور اب آپ جو بھی فیصلہ کریں گے، مجھے منظور ہو گا۔

فیصلہ قاضی صاحب نے فیصلہ کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم کے مطابق اب تجھ سے قصاص لیا جائے گا۔ جیسے تو نے ایک غریب معمار کا ہاتھ کاٹا، اب اُسی طرح تیرا ہاتھ بھی کاٹا جائے گا ؎

عبدِ مُسلم کمتر از احرار نیست
خونِ شہ رنگیں تر از معمار نیست

ایک مسلمان غلام کا مرتبہ دوسرے آزاد مسلمان سے زیادہ کمتر نہیں ہے اور بادشاہ کا خون ایک معمار کے خون سے زیادہ رنگین نہیں ہے۔ جتنی عظمت بادشاہ کے خون کی ہے ـــ بحیثیتِ انسان اتنی قدر و قیمت ایک غریب کے خون کی ہے۔

چنانچہ فیصلہ سننے کے بعد سُلطان مُراد نے اپنا ہاتھ آستین سے باہر نکالا اور قاضی سے کہا لو میرا ہاتھ بھی اسی طرح کاٹو، جیسے میں نے کاٹا ہے۔

غریب معمار نے جب عدالتِ اسلام کے فیصلہ کو سُنا تو وہ سمجھ گیا کہ عدالت نے پورا پورا انصاف کیا ہے ـــــ معمار نے کہا قاضی صاحب!

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ ‌ ‌ ‌ بے شک اللہ حکم دیتا ہے انصاف

وَالْاِحْسَانِ (پ ۱۴ ع ۱۹) ‌ ‌ ‌ اور احسان کا۔

کہ اللہ تعالیٰ نے عدل کا بھی حکم دیا ہے اور احسان کا بھی ـــــ قاضی صاحب آپ نے عدل کیا ہے اور میں احسان کرتے ہوئے ـــــ بادشاہ کو معاف کرتا ہوں ـــ (رموزِ خودی)

بے خوف و خطر نظامِ عدل ہی کی برکات تھیں کہ مسلمانوں کے امیر بے خوف و خطر اپنی رعایا میں گھوم پھر لیتے تھے، اور کھلے آسمان تلے جہاں چاہتے، استراحت فرما لیتے تھے۔ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک بادشاہ نے قاصد بھیجا تاکہ مسلمانوں کے عظیم فرماں روا کے حالات سے واقفیت حاصل کر سکے ـــــ چنانچہ وہ قاصد جب مدینہ طیبہ آیا، تو اُس نے لوگوں سے پوچھا ـــــ اَيْنَ الْمَلِكُ ـــــ بادشاہ کہاں ہے ـــ؟ تو لوگوں نے جواب دیا، وہ ہمارا بادشاہ نہیں بلکہ ہمارا امیر ہے ـــــ تھوڑی دیر ہوئی ہے، وہ گھر سے باہر تشریف لے گئے ہیں ـــــ وہ قاصد پوچھتا پوچھتا شہر سے باہر چلا گیا ـــــ تو کیا دیکھا کہ قیصر و کسریٰ جیسے حکمرانوں کے دل دہلا دینے والے امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک جگہ کھلے آسمان کے نیچے آرام فرما رہے ہیں اور دُرہ اپنے سر کے نیچے رکھا ہوا ہے ـــــ قاصد نے جب یہ حال دیکھا تو لرز گیا ـــــ اور اُس کے دل پر گہرا اثر ہوا کہ دُنیا کے بڑے بڑے شہنشاہ جس سے لرزہ براندام ہیں۔

کتنی عجیب بات ہے کہ اُس کی زندگی کتنی درویشانہ ہے۔

پھر اُس نے کہا کہ آپ عدل و انصاف کرتے ہیں، اس لیے بے خوف و خطر ہیں اور ہمارے بادشاہ ظلم و جبر کرتے ہیں اور ہمہ وقت پریشان اور ہراساں رہتے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کا دین سچا ہے —— میں قاصد نہ ہوتا تو ابھی اسلام قبول کر لیتا میں دوبارہ حاضرِ خدمت ہو کر دولتِ اسلام حاصل کروں گا۔ (کیمیائے سعادت)

سامعینِ محترم! ایک وہ مسلمانوں کے امیر تھے، جنہیں دیکھ کر غیر مسلم کلمہ پڑھنے پر مجبور ہو جاتا تھا —— ایک ہم ہیں کہ جن کی حالت بقولِ علامہ اقبال علیہ الرحمہ یہ ہے —

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

حالات کچھ ایسے پیدا ہو چکے ہیں کہ مسلماں در گور و مسلمانی در کتاب —

فلسفہ رہ گیا، تلقینِ غزالی نہ رہی
رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی

آؤ اسلام سے سچی محبت کریں —— آؤ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے اسلام کو ضابطۂ حیات تسلیم کریں —— آؤ صراطِ مستقیم پر گامزن ہو جائیں —— آؤ خود کو ضلالت و گمراہی سے نکال کر نور و روشنی سے ہمکنار کر لیں —— آؤ اسلام کے بتائے ہوئے اصول اپنا کر نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات حاصل کریں تاکہ دورِ خلافت راشدہ کی یاد تازہ ہو جائے —— آؤ بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت کرنے کا عہد کریں —— آؤ یتیموں، بیواؤں کی خبر گیری کریں اور مسکینوں، ناداروں کو آسرا دیں —— آؤ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس زندگیوں سے سبق لیں ——

آؤ مدینہ کی مقدس گلیوں میں رات کے وقت پہرہ دینے والے کی زندگی کا مطالعہ کر کے خدا ترسی کا طریقہ و سلیقہ اور فرض شناسی کا جذبہ حاصل کریں۔

بیوہ کا مکان

مدینہ طیبہ کی مقدس بستی میں سب لوگ سو رہے تھے —— کُوئے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک فرزندِ اسلام، اپنے غلام کو ساتھ لے کر مدینے کی گلیوں میں گشت کر رہا تھا —— چلتے چلتے آبادی کے ایک کنارے پر ایک مکان سے اس کا گزر ہوا —— اُس مکان میں رات کے وقت آگ کی روشنی نظر آئی —— تو گشت کرنے والا اُس دروازے پر رک گیا —— اب جو دروازے کے قریب ہوا تو اندر سے چھوٹے چھوٹے بچوں کے رونے کی آواز سنائی دی —— اس کربناک آواز نے اُس کے دل کو مغموم کر دیا —— چنانچہ اُس نے دروازے پر دستک دی تاکہ رات کے وقت بچوں کے رونے کی وجہ دریافت کی جا سکے —— اندر سے ایک عورت دروازے پر آئی تو اُس شخص نے پوچھا، بچے کیوں رو رہے ہیں —— ؟ تو اُس عورت نے کہا تم کون ہو جو ہمارے گھر کے حالات کے متعلق دریافت کرنا چاہتے ہو —— گشت کرنے والے نے کہا —— میں تیرے مکان کے قریب سے گزر رہا تھا —— تیرے بچوں کی آہ و فغاں نے مجھے دستک دینے پر مجبور کر دیا —— کیا وجہ ہے کہ بچے کیوں رو رہے ہیں اور تم ابھی تک کیوں جاگ رہی ہو؟ —— آگ کس لیے روشن ہے؟ دکھیا عورت نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا —— اے اللہ کے بندے میں ایک بیوہ عورت ہوں —— یہ میرے یتیم بچے ہیں —— گھر میں فاقہ ہے —— بچوں کو تسلی دینے کے لیے ہنڈیا چولہے پر چڑھا رکھی ہے —— بچے کھانا طلب کرتے ہیں —— میں اُن کو تسلی دیتی ہوں کہ کھانا تیار ہو گا تو کھلا دوں گی —— اسی طرح یہ یتیم روتے بلکتے آخر سو ہی جائیں گے —— گشت کرنے والے نے بیوہ کی یہ داستان سنی تو تڑپ کر رہ گیا اور آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے —— چنانچہ

وہ اسی وقت واپس ہوا ــــ بیت المال سے ایک بوری اناج کی اُٹھائی ــــ تو غلام عرض کرتا ہے ــــ حضور! آپ کیوں اتنی تکلیف اُٹھاتے ہیں؟ مجھے حکم ہو میں اس بوری کو اپنے کندھوں پر اٹھالوں ــــ تو اُس دردمند آقا نے جواب دیا ــــ آج تو تم میرا بوجھ اُٹھالو گے ــــ کل بروزِ محشر میرا بوجھ کون اُٹھائے گا۔

بہرحال وہ گشت کرنے والا اپنے کندھے پر بوری اُٹھائے بیوہ کے مکان تک پہنچا ــــ پھر اپنے ہاتھ سے چکی چلائی اور آٹا تیار کیا ــــ بیوہ نے روٹی پکا کر اپنے یتیم بچوں کو کھلائی ــــ اب اُس گشت کرنے والے نے اُس بیوہ سے اجازت طلب کی تو اُس بیوہ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا ــــ اے اللہ کے بندے! کتنے افسوس کی بات ہے کہ مدینہ منورہ میں خلیفۂ وقت عمر (رضی اللہ عنہ) ہے مگر اُس نے ہماری خبر تک نہیں لی ــــ میں بروزِ محشر اُس کی شکایت اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں کروں گی ــــ گشت کرنے والے نے کہا۔

اے صاحبہ! تو عمر کو معاف کر دے، اُسے تیرے حالات کا علم نہ ہوگا ــــ بیوہ نے کہا میں عمر کو ہرگز معاف نہیں کروں گی ــــ بلکہ میں اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتی ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ عمر کی جگہ تجھے خلیفہ بنا دے ــــ بیوہ کے منہ سے جب یہ دُعا نکلی تو رات بھر یتیم بچوں کی خدمت کرنے والے کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے ــــ اب اُس نے اپنے چہرے سے نقاب اٹھایا ــــ اور کہا ــــ عمر کو معاف کر دو ــــ عمر کو معاف کر دو ــــ میں ہی عمر ہوں، جسے لوگ مسلمانوں کا امیر کہتے ہیں۔ ( )

سامعینِ کرام! بڑے درد کے ساتھ عرض کرتا ہوں ــــ کوٹھیوں اور بنگلوں میں ــــ ایئر کنڈیشنڈ کمروں میں ــــ نرم بستروں میں ــــ آرام کرنے والے اے حکمرانو! ــــ آؤ تم بھی کبھی کسی مسکین کی جھونپڑی کا دورہ کر کے کسی

فاقہ مست کی خدمت کرو تاکہ تمہیں بھی اسلام کی برکات حاصل ہوسکیں ــــ آؤ اگر حکمرانی کے آداب سیکھنا چاہتے ہو تو اُس نبی کی سیرتِ طیبہ سے سبق حاصل کرو۔ جس کے غلاموں نے بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر ایک پتھر باندھا، تو اُن کے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے شکمِ مبارک پر دو پتھر باندھے ہوتے تھے۔

آؤ میرے محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والو! اگر تم سکون و چین کی زندگی بسر کرنا چاہتے ہو، تو قرآن مجید کو سینے سے لگا لو ــــ نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا لو ــــ اسلام ہی تمہاری عزت و آبرو کا محافظ ہے ــــ اسلام ہی امانت و دیانت، شرافت و صداقت کا درس دیتا ہے ــــ اسی میں ہی ہمارے سیاسی، اقتصادی اور معاشی مسائل کا حل ہے ــــ اسی سے ہی ہماری دُنیا و آخرت سنور سکتی ہے ــــ اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں دُعا ہے کہ خداوندِ کریم بجاہِ نبیِ رؤوف و رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہمیں نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قیام، اور مقامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تحفظ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

الدعاء

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۝ اَمَّا بَعْدُ ط فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ط اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۝ صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلٰنَا الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ الْاَمِيْنُ ۝

پریشانیاں مالکا دُور کر دے تیری شان ذیشان دا واسطہ ای
اُنگل نال جیں چن دو کھن کیتا اُس ماہِ تابان دا واسطہ ای
آخر بار جو دتی بلال ہیسی، تینوں اوس اذان دا واسطہ ای
جیھتے اکبر تے اصغر دا خون ڈھلیا اوس کربل میدان دا واسطہ ای
نیزے اُتے سی جنہے قرآن پڑھیا اوس قاری قرآن دا واسطہ ای
تتی ریت تے پڑھدا جو رہیا کلمہ اوہدے کلمہ سُنان دا واسطہ ای
جنہے قاتل نوں شربت پلا دتا، اوس شاہِ مردان دا واسطہ ای
ناقہ اُتے بٹھایا غلام جنہے، تینوں اوس سُلطان دا واسطہ ای
جیھتی نال چلایا سی نیل جنہے اوہدے شاہی فرمان دا واسطہ ای
لامکان تے جیہڑا مہمان سدیا اوہدا اُون تے جان دا واسطہ ای

معزز سامعین حضرات! میں تے آپ کے سامنے قرآن مجید فرقانِ حمید کے دوسرے پارہ کے ساتویں رکوع کی ایک آیۂ مقدسہ تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ط اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۝ (پ ۲ – ع ۷)

اور اے محبوب! جب تم سے میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو میں نزدیک ہوں، دُعا مانگنے والوں کی دُعا قبول کرتا ہوں جب وہ پکارتے ہیں، تو انہیں چاہیے کہ میرا حکم مانیں، مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں:

مفسرین کرام نے اس آیتِ کریمہ کے تحت لکھا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت نے جذبۂ عشق و مستی میں حضور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بارگاہِ اقدس میں عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلّم ہمارا رب کہاں ہے؟ تو اس موقعہ پر یہ آیۂ مقدسہ نازل ہوئی، وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ط —— اے میرے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم —— جب میرے بندے میرے متعلق پوچھیں —— میرے بارے سوال کریں، تو اُن سے فرما دیجئے کہ میں تمہارے قریب ہوں۔ ایک دوسرے مقام پر قرآنِ حکیم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ۔ (پ ۲۶ – ع ۱۶)

اور ہم اُس کی رگِ جان سے بھی اُس سے زیادہ قریب ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے قریب ہے، نزدیک ہے، اسی لیے شاعر نے کہا ہے۔

تجلی تیری ذات کا سُو بہ سُو ہے
جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

چاند اُس کی قدرت کا مظہر ہے —— سُورج اُس کی تجلی کا اعلان کر رہا ہے —— آسمان کی بلندیاں اُس کی کبریائی کا نشان ہے —— زمین اُسکی بادشاہی اُس کے اسرار

کی امین ہے ——— عرش کے کنگروں پر اس کی ہیبت و جلالت کے نقوش ہیں ——— قلم اُس کے دیوانِ قدرت کا ترجمان ہے ——— لوحِ محفوظ اُس کی قدرت کے اسرار کا مخزن ہے ——— آسمان اُس کی عزت و جبروت کا آئینہ دار ہے ——— جنت الفردوس کی پیشانی اُس کے نوشتے ہیں ——— دوزخ کے بھڑکتے ہوئے شعلے اُس کے غضب کی آگ ہے ——— غرضیکہ کائنات کا پتہ پتہ' ذرہ ذرہ اُس کے ہونے کا اعلان کر رہا ہے

جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

وہ دیکھ رہا ہے

صاحبِ تذکرۃ الاولیاء نے لکھا ہے کہ ایک اللہ والے کے چند ارادت مند تھے۔ ایک پیر کے کئی مرید ہوتے ہیں ایک استاد کے کئی شاگرد ہوتے ہیں ——— تو یہ ایک فطرتی عمل ہے۔ نہ سب مرید ایک جیسے ہوتے ہیں، نہ سب شاگرد ایک جیسے ہوتے ہیں۔ ایک کامل استاد اور ایک نگاہِ بصیرت رکھنے والے پیر کی نگاہ میں تمام شاگرد اور مُرید برابر ہوتے ہیں، جیسے باپ اپنی ساری اولاد کے لیے مشفق و مہربان اور رحم دل ہوتا ہے ——— اسی طرح استاد اور پیر اپنے شاگردوں اور مُریدوں کے لیے یکساں فیض رساں ہوتا ہے۔ وہ سب کو فیض دیتا ہے، مگر لینے والے کا اپنا اپنا ظرف ہوتا ہے، جس کی صلاحیت و قوت جس قدر ہوتی ہے، وہ اتنا ہی فیض حاصل کر سکتا ہے۔

میں عرض کر رہا تھا کہ ایک اللہ والے کے چند مُرید تھے۔ اُن میں سے ایک مرید ایسا تھا جو سب مریدوں میں کامل تھا۔ دوسرے اس کے ساتھی مریدوں کے لیے یہ پریشانی کا باعث تھا کہ ہم میں سے یہ آگے نکل گیا ہے۔ مُرشدِ پاک کی نگاہ میں یہ ہم سے زیادہ کیسے عزیز ہو گیا ہے؟

مُرشدِ باصفا اس کامل مرید کی عظمت پر حسد کرنے والوں سے خبردار تھا۔ ایک روز پیر نے اُن حسد کرنے والوں کو، اور اُس مُریدِ صادق کو ایک ساتھ بُلایا ——— اور

تمام کو ایک ایک مُرغی اور چھُری دے دی اور فرمایا، جاؤ اس مُرغی کو وہاں جا کر ذبح کرو، جہاں دیکھتا کوئی نہ ہو ——— مُرشد کا حکم سُن کر سب مُریدوں نے مرغی اور چھُری لی اور ذبح کرنے کے لیے چلے گئے ——— کوئی اپنے گھر پہنچا اور اپنے کمرے میں جا کر دروازہ بند کیا اور مرغی ذبح کر لی ——— کسی نے دیوار کے پیچھے بیٹھ کر اردگرد دیکھا کہ کوئی دیکھ نہیں رہا اور مرغی ذبح کر لی ——— سب مُرید مُرغی ذبح کر کے واپس آ گئے مگر وہ مُرید جس کی قدر پیر کی بارگاہ میں زیادہ تھی، وہ مُرغی ذبح کئے بغیر واپس لے آیا ——— سب مرید دیکھ کر اندر ہی اندر خوش ہوئے کہ ہم نے تو اپنے مرشد کی فرمانبرداری کرتے ہوئے مُرغی کو ذبح کر ڈالا ہے، مگر یہ چہیتا مُرید مرغی کو ذبح کیے بغیر ہی واپس لے آیا ہے۔

مرشدِ کامل نے ذبح کرنے والوں سے پوچھا، بھئی! تم نے مرغی ذبح کر لی؟ انہوں نے عرض کی، جی حضور ——— ! فرمایا کہاں کی۔ ایک نے کہا بند کمرے میں ——— دوسرے نے کہا ایک دیوار کے پیچھے ——— غرضیکہ سب نے کہیں نہ کہیں پہنچ کر مُرغی کو ذبح کر ڈالا ——— پھر ذبح نہ کرنے والے سے پوچھا بھئی! تو نے مُرغی کیوں ذبح نہ کی؟ اُس نے عرض کی حضور والا! آپ نے فرمایا تھا کہ مُرغی وہاں ذبح کرنا جہاں کوئی نہ دیکھے' تو میں جہاں بھی گیا مجھے میرا خالق و مالک دیکھ رہا تھا۔

جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

قرآن کریم میں ارشادِ ربانی ہوتا ہے،

وَلِلّٰہِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ — اور مشرق و مغرب اللہ کے لیے ہیں، تو جدھر تم رُخ کرو' اُدھر خدا کی ذات ہے۔

(پ ۱ - ع ۱۴)

جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (پ۲۶ ع۱۸) — اور خود تمہارے نفوس میں ہے، تو کیا تم دیکھتے ہو

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ (پ ۲۷ ع ۱۷) اور تم جہاں کہیں ہو، وہ تمہارے ساتھ ہے۔

جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر میرے بندے تجھ سے میرا پتہ پوچھیں، تو انہیں فرما دینا کہ میں اُن کے قریب ہوں اور وہ مجھے پکار کر تو دیکھیں، تو انہیں میری قربت کا پتہ چل جائے گا، اس لیے کہ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ — جب کوئی مجھے پکارتا ہے، تو میں اس کی دُعا کو قبول کرتا ہوں۔ پھر انسان کو یقین ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اُس کے قریب ہی ہے، مگر بندہ ہی اُس سے دُوری اختیار کیے ہوئے ہے۔ مالکِ حقیقی کی رحمت اپنے بندے کو پکار پکار کر فرما رہی ہے:

وَاسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ (پ ۵ ع ۲) اور اللہ سے اُس کا فضل مانگتے رہو

پھر ارشاد فرمایا:

اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (پ ۲۴ ع ۱۱) مجھ سے دُعا مانگو، میں قبول کرتا ہوں۔

اس لیے شاعر نے اس مقام پر عرض کیا ہے

تیرے کرم سے اے بے نیاز کون سی شے ملی نہیں
جھولی ہی میری تنگ ہے تیرے یہاں کمی نہیں

مانگنے والے کا دامنِ طلب ہی چھوٹا ہے —— سوالی کا کشکول ہی کم ظرف ہے، دینے والے کی دین بہت بڑی ہے —— عطا کرنے والے کی عطا بحرِ بیکراں ہے

جھولی ہی میری تنگ ہے اس کے یہاں کمی نہیں

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں، وہ جیسا گمان مجھ سے رکھتا ہے میں ویسا ہی سلوک کرتا ہوں۔

وَاَنَا مَعَهٗ اِذَا دَعَانِيْ (بخاری)

"اور میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جو مجھ سے دعا کرتا ہے"

سامعینِ محترم! اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے علم و قدرت کے لحاظ سے ہر شے کے ساتھ ہوتا ہے، مگر خاص نزدیکی و قربت اس سعادت مند کو حاصل ہوتی ہے جو دعا مانگتا ہے۔ مالک سے مانگنے والے کی جھولی یقیناً بھر دی جاتی ہے۔ مگر یہ سب سے بڑا انعام ہے جو سوالی کو اللہ تعالیٰ کے دربار سے حاصل ہو جاتا ہے کہ اُس خالقِ دو جہاں اللہ رب العالمین کی قربت اور حضوری حاصل ہو جاتی ہے، اسی لیے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

لَيْسَ شَيْءٌ اَكْرَمَ عَلَى اللّٰهِ مِنَ الدُّعَاءِ۔ (مشکوٰۃ ص ۹۴) اللہ تعالیٰ کے نزدیک دُعا سے بڑھ کر کوئی چیز بزرگ تر نہیں ہے۔

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ (مشکوٰۃ ص ۱۹۵) قضا کو دُعا کے علاوہ کوئی چیز نہیں لوٹاتی۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلدُّعَاءُ يَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ يَنْزِلْ فَعَلَيْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ (ترمذی۔ مشکوٰۃ ص ۱۹۵) دُعا نازل شدہ آفت میں بھی نفع دیتی ہے اور اُس بلا کے لیے جو ابھی نہ اتری ہو تو اے اللہ کے بندو دُعا کو مضبوطی سے اختیار کرو۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ اَحَدٍ يَدْعُوْ بِدُعَاءٍ اِلَّا اٰتَاهُ اللّٰهُ مَا سَاَلَ۔ (ترمذی، مشکوٰۃ ص ۱۹۵) جو شخص دُعا مانگے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مُنہ مانگی مراد دیتا ہے۔

حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

اِنَّ رَبَّکُمْ حَیِیٌّ کَرِیْمٌ یَسْتَحْیِیْ مِنْ عَبْدِہٖ اِذَا رَفَعَ یَدَیْہِ اِلَیْہِ اَنْ یَّرُدَّ ھُمَا صِفْرًا ۔	کہ تمہارا رب حیا والا ہے، اس بات سے حیا فرماتا ہے کہ بندہ اُس کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھائے اور وہ انہیں خالی لوٹا دے ۔

(ترمذی، مشکوٰۃ ص ۱۹۵)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلدُّعَاءُ ھُوَ الْعِبَادَۃُ (مشکوٰۃ ص ۱۹۴) دُعا عبادت ہے ۔

اَلدُّعَآءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ ۔ دُعا عبادت کا مغز ہے ۔

دُعا کتنی پُرعظمت ہے کہ اسے عبادت بلکہ مغزِ عبادت قرار دیا گیا، دُعا دافعِ بلیّات ہے، دُعا سے قضا ٹل جاتی ہے ۔ دُعا مانگنے والے کو اپنے خالق و مالک کی قربت حاصل ہو جاتی ہے ۔ دُعا مانگنے والے کی جھولی گوہرِ مُراد سے بھر جاتی ہے ۔

آؤ مل کر بارگاہِ خداوندی میں سجدہ ریز ہو کر اُس مالک کے دَر پر ہاتھ پھیلائیں جو کریم ہے رحیم ہے، ستار ہے غفار ہے ــــ جس کی بارگاہ سے کوئی خالی نہیں جاتا ــــ اس لیے کہ یہ اصول ہے کہ اگر آج کوئی شخص کسی دنیا دار کے دروازے پر سوالی بن کر جائے تو اُس کے خالی واپس آنے کی چند وجوہات ہوتی ہیں ــــ پہلی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جس سے سوال کیا جائے، اُس کے پاس مال نہ ہو ــــ دُوسری وجہ یہ ہوتی ہے کہ اُس کے مال تو ہو، مگر دینے کا حوصلہ نہ ہو ــــ مگر خداوند عالم کی ذات خزانوں کی مالک ہے اور ہر ایک کو دینے کی قوت بھی رکھتا ہے، اس لیے اس کی بارگاہ سے کوئی خالی نہیں لوٹتا ــــ وہ اپنوں کو بھی دیتا ہے اور غیروں کو بھی نوازتا ہے ــــ اپنوں کو در پر بُلا کر دیتا ہے اور غیروں کو دَر سے اُٹھا کر دیتا ہے ۔

وہ سب کی دُعا قبول فرماتا ہے، وہ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ سب کی جھولیاں بھرتا ہے، مگر دُعا طریقہ اور سلیقہ سے مانگی جائے تو اس کی رحمت جلد کرم فرما ہوتی ہے ۔

بزرگ فرماتے ہیں دروازہ جتنا زور سے کھٹکھٹایا جائے، وہ اتنا ہی جلدی کھلتا ہے ــ آپ نے مانگنے والے فقیروں کو دیکھا ہوگا، کچھ مانگنے والے ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کا سوال ابھی پورا نہیں ہوتا، سننے والا معافی کا طلب گار ہو جاتا ہے کہ صاحب معاف کرو۔ اور کچھ گداگر ایسے تجربہ کار ہوتے ہیں ۔ اُن کے سوال سُن کر دینے پر بندہ مجبور ہو جاتا ہے اور ان کے سوال کرنے اور بھیک مانگنے کا انداز ایسا ہوتا ہے کہ بندہ اُنہیں کچھ دیئے بغیر نہیں رہ سکتا ــ اللہ تعالیٰ سے بھی مانگنے کا طریقہ ہے، اس کے بھی کچھ آداب ہیں ــــ اوقات ہیں ــــ مقامات ہیں ــــ جہاں دُعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں، جن کا ذکر اہلِ علم نے فرمایا۔

شب قدر، روزِ عرفہ، ۹ ذوالحجہ شریف بڑی قبولیت کا دن ہے ۔ ماہِ رمضان المبارک کا پورا مہینہ دعاؤں کی قبولیت کا وقت ہے ــــ روزِ جمعہ کو ایک خصوصی ساعت آتی ہے جو بہت قبولیت والی ہوتی ہے ــــ اذان کے بعد، درمیان اذان و اقامت، تلاوت قرآن مجید کے بعد، روزہ کی افطاری کے وقت، بارش کے نزول کے وقت، میلاد شریف کی مقدس محفل کے وقت، نماز کے بعد اور بالخصوص رات کے پچھلے پہر۔

پچھلی راتیں رحمت رب دی کرے بُلند آوازہ
بخشش منگن والیاں کا رن کھُل آ اے دروازہ

جب رات کا پچھلا پہر آتا ہے، تو رحیم و کریم مالک اپنے فضل اور خاص رحمت کے ساتھ اپنے بندوں کے بہت قریب ہوتا ہے اور فرماتا ہے، کوئی ہے مجھ سے مانگنے والا کہ میں اُس کی جھولی گوہرِ مُراد سے بھر دوں ــــ ہے کوئی تنگدست کہ میں اُس کی تنگدستی دُور کر دوں ۔ ہے کوئی بیمار کہ میں اُس کو شفا دے دوں ــــ ہے کوئی پریشان حال کہ میں اُسے آسودہ حال کر دوں ــــ اللہ کریم کی رحمت بندوں کو پکار رہی ہوتی ہے اور ہم غفلت کی نیند سو رہے ہوتے ہیں ۔

سامعین محترم ! مانگنے والے میں تو خامی اور کمی ہو سکتی ہے مگر بخشش فرمانے والے

Scanned with CamScanner

اور عطا فرمانے والے کی عطا میں کمی نہیں ـــــ وہ تو بغیر مانگے کتنی نعمتوں کی برسات فرما رہا ہے، جس کا ہم اندازہ نہیں کر سکتے ۔ تو پھر جب اپنے گناہوں سے شرمندہ ہو کر عجز و نیاز سے اس کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلائیں، تو پھر اُس کی بخشش و عطا کا عالم کیا ہوگا ؟
آؤ اُسی سے مانگنے کا طریقہ سیکھیں ـــــ آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب گداگر کسی مال دار کے دروازے پر جاتا ہے تو صدا لگاتا ہے ـــــ تیری خیر، تیری آل و اولاد کی خیر ـــــ ہم نے اگر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صدا لگانی ہو تو یہ کلمات نہیں کہہ سکتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات آل و اولاد سے پاک ہے ۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں،

إِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوْفٌ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَا يَصْعَدُ مِنْهَا شَيْئٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ عَلٰى نَبِيِّكَ ۔ (ترمذی، مشکوٰۃ ص۸۷)	بے شک دُعا آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتی ہے اور اس سے کوئی چیز اوپر نہیں جاتی، یہاں تک کہ تو اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے ۔

تو دُعا سے پہلے درود شریف پڑھنا چاہیے : اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ ـــــ اس کا ترجمہ یہ ہے : اے اللہ رحمت نازل فرما محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پاک پر ۔
نتیجہ یہ نکلا کہ اگر دُنیا دار کے دروازے سے بھیک لینی ہو تو کہا جاتا ہے، تیری خیر، تیری آل و اولاد کی خیر ـــــ مگر جب اللہ رب العالمین سے بھیک لینی ہو تو مانگنے سے پہلے عرض کریں ـــــ اے اللہ تیرے محبوب کی خیر ـــــ اُس کی آل کی اور اولاد کی خیر ـــــ آؤ اللہ سے مانگنے کا طریقہ سیکھیں ۔

دُعا اویس قرنی

تذکرۃ الاولیاء میں حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ روایت نقل فرماتے ہیں کہ سیدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ وہ خوش نصیب ہیں کہ سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کبھی جبرۃ الانور یمن کی طرف کرتے

تو فرماتے: "مجھے یمن کی طرف سے محبت کی ہوا آتی ہے ۔" سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روزِ محشر ستر ہزار فرشتے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی شکل میں ہوں گے اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ اُن کے درمیان جنت میں داخل ہوں گے اور کوئی شخص حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو پہچان نہیں سکے گا، سوائے اُن لوگوں کے جن کو اللہ تعالیٰ چاہے گا اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے دیدار سے مشرف فرمائے گا ۔ اس لیے کہ آپ نے خلوت نشین ہو کر پردہ پوشی سے مالکِ حقیقی کی عبادت فرمائی تھی ۔
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت میں ایک ایسا شخص ہے جس کی شفاعت سے اللہ تعالیٰ قبیلہ ربیعہ و مُضر کی بھیڑوں کے بالوں کے برابر گناہ گاروں کو بخش دے گا ـــــ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ شخص کون ہے اور کہاں کا رہنے والا ہے ۔ فرمایا: وہ اللہ کا بندہ ہے ـــــ صحابہ کرام کے اصرار پر فرمایا: وہ اویس قرنی (رضی اللہ عنہ) ہے ۔
صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا ـــــ کیا وہ کبھی آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں ـــــ ؟ فرمایا: کبھی نہیں، اس نے چشمِ ظاہر سے کبھی نہیں دیکھا، بلکہ نگاہِ باطنی سے میرا دیدار کرنے کی سعادت حاصل کی ہے ـــــ اس کی میری بارگاہ تک نہ پہنچنے کی دو وجہ ہیں ـــــ اوّل غلبۂ حال ـــــ دوم تعظیمِ شریعت، اُس کی ایک ضعیفہ اور نابینا والدہ ہے اور وہ اُونٹ چرا کر ماں کی خدمت کرتا ہے ۔
صحابہ کرام نے عرض کیا، ہم اُن کی زیارت کر سکتے ہیں ؟ فرمایا ـــــ نہیں ـــــ تم اُسے نہیں دیکھ سکو گے ـــــ ہاں! میرے عمر اور علی اُس کی زیارت پائیں گے ـــــ اویس قرنی کی پہچان یہ ہے کہ اُس کے سارے جسم پر بال ہیں اور ہتھیلی کے بائیں پہلو پر ایک درہم کے برابر سفید رنگ کا داغ ہے ۔
جب حضور سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال با کمال کا وقت قریب ہوا

Scanned with CamScanner

تو سیدنا عمر فاروق اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ میرا پیراہن اویس قرنی کو دیا جائے، اور اسے میرا سلام کہنا اور اُسے یہ کہنا کہ میری اُمّت کی بخشش کی دُعا کرے۔

چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال باکمال کے بعد سیدنا فاروقِ اعظم اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما حسبِ ارشادِ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پیراہن لے کر یمن پہنچے تاکہ اسے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو دیا جائے۔ جب ان دونوں اصحاب نے یمن والوں سے حضرت اویس قرنی کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ کون ہیں اور کہاں رہتے ہیں؟ تو لوگوں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے ـــــ ہاں اتنا معلوم ہے کہ ایک دیوانہ شخص آبادی سے باہر اُونٹ چراتا ہے، خشک روٹی اس کی غذا ہے۔ لوگ اسے دیکھ کر ہنستے ہیں اور وہ ان کو دیکھ کر روتا ہے ـــــ پتہ معلوم کر کے حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس جنگل میں پہنچے تو کیا دیکھا کہ لوگ جسے دیوانہ کہتے ہیں، وہ جنگل میں نماز پڑھ رہا ہے ـــــ جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت عمر و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان کو سلام کیا اور فرمایا ہم دونوں شہرِ مدینہ سے آئے ہیں ـــــ آپ کا نام کیا ہے؟ جواباً اس دیوانے نے کہا عبداللہ ـــــ میں اللہ کا بندہ ہوں ـــــ حضرت عمر و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا، اللہ کے بندے تو سبھی ہیں، آپ کا نام کیا ہے؟ اس پر انہوں نے کہا میرا نام اویس ہے۔ فرمایا ذرا اپنا ہاتھ تو دکھاؤ ـــــ اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ دکھایا تو ہاتھ پر وہ سفید نشان موجود پایا، جس کی نشان دہی حضور سید المرسلین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی۔

سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یقین ہو گیا کہ یہی وہ شخص ہے جس کی طرف ہم آئے ہیں۔ آپ نے حضرت سیدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دیا اور کہا اے اویس قرنی! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں آپ کی طرف بھیجا ہے اور آپ کو سلام کہا ہے اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کرتہ مبارک پیش کر کے کہا کہ یہ پیراہن

سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ کو عنایت کیا ہے اور فرمایا کہ اے اویس! اسے پہن کر میرے گنہ گار اُمتیوں کے لیے دُعا کرنا۔

قربان جاؤں عظمتِ اویس قرنی رضی اللہ عنہ پر کہ عرش و فرش والے حضور نبیٔ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں سلام بھیجتے ہیں اور مدینے والے نے اویس قرنی کو سلام بھیجا اور اپنا پیراہن عطا فرمایا ـــــ اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے سلام قبول کیا۔ پیراہن کو چُوما، آنکھوں سے لگایا اور وجد میں آگئے ـــــ اس پیراہن مبارک کو لیکے تھوڑی دُور تشریف لے گئے۔ بارگاہِ ایزدی میں سجدہ کرنے کے بعد عرض کیا؛ اے عشق و مستی کے بنانے والے، اے محبوبِ مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چاہنے والے مالک! تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے اپنا پیراہن مبارک عطا فرمایا ہے۔ اے میرے پروردگار! میں اس پیراہن کو اس وقت تک نہیں پہنوں گا، جب تک کہ تو اپنے محبوبِ مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ساری اُمّت کو نہ بخش دے گا۔ ارشاد ہوا چند ہزار کو بخش دیا ـــــ الٰہی ساری اُمّت کو بخش دے ـــــ آواز آئی ـــــ پیراہن میں جس قدر تار ہیں اتنے گنہ گاروں کو بخش دیا، بلکہ اس سے دُگنے سہ گُنے کو بخش دیا ـــــ عرض کیا؛ میرے اللہ! میں اس پیراہن کو اس وقت تک نہیں پہنوں گا، جب تک تو ساری اُمّت کو نہ بخش دے ـــــ آواز آئی ـــــ اور بھی کئی ہزار کو بخش دیا ـــــ اِدھر راز و نیاز کی باتیں ہو رہی تھیں کہ اس حالت میں حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما تشریف لے آئے۔ انہیں دیکھ کر حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس پیراہن مبارک کو اس وقت تک پہنتا جب تک کہ حضور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ساری اُمّت کی بخشش نہ کروا لیتا ـــــ پھر آپ نے پیراہن کو پہنا اور کہا کہ اس پیراہن مبارک کی برکت سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے بنی ربیعہ اور مضر کی بھیڑوں کے بالوں کی تعداد کے برابر محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمّت کی بخشش فرما دی ہے۔ پھر حضرت اویس قرنی کی آنکھوں میں آنسو آگئے

ابوالحسن خرقانی

حضرت ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے کشف و کرامات کی دولت سے نوازا تھا۔

آپ کے زُہد و تقویٰ کا ایک عالم میں شہرہ تھا۔ سُلطان محمود غزنوی جو کہ اللہ والوں سے بڑی عقیدت و محبت رکھتا تھا، جب اُس نے اس اللہ والے کا تذکرہ سُنا تو دیدار کا شوق ہوا۔ چنانچہ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے غزنی سے خرقان پہنچا۔ خرقان سے باہر ایک مقام پر خیمہ لگایا اور ایک قاصد حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجا کہ حضرت سے جا کر کہو کہ غزنی کا سلطان شہر سے باہر فلاں مقام پر خیمہ لگائے بیٹھا ہے، اور آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے، مہربانی فرما کر تشریف لائیے ــــــ اور ساتھ ہی قاصد کو سمجھایا کہ اگر وہ اللہ والا آنے سے انکار کرے، تو اُس کے سامنے قرآنِ حکیم کی یہ آیت تلاوت کرنا،

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (پ ۵ - ع ۵)

اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اولی الامر یعنی سربراہ مملکت کی۔

قاصد محمود غزنوی کا پیغام لے کر حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش ہوا اور عرض کی حضور شہنشاہِ معظم محمود غزنوی آپ کی زیارت کا مشتاق ہے، آپ میرے ساتھ اُن کے خیمے میں تشریف لے چلیں۔ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہ کے خیمے تک جانے سے انکار فرمایا۔ اس پر قرآن کریم کی مذکورہ آیت پڑھی۔ آپ نے سُن کر فرمایا قرآنِ حکیم کا حکم سر آنکھوں پر ـــ اے قاصد ـــــ محمود غزنوی سے کہہ دینا کہ اس آیت مقدسہ میں تین طرح کی اطاعت کا ذکر ہے ـــ اللہ کی ـــ رسول کی ـــ حاکمِ وقت کی ـــ تو سُن، پہلے تو میں اللہ کی تابعداری کروں گا ـــــ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت گزاری ہوگی ـــــ اگر زندگی بچی تو پھر حاکمِ وقت کی اطاعت کر لوں گا، ابھی تو مجھے اَطِیْعُوا اللّٰہَ اور اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ سے فرصت نہیں۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں ؎

نگاہِ فقر میں شانِ سکندری کیا ہے
خراج کی جو گدا ہو وہ سروری کیا ہے

قاصد نے ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا معقول جواب سُنا تو واپس محمود غزنوی کی خدمت میں پیش ہوا اور حاضر ہو کر سارا قصہ بیان کر دیا ـــــ چنانچہ محمود غزنوی نے اپنے ساتھیوں کو ساتھ لیا اور خود حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اس مقام پر علامہ اقبال علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎

فقر کے ہیں معجزات تاج و سریر و سپاہ
فقر ہے میروں کا میر، فقر ہے شاہوں کا شاہ

سُلطان محمود غزنوی اپنے ساتھیوں سمیت خود حضرت ابوالحسن خرقانی کی بارگاہ میں پہنچا اور ایک تھیلی اشرفیوں کی بطورِ نذر پیش کی۔ حضرت ابوالحسن خرقانی نے ایک جَو کی سوکھی روٹی بطورِ تبرّک سُلطان کو عطا فرمائی۔ محمود نے جب یہ روٹی کھانا شروع کی تو نرم و نازک گلے سے اترنا مشکل ہو گئی۔ بہرحال سُلطان نے اس تبرّک کو قبول کرتے ہوئے کھا لیا۔ حضرت ابوالحسن خرقانی نے اشرفیوں کی تھیلی محمود غزنوی کو یہ کہتے ہوئے واپس فرمائی کہ فقیروں کی غذا بادشاہ کے حلق میں مشکل سے اُترتی ہے اور امیروں کا مال فقیروں کے گلے سے نہیں اُترتا۔ محمود غزنوی اس تھیلی کو لے لو، مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں ہے۔

فقیری تحفہ

پھر حضرتِ خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ایک پُرانا کرتا بطورِ تحفہ سُلطان محمود غزنوی کو عنایت فرمایا جسے حاصل کر کے محمود غزنوی نے بڑی عقیدت و محبت کے ساتھ اپنے پاس رکھا ـــ چنانچہ جب سلطان محمود نے اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ سومنات پر متعدد بار حملہ کیا، مگر فتح حاصل نہ کر سکا۔ ظاہری قوتیں جواب دے گئیں، انسانی تدبیریں ناکام ہو گئیں تو محمود غزنوی کے دل میں خیال آیا کہ آج دُعا کے ہتھیار کو بھی آزما کر دیکھ لیں، اس لئے کہ دُعا مومن کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ پھر محمود غزنوی

نے دو رکعت نماز نفل ادا کی اور حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا کرتہ مبارک سامنے رکھا اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی کہ اے اللہ! اس کرتے والے کی آبرو کا صدقہ ہمیں سومنات پر فتح و نصرت عطا فرما ــــــ اس دُعا کے بعد جب سومنات کے مندر پر حملہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اسے فتح عطا فرمائی۔

خواب

اس فتح کے بعد محمود غزنوی جب رات کو سویا تو خواب میں حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور ارشاد فرمایا:

محمود خرقہ مارا چہ کردی ــــــ محمود تو نے خرقہ کو کیا کیا؟ ــــــ عرض کی حضور والا! آں را بجناب حق تعالیٰ بفروختم و بعوض آں فتح سومنات خریدم ــــــ میں نے آپ کے کُرتہ مبارک کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فروخت کر ڈالا اور اس کے عوض سومنات کی فتح خرید لی ــــــ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ــــــ محمود خرقہ ما را چنیں ارزاں فروختی ــــــ محمود تو نے میرے کرتہ کو بہت زیادہ سستا بیچ ڈالا ــــــ فرمایا: محمود! اگر تو میرے کرتے کے صدقے یہ دُعا مانگتا، اے اللہ! سارے کافر مسلمان ہو جائیں، تو سب کافر مسلمان ہو جاتے۔ (تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۶۴)

سامعین محترم! تاجدارِ انبیاء حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے جُبّہ کے صدقے گناہ گاروں کی بخشش ہوگئی ــــــ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے کرتہ کے طفیل سومنات کا مندر فتح ہوگیا ــــــ آؤ مل کر دُعا کریں اے مالک! تجھے ہم تیری بارگاہ میں تیرے محبوب صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی رسالت کا واسطہ پیش کرتے ہیں، صدیق کی صداقت کا صدقہ، عمر کی عدالت کا صدقہ، عثمان کی سخاوت کا صدقہ، علی کی شجاعت کا صدقہ، شہیدِ کربلا کی شہادت کا صدقہ، سیدہ زینب کی زاری کا واسطہ، عابد کی بیماری کا واسطہ، علی اصغر معصوم کی گلے سے نکلنے والے خون کی دھاری کا واسطہ ہمارے گناہ معاف فرما۔

وڈیاں مہراں والیا سائیاں رب غریب نوازا
اپنے فضل کرم تھیں کھولیں رحمت دا دروازہ

رہائی

خلیفہ ہارون رشید کے دورِ حکومت میں کچھ فتنہ پرور لوگوں نے شہر میں بدامنی پھیلانا شروع کردی۔ خلیفۂ وقت کو جب علم ہوا تو اس نے اُن کی گرفتاری کا حکم صادر فرمایا۔ سپاہی بدامنی پھیلانے والوں کی گھات میں نکلے اور دو اشخاص کو گرفتار کر کے لے آئے۔ اتفاق سے ایک چور اُن میں سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوگیا۔ سپاہیوں نے بڑی کوشش کی کہ اسے دوبارہ گرفتار کرسکیں، مگر وہ ہاتھ نہ آیا، گنتی پوری کرنے کے لیے کسی ایک بے گناہ مسافر کو پکڑ لائے، اور دربار میں پیش کردیا۔ خلیفہ نے سب کو قید میں رکھنے کا حکم دیا، اور یہ بھی حکم دیا کہ اگر کوئی شخص ان کی ضمانت کرائے اور آئندہ یہ اپنی شرارتوں سے باز رہیں گے تو انہیں رہا کر دیا جائے۔

تو ایک ملزم کا رشتہ دار آیا اور ضمانت دے کر اپنے قیدی کی رہائی دلا گیا، مگر دوسرا ملزم جو کہ مسافر تھا جسے شہر میں کوئی جاننے والا نہ تھا، اُس کی ضمانت کون دیتا؟ اس غریب الوطن مبتلائے رنج و غم کو سوائے خدا کی ذات کے کون جانتا تھا۔ وہ قید کوٹھری میں بند رہا اور جب وہ مسافر تنگ آگیا تو اُس نے پریشانی و بے قراری کے عالم میں ایک کاغذ لیا اور اس پر درخواست لکھی:

مِنْ عَبْدِ الذَّلِيْلِ اِلَى الرَّبِّ	بندۂ ذلیل کی، ربِ جلیل کی جناب میں عرض ہے
الْجَلِيْلِ قَدْ شَفَعَ كُلُّ وَاحِدٍ فِيْ	میرے ساتھی قیدی کی سفارش اُس کے
صَاحِبِهٖ وَلَيْسَ لِيْ صَاحِبٌ سِوَاكَ	دوست نے کی اور اسے قید سے چھڑا لیا اور
فَاِنِّيْ اَسْتَشْفِعُ بِكَ يَا مَوْلٰنَا۔	تیرے سوا یہاں کون ہے؟ میں آپ کی
(نزهة المجالس جلد دوم)	بارگاہ سے سفارش کراتا ہوں مجھے چھڑا دیجئے۔

یہ درخواست لکھ کر قید خانہ کی چھت سے سپردِ ہوا کر دی۔ اسی رات خلیفہ ہارون رشید نے خواب میں دیکھا کہ میں بارگاہِ خداوندی میں پیش ہوں ــــــ اور آواز آئی اے ہارون رشید! تیرے قیدیوں میں سے ہر ایک شخص کی ضمانت اس کے دوست اور رشتہ دار نے دی، اب جو قیدی

تیری قید میں ہے، اُس مسافر کی ضمانت میں پروردگار دیتا ہوں، وہ بے قصور ہے، اسے رہا کر دے۔ پھر صبح ہوتے ہی ہارون رشید نے اس قیدی کو اپنے دربار میں بلایا، شاہی انعام و اکرام سے نوازا اور اعلیٰ سواری پر بٹھا کر عزت و احترام سے یہ کہتے ہوئے رخصت کیا، یہ وہ شخص ہے جس کی ضمانت مخلوق میں سے کسی نے نہ دی۔ اس کی ضمانت خود خالقِ دو جہاں نے دی ہے قربان جاؤں، یہ توجہ الی اللہ اور دُعا کا نتیجہ ہے۔ اسی طرح قرآن کریم فرماتا ہے:

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَ یَکْشِفُ السُّوْٓءَ ۔ (پ ۲۰ ۔ ع ۱) بھلا کون ہے جو بیقرار کی التجا قبول کرتا ہے جب وہ اُس سے دُعا کرتا ہے، دُور کر دیتا ہے اس سے تکلیف۔

شانِ ستاری

ایک مرتبہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں قحط سالی ہوئی۔ بنی اسرائیل نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں دعا کی درخواست کی۔ آپ نے تمام بنی اسرائیلیوں سے فرمایا کہ کل سب مل کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں گے۔ چنانچہ دوسرے روز ستر ہزار بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر باہر کھلے میدان میں حاضر ہوئے اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے دُعا مانگی:

اَللّٰھُمَّ اسْتَقَا غَیْثَکَ وَانْشُرْ عَلَیْنَا رَحْمَتَکَ وَارْحَمْنَا (نزہۃ النواظر فی احوال الاکابر) اے اللہ! بارانِ رحمت نازل فرما، اپنی رحمت کی ہوائیں چلا اور ہم پر رحم فرما۔

سیدنا کلیم اللہ علیہ السلام نے بڑے خشوع و خضوع سے دُعا مانگی، لیکن قبولیت کے کوئی آثار نظر نہ آئے۔ بے قرار ہو کر عرض کی کیا وجہ ہے کہ آج تو نے اپنے کلیم کی دُعا کو شرفِ قبولیت نہیں بخشا؟ آواز آئی: اے کلیم! آج تیرے ساتھیوں میں ایک شقی بدبخت شخص ہے جو چالیس سال سے مسلسل گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے، اُس کی شقاوت کی وجہ سے آپ کی دُعا قبول نہیں ہوئی، لہٰذا پہلے تم اُس کو اپنی مجلس سے نکالو، پھر میں تمہاری دُعا قبول فرما لوں گا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اعلان فرمایا کہ ہم میں سے جو شخص مسلسل چالیس سال سے اپنے معبود کی نافرمانی میں لگا ہوا ہے وہ ہماری مجلس سے نکل جائے کیونکہ اُس گناہ گار کی نحوست کی وجہ سے ہم سب کی دُعا قبول نہیں ہو رہی

اب جو اُس گناہ گار کے کانوں میں یہ آواز پڑی تو اس پر لرزہ طاری ہو گیا، دائیں بائیں دیکھا، آگے پیچھے دیکھا، کسی طرف بھی بھاگ نکلنے کی جگہ نظر نہ آئی اور پریشانی کے عالم میں سوچنے لگا کہ اگر میں نکل کر جاؤں تو ساری قوم میں رسوا ہو جاؤں گا۔ میرا عیب کھل جائے گا۔ اسی کرب کے عالم میں اُس نے اپنا چہرہ آسمان کی طرف اُٹھایا اور زاری سے عرض کیا اے میرے پروردگار میں چالیس سال سے تیری نافرمانی کرتا رہا۔ آج میں تیرے حضور فریاد کرتا ہوں کہ تو مجھ گناہگار کو بخش دے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جب اس گناہ گار کی زاری سُنی تو رحم آ گیا۔ ابھی اس کی دُعا ختم نہ ہوئی تھی۔ آسمان پر بادل آئے اور بارانِ رحمت کا نزول ہو گیا۔

سیدنا کلیم اللہ علیہ السلام سجدہ میں گر گئے اور بارگاہِ صمدیت میں عرض کی۔ اے اللہ! تیرا تو حکم تھا کہ میں اُس ایک گناہ گار کو اپنی مجلس سے نکال دوں جو چالیس سالوں سے تیری نافرمانی کر رہا ہے، تب دُعا قبول ہو گی۔ ابھی تو میری مجلس سے کوئی شخص باہر نہیں نکلا۔ وہ گنہ گار ہم میں موجود ہے اور تو نے بارانِ رحمت عطا فرما دی۔ یہ کیا ماجرا ہے۔ آواز آئی ـــــ اے کلیم! جس شخص کی نحوست سے بارانِ رحمت کا نزول نہیں ہو رہا تھا۔ اب اُس گنہ گار کی برکت سے بارش کا نزول ہوا ہے ـــــ اس لیے کہ جب تو نے اسے اپنی مجلس سے نکل جانے کا حکم دیا تو اُس نے ہماری بارگاہ میں فریاد کی: اے اللہ! مجھے رسوائی سے بچا، مجھے بخش دے۔ میں نے اسے بخش دیا ـــــ اور بارش رحمت نازل فرما دی۔ عرض کی مولا! میں اُس شخص کو دیکھنا چاہتا ہوں ـــــ ارشاد ہوا جب وہ گنہ گار تھا، میں نے اس کا پردہ رکھا، اب تو وہ نیکوکار بن گیا ہے، میں کس طرح اُس کو ظاہر کروں ـــــ اب میرے اور بندے کے درمیان معاملہ ہے۔ تمہارا کام ہو گیا ہے، تم اسے دیکھ کر کیا کرو گے؟ آؤ ہم سب عرض کریں

کُڈیاں مہراں والیا سائیاں، رب غریب نوازا
اپنے فضل کرم تھیں کھولیں رحمت دا دروازہ

وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ ہ

دُعا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ

اے میرے خالق و مالک! اے ارحم الراحمین! تیری ذات وحدہٗ لاشریک ہے۔ تُو احد ہے، صمد ہے، بے نیاز ہے۔ تُو ہی زمین و آسمان کا مالک ہے۔ کائنات کی ہر چیز تیرے ہی قبضۂ قدرت میں ہے، تو ہی عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر ہے۔ میرے اللہ تُو رحیم ہے کریم ہے۔ اپنی شانِ ستاری و غفاری کے سبب اور اپنی رحمتِ خاص کے طفیل ہمارے گناہوں کو معاف کر دے اور آئندہ نیکی کرنے کی توفیق دے دے۔

اے اللہ! جب دنیا کے تمام سہارے ختم ہو جاتے ہیں، تو فقط ایک تیری ہی ذات ہے، جو دُعاؤں اور التجاؤں اور فریادوں کو سُننے والی ہے۔ مولا! تیرے گناہ گار تیرے در پہ حاضر ہیں، مولا! تو ہمیں معاف فرما دے۔ ہماری خطاؤں سے درگزر فرما۔

اے اللہ! ہم گناہ گار ہیں، سیہ کار ہیں، پُرخطا ہیں، مگر تُو تو صاحبِ جُود و عطا ہے۔ یہ تو سچ ہے کہ ہمارے گناہ بے شمار ہیں، مگر تیری رحمت بھی تو بے کنار ہے۔ تیرا ہی تو یہ فرمان ہے کہ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ کہ میری رحمت سے نااُمید نہ ہونا۔ اے ہمارے رحیم و کریم مولا! رحم فرما، ہمیں معاف فرما دے۔ اے گناہ گاروں کو دامنِ رحمت میں لینے والے مالک! ہماری توبہ کو قبول فرما، ہماری بداعمالیوں، بدکرداریوں اور بُرائیوں کو معاف کر دے۔

اے اللہ! ہم نے کوتاہی سے اپنے ہی ہاتھوں اپنی زندگیاں تباہ کر ڈالیں، تیری فرمانبرداری اور تیرے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تابعداری کا جو حق تھا ہم سے ادا نہیں ہو سکا۔ ہم نے قدم قدم پر اپنی تباہی اور بربادی کا سامان کیا۔ ہمارے نامۂ اعمال میں کوئی ایسی نیکی نہیں جس سے تیری جنت کی خریداری کی جا سکے۔ اے میرے مالک! بجز تیرے کرم کے ہماری سلامتی کا کوئی

راستہ نہیں۔ تیری ہی ذات ہماری نجات کی ضامن ہو سکتی ہے، تو اپنے کرمِ خاص سے ہم گنہ گاروں کو اپنی پناہ میں لے لے۔ ہم بُرے ہیں، بدکردار ہیں، مگر تو ہمارا پروردگار ہے۔ صدقہ اپنے محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رحمت کا جن کے طفیل، تو نے ہمارے عیبوں پر پردہ ڈال دیا۔ ہماری پردہ پوشی فرمائی۔ میدانِ محشر میں بھی اس نسبت کی لاج رکھنا، ہمیں رسوائی و شرمندگی سے بچانا، اے اللہ! ہمیں معاف فرما دے۔

اے آدم علیہ السّلام کو تاجِ خلافت عطا کرنے والے مولا —— نوح علیہ السّلام کی کشتی کو کنارے لگانے والے مالک —— سیدنا ابراہیم علیہ السّلام پر نار گلزار کرنے والے مولا —— حضرتِ اسماعیل علیہ السّلام پر عنایات کی بارش برسانے والے مولا —— سیدنا یوسف علیہ السّلام کو قید کی کوٹھڑی سے نکال کر تاج و تخت عطا کرنے والے مالک —— اے بطنِ ماہی سے سیدنا یونس علیہ السّلام کی فریاد سننے والے مولا —— سیدنا ایوب علیہ السّلام کو شفا دینے والے مولا —— اے مریم علیہا السّلام کو بے موسم پھل عطا کرنے والے مولا —— صدقہ شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین، سُلطانِ دارین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہم پر اپنے رحمت کے دروازے کھول دے۔ اس میں شک نہیں کہ ہمارے پلڑے میں کوئی نیکی نہیں، مگر ہم لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ کہنے والے ہیں۔ ہمارے بُرے اعمال کو اس کلمہ طیبہ کے طفیل سنوار دے۔ ہمارے گناہوں کو بخش دے ؎

خوار ہیں بدکار ہیں ڈوبے ہوئے ذلّت میں ہیں
کچھ بھی ہیں مولا تیرے محبوب کی اُمّت سے ہیں

اے اللہ! ہم پُرتقصیر ہیں، حقیر ہیں، غریب ہیں، مگر تُو تو غریب نواز ہے۔ ہم عاجز ہیں، کمزور ہیں، مگر تیری ذات عجز سے پاک ہے۔ ہم پر رحم فرما۔

اے اللہ! ہم تیری بارگاہ میں تیرے محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وسیلہ پیش کرتے ہیں —— ہم پر رحم فرما —— اے اللہ! تیرے محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے رُخِ والضحیٰ کا واسطہ

Scanned with CamScanner

مازاغ البصر وما طغیٰ والی آنکھوں کا واسطہ ـــــ اُن کے واللیل والے سہرے کا واسطہ ـــــ اُن کی واللیل زُلفوں کا واسطہ ـــــ اُن کی مزمّل والی چادر کا واسطہ ـــــ اُن کے اَلَم نشرح سینے کا واسطہ ـــــ اُن کے شہرِ مدینہ کا واسطہ۔ اُن مقدس گلیوں کا واسطہ ـــــ جنہوں نے تیرے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدموں کا بوسہ لینے کا شرف حاصل کیا ـــــ اُن غاروں کا واسطہ جن میں تیرا محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم گناہ گاروں کی بخشش و مغفرت کے لیے آنسو بہاتا رہا ـــــ اُن سجدوں کا واسطہ، جو تیرے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہم سیہ کاروں کی بخشش و مغفرت حاصل کرنے کے لیے فرمائے ـــــ اے اللہ! اُن گورے گورے نوری نوری ہاتھوں کا واسطہ جو ہماری بخشش کی خاطر تیری بارگاہ میں دراز ہوتے رہے۔

ہمارے مولا! ہمیں بخش دے ـــــ اے اللہ! ہمیں معاف فرما دے ـــــ ہمارے آقا و مولیٰ، ملجا و ماویٰ، ہماری دونوں جہاں کی پناہ گاہ، حضور رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ رحمت کا واسطہ ـــــ آپ کی آل و اولاد کا واسطہ۔

الٰہی بحقِ بنی فاطمہ　　　کہ بر قولِ ایماں کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول　　　من و دست و دامانِ آلِ رسول

اے اللہ! ہمارے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحاب کا واسطہ ـــــ حضرت سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واسطہ ـــــ شہداءِ بدر و اُحد کا واسطہ۔ آپ کے جاں نثاروں کا واسطہ ـــــ آپ کے وفاداروں کا واسطہ ـــــ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سارے حُب داروں کا واسطہ۔

جگر گوشۂ سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا کا واسطہ ـــــ چادرِ زینب کا واسطہ ـــــ شہید کربلا کا واسطہ ـــــ حسنِ مجتبیٰ کا واسطہ ـــــ علی اکبر کی جوانی کا واسطہ ـــــ علی اصغر کی معصومیت کا واسطہ ـــــ قاسم جوان کی قربانی کا واسطہ ـــــ عباس کے کٹے ہوئے

بازوؤں کا واسطہ ـــــ زین العابدین کی بیماری کا واسطہ ـــــ علی اصغر کے گلے سے نکلنے والی خون کی دھاری کا واسطہ ـــــ اے اللہ! ہمیں معاف فرما دے۔ ہماری توبہ اپنے دربار میں قبول فرما۔ ہمیں نیکی کی توفیق عطا فرما دے۔

اے ارحم الراحمین، اے غیاث المستغیثین، اے ربّ العالمین، اے الٰہ العالمین! تیرے عاجز بندے اپنے گناہوں پر نادم و شرمسار ہو کر تیری بارگاہ میں اپنی خالی جھولیاں پھیلائے حاضر ہیں اور تجھ سے تیرا فضل مانگ رہے ہیں ـــــ مولا تیرے کرم کا تقاضا ہے کہ تیری بارگاہ سے کوئی سائل خالی نہ جائے ـــــ میرے مالک! تو سب کی جھولیاں بھر دے تو علیٰ کلِّ شیئٍ قدیر ہے، تو علیمٌ بذات الصدور ہے، تیرے علم میں ہے کہ کس کو کس چیز کی ضرورت ہے۔ اپنی شان کریمی کے طفیل سب کی نیک حاجات کو پورا کر دے۔ بے مرادوں کو بامراد کر دے۔ بے اولادوں کو بااولاد کر دے۔ بیماروں کو شفا دے دے۔ تنگدستوں کو خوشحال کر دے۔ قرض داروں کو بارِ قرض سے نجات دے دے۔ پریشان حالوں کی پریشانیاں دُور کر دے۔ ہم سب کو ہر قسم کی آفات و بلیّات سے محفوظ و مامون کر دے سب کی دُنیا و آخرت بہتر فرما دے۔

اے اللہ! دنیا میں ایمان کے ساتھ زندہ رکھنا اور جب ہماری موت کا وقت قریب آئے، تو ایمان کی موت نصیب فرمانا، نزع کی سختیوں سے بچانا، قبر کی وحشت، حشر کی گرمی، میزان عمل اور پُل صراط کی منزل آسان فرمانا، اے اللہ! ہم کمزور ہیں، آزمائش میں ڈالنا، ہم امتحان دینے کے قابل نہیں، تو ہم پر کرم فرما۔

اے اللہ! ہمیں مانگنا بھی نہیں آتا، اپنی عطا سے ہماری جھولی کو بھر دے۔ ہماری ٹوٹی پھوٹی التجاؤں کو شرفِ قبولیت سے نواز۔ مولا! جو ہاتھ تیرے آگے پھیلے ہوئے ہیں، وہ بندوں کے آگے پھیلانے سے بچا۔

اے اللہ! اسلام اور اہل اسلام کو عزت عطا فرما۔ تیرے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام

Scanned with CamScanner

کے سارے چاہنے والوں کی خیر ـــــ ملکِ پاکستان کی خیر ـــــ اس میں رہنے والوں کی خیر ـــــ اور جہاں جہاں مسلمان آباد ہیں، اُن سب پر رحم و کرم فرما۔

اے اللہ! ہم سب کو اپنے گھر کی اور نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دَر کی حاضری نصیب فرما۔ ؎ الٰہی ہم کو دکھلا دے مدینہ کیسی بستی ہے
جہاں دن رات مولا تیری رحمت برستی ہے

جن دوستوں، بزرگوں نے دُعاؤں کے لیے کہا ہے، سب کی نیک حاجات قبول فرما۔ سب مسلمانوں کو دین و دنیا کی دولتیں، نعمتیں اور رفعتیں نصیب فرما۔ آمین ثم آمین!

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ہ وَقِنَا عَذَابَ الْقَبْرِ وَقِنَا عَذَابَ الْحَشْرِ وَقِنَا عَذَابَ السَّقَرِ وَقِنَا عَذَابَ الْمِیْزَانِ ہ

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ہ وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ہ وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْمُشْرِکِیْنَ ہ وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْمُنٰفِقِیْنَ ہ

رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ ہ اَنْتَ وَلِیُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الْغَافِرِیْنَ ہ

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ہ

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ہ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِکَ مِنَ الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ہ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ہ

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ وَزِیْنَةِ فَرْشِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ہ

آمین ـــ آمین ـــ آمین